The Meaning of Money.

by

H. WITHERS.

مفہوم زر

ترجمہ

مولوی رشید احمد، بی۔ اے۔

قیمت	روپیہ	آنہ
سکۂ عثمانیہ	۲	۱۲
سکۂ انگریزی	۲	۲

سلسلۂ نصابیات علم معاشیات جامعۂ عثمانیہ

تصنیف

ہچ، سی، ہارٹلی وِدرس صاحب

ترجمہ

مولوی رشید احمد صاحب، بی۔ اے (علیگڑہ)
یف، آر، ای، یس (لندن)
رکن شعبۂ تالیف ترجمہ جامعۂ عثمانیہ

سنہ ۱۳۵۵ھ م سنہ ۱۳۴۵ف م سنہ ۱۹۳۶ء

مقدمہ

از صفحہ ۱ تا صفحہ ۷

دوسرا باب

"زر مسکوک"

از صفحہ ۸ تا صفحہ ۱۸

تیسرا باب

زر کاغذ

از صفحہ ۱۹ تا صفحہ ۴۳

چوتھا باب

ہنڈی

از صفحہ ۴۴ تا صفحہ ۵۲

پانچواں باب

زر کا کاروبار اور اس کی ایزاد

چھٹا باب

دنیا کا زر کا بازار

ساتواں باب

چک بھنانے والے بنک

آٹھواں باب

ہنڈی دلال اور بٹہ گھر

نواں باب

سکار گھر اور ممالک خارجہ کے بنک

از صفحہ ۱۴۵ تا صفحہ ۱۶۰

دسواں باب

مبادلات خارجہ

از صفحہ ۱۶۱ تا صفحہ ۱۸۳

گیارھواں باب

بنک آف انگلینڈ

بارھواں باب

شرح بنک اور بازاری شرح

تیرھواں باب

بینک کی فرد حساب

از صفحہ ۲۲۴ تا صفحہ ۲۴۶

(۱) اس کی شکل کا نمونہ ۔ (۲) ۱۹۰۸ء اور ۱۹۲۹ء کی حالت ۔ (۳) صیغۂ اجرا (۴) اعتباری نوٹ کا اجرا ۔ (۵) فلزی بنیاد، صیغۂ اجرا میں چاندی ۔ (۶) بنک کا اصل ۔ (۷) اندوختہ ۔ (۸) سرکاری اور دوسری امانتیں ۔ (۹) ساہوکار کے چھٹے اب علیحدہ پیش کئے جاتے ہیں ۔ (۱۰) ان کے علیحدہ شائع کرنے کی ضرورت ۔ (۱۱) رقوم واجب الوصول اور اثاثے کی مد میں تبدیلی ۔ (۱۲) معمہ اور اس کا حل ۔ (۱۳) سرمایۂ محفوظ ۔

چودھواں باب

محفوظ ذخیرۂ طلا

از صفحہ ۲۴۷ تا صفحہ ۲۶۸

(۱) مسئلے کی نوعیت میں تبدیلی ۔ (۲) اندرون ترقیات ۔ (۳) امریکا کا عروج ۔ (۴) اعتراض کی صدائیں ۔ (۵) پنچ کا کارٹون ۔ (۶) ہمیں کس چیز کی ضرورت ہے؟ ۔ (۷) قیمتوں کے الٹ پھیر کا نتیجہ ۔ (۸) ثبات پذیری مناسب ہے ۔ (۹) نظریۂ مقدار زر ۔ (۱۰) اس کی صداقت اور اس کے حدود ۔

پندرھواں باب

دیگر محفوظ سرمائے

سولھواں باب

خلاصہ اور خاتمہ

اشاریہ

*

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) زر کے مختلف مفہوم (۲) روزمرہ کے مبادلات میں استعمال ہونے والا نقد اور زر کے بازار کا "زر" (۳) موخر الذکر اصطلاح کے لحاظ سے زر کے معنی "زر کا قرضہ" ہیں۔ (۴) زر کا بازار وہ مقام ہے جہاں زر قرض لیا جاتا ہے۔
(۵) زر کے بازار کے کاروبار کی نوعیت۔

کتاب کا موضوع

زر کا مفہوم معاشی نظریئے کا مسئلہ نہیں ہے۔ بلکہ وہ ایک سیدھا واقعی اور عملی معاملہ ہے جو فی نفسہ بہت اہم ہے۔ مگر غیر دلچسپ ہونے کی وجہ سے لوگ اس کو بہت کم سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اس کتاب کا مقصد یہی ہے کہ مفہوم زر کا معاملہ حتی الوسع صاف اور سلیس پیرائے میں واضح کر دیا جائے اور ایسے پریشان کن امور جن کو مبحث زر کی کتابوں میں دیکھتے ہی عام ناظرین گھبرا جاتے ہیں، جہاں تک ممکن ہو، اس میں کم درج ہوں۔ لہذا اس کتاب میں نہ تو خواہ مخواہ اعداد و شمار کی بھرمار ہوگی نہ زیادہ اشکال درج ہوں گے بلکہ حتی الوسع اعداد و اشکال سے کام کم ہی لیا جائے گا۔

زر کے مختلف مفہوم

جو لوگ زر کے معنی کما حقہ سمجھنے کی تکلیف گوارا نہیں کرتے وہ لفظ ""زر"" کو بہت پیچیدہ اور دشوار سمجھتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لفظ متعدد معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

ایک لحاظ سے دیکھئے تو اس کا مفہوم بالکل صاف ہے اور اس میں غور و خوض کرنے کی مطلق ضرورت نہیں۔ مثلاً پونڈ شلنگ پنس کو ہر شخص جانتا ہے کہ زر کے اقسام ہیں اور سکہ، نوٹ یا چک کی صورت میں روزمرہ استعمال ہوتے ہیں۔ لیکن زر کا ایک اور عام مفہوم بھی ہے اور یہ کسی قدر پیچیدہ ہے۔ اس سے زر یا سکہ مطلب نہیں بلکہ ""قرضہ زر"" مطلب ہے۔

چنانچہ ""زر کا بازار"" یا ""زر کی قیمت"" وغیرہ اصطلاحیں اسی مفہوم کے اعتبار سے استعمال ہوتی ہیں۔ مگر جس شخص کے ذہن میں ان دونوں مفہوموں کا فرق واضح نہ ہو وہ ان اصطلاحوں کو بالکل نہیں سمجھ سکتا۔ کسی شخص سے پوچھئے کہ زر کا کیا مفہوم ہے؟ تو وہ فوراً یہی جواب دے گا کہ ""میری جیب میں جو پونڈ موجود ہے اور جس سے میں اس کی قوت خرید کی حد تک جو چاہوں خرید سکتا ہوں، یہی زر ہے""۔ یہ ایک بالکل فطری جواب ہے اس لئے کہ لفظاً ہر زر کے یہی معنی ہیں لیکن اس مفہوم کو ذہن میں رکھ کر جب وہ شخص اخباروں اور رسالوں میں اس قسم کی عجیب و غریب اصطلاحیں اور فقرے پڑھتا ہے کہ ""زر نہایت ارزاں ہے"" یا ""زر کے بازار میں انقباض ہے"" تو فطرۃً حیران و ششدر رہ جاتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کسی شئے کی قیمت دو پونڈ یا پونڈ کے کسور ہیں جو اس کے معاوضے میں دئے جائیں۔ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ کوئی شخص اس کو اس کی جیب کے پونڈ کے معاوضے میں ایک پونڈ سے زیادہ ادا نہ کریگا اور اس بات کا بھی اس کو اطمینان ہے کہ ایک چالاک اور مکار شخص انتہائی لسانی کے باوجود بھی اس کو پونڈ کم قیمت پر فروخت کرنے کی ترغیب نہیں دے سکتا۔ لہذا وہ فخریہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ ""قیمت زر"" وغیرہ اصطلاحیں بالکل مہمل ہیں۔ اور واقعہ یہ ہے کہ جن مقدمات سے وہ ابتدا کرتا ہے ان کے لحاظ سے اس کا یہ استدلال بالکل صحیح ہے۔

اس کو غلط فہمی اس واقعے سے پیدا ہوتی ہے کہ، جیسا کہ بیان ہو چکا ہے،

زر کا لفظ اکثر بالکل مختلف معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اور وہ مفہوم ''قرضۂ زر''
ہے۔ یا اگر ہم یوں کہیں کہ جب ''قیمت'' اور ''بازار'' وغیرہ اصطلاحیں زر
کے متعلق استعمال ہوتی ہیں تو ان اصطلاحوں کا مفہوم وہ نہیں ہوتا جو کہ کسی
معمولی شے کی بابتہ ان کو استعمال کرنے کی صورت میں ہوتا ہے تو معاملہ اور بھی
زیادہ صاف ہو جائے گا۔ مثلاً ٹوپی کی قیمت تو وہ پونڈ ہے جو آپ اس کی ملکیت
حاصل کرنے کے لیے ادا کرتے ہیں مگر زر کی قیمت وہ پونڈ ہے یا ہیں جس کو یا جن کو
آپ قرضے کے معاوضے میں یا زر کے عارضی استعمال کے عوض وقت معینہ پر
ادا کرنے کا وعدہ کرتے ہیں۔ علیٰ ہذا اون یا گیہوں کا بازار وہ مقام ہے جہاں
آپ تاجروں سے اون یا گیہوں خرید سکتے ہیں اور اس کے برعکس ''زر کا بازار''
وہ مقام ہے جہاں سے آپ زر بطور قرض لے سکتے ہیں۔

پس واضح ہوا کہ زر کے متعلق یہ کہنا کہ مثل دوسرے اشیاء کے اس کی بھی
خرید و فروخت ممکن ہے صحیح نہیں ہے۔ اور یہی وہ مقولہ ہے جس کے سمجھنے میں
اکثر طلبہ مدتوں سرگرداں رہے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ زر ایک شے ضرور
ہے۔ لیکن دوسرے اشیا کی طرح اس کی خرید و فروخت نہیں ہو سکتی۔ ورنہ اس کے
معنی یہ ہوں گے کہ زر کے مبادلے میں زر ہی دیا جائے۔ گویا خود اس کا اسی سے
مبادلہ کیا جائے۔ کیونکہ خرید و فروخت سے یہی مراد ہے کہ اشیاء کا مبادلہ زر سے
کیا جائے۔ برخلاف مبادلہ بالاشیاء کے کہ اس میں اشیاء کا مبادلہ اشیاء سے ہوتا ہے۔
البتہ زر کا لین دین صرف بطور قرض ممکن ہے۔ اور یہ ایک ایسا سیدھا معقول اور
قابل فہم کاروبار ہے جس کے سمجھنے میں کند ذہن سے کند ذہن طالب علم کو بھی
دشواری محسوس نہیں ہو سکتی۔ مدرسے کا کوئی چھوٹا سا طالب علم مثلاً جونس بھی
اس بات کو بخوبی جانتا ہے کہ میقات کے آخر میں جبکہ اس کا ہاتھ تنگ ہوتا ہے
اگر وہ کسی سے پانچ شلنگ اس وعدے پر قرض لے کہ موسمی تعطیلات کے بعد
جبکہ سب طالب علموں کی جیبیں والدین کی صحبت کے مادی ثمرات سے خواہ
چھپے ہوئے نوٹ ہوں یا کھنکھناتے ہوئے سکے بھری ہوں گی، وہ ۵½ شلنگ
ادا کر دے گا تو اس کو سہولت ہوگی۔ اگر مقامی اور دوسرے نفسیاتی اختلافات

سے قطع نظر کر لو تو یہ چھوٹا سا لین دین اس کاروبار کی ایک نہایت ہی عمدہ مثال ہے جو لمبارڈ اسٹریٹ میں اور دنیا کے دوسرے بڑے بڑے بازاروں میں روزمرہ ہوتا ہے۔

بازار زر اس طرح زر کے بازار سے ایسا مقام مراد ہے جہاں کسی خاص تاریخ تک رقم واپس یا ادا کرنے کے وعدے پر زر کا زر سے مبادلہ کیا جائے۔ اور چونکہ قرض گیر یعنی روپیہ کے حاجتمند کے لیے بظاہر یہ ضروری ہے کہ وہ رقم حاصل کرنے کی غرض سے قرض دہندے کو بطور ترغیب و تحریص کچھ زائد رقم پیش کرنے کا وعدہ کرے اس لیے ہمیشہ یہی ہوتا ہے کہ قرض گیر جو رقم مدت معینہ کے بعد ادا کرنے کا وعدہ کرتا ہے وہ قرض دہندے کی دی ہوئی رقم سے زیادہ ہوتی ہے۔ ان دونوں رقوم یا اعداد کا فرق ہی سود کی شرح ہوتا ہے جس کو اکثر مبہم اور پیچیدہ طریقے سے "زر کی قیمت" کہتے ہیں۔ جیسا کہ ہر شخص جانتا ہے، سود کی شرح بحساب فی صد لگائی جاتی ہے۔ یعنی ہر سو پونڈ پر کچھ زائد رقم بطور سود لی جاتی ہے۔ مثلاً اگر آپ اپنے ساہوکار سے ۱۰۰۰ پونڈ ایک سال کے بعد واپس کرنے کے وعدے پر بطور قرض حاصل کرنا چاہیں اور وہ آپ سے ۳ فی صدی یا ہر ۱۰۰ پونڈ کے قرضے پر ۳ پونڈ سود وصول کرے تو ساہوکار آپ کو یہ حق عطا کرے گا کہ آپ بذریعہ تحریر چک یا تو یہ رقم یکمشت وصول کرلیں یا بہ اقساط نوٹوں یا سکوں کی شکل میں وصول کرتے رہیں تاآنکہ پوری رقم آپ کو وصول ہو جائے بہرحال ایک سال کے بعد آپ کے ذمہ اس کے کل ۱۰۳۰ پونڈ واجب الادا ہوں گے۔ لیکن یہ معاملہ جس کو ہم نے نہایت سیدھے سادے طریق پر بیان کیا عملاً بالعموم کسی قدر پیچیدہ ہوتا ہے۔ اس لیے کہ سود عام طور سے سہ ماہی یا ششماہی پر ادا کرنا ہوتا ہے۔ طویل المدت قرضوں یا غیر معین مدت کے قرضوں میں پیچیدگی اور بھی بڑھ جاتی ہے لیکن بہرصورت یہ واقعہ ہے کہ زر کے بازار کا اصلی کاروبار یہی ہے کہ زمانۂ موجودہ میں زر بطور قرض دیا جاتا ہے اور آیندہ وقت معینہ پر یا سالانہ یا ششماہی اقساط کے ذریعے وہ رقم کسی قدر اضافے کے ساتھ واپس کرنے کا وعدہ ہو جاتا ہے۔

وقت اور فاصلے کا عنصر

الحاصل بازار زر کے سب سے معمولی اور بدیہہ کاروبار میں بھی وقت کا عنصر ہی سب سے ممتاز نظر آتا ہے۔ پس جن اشخاص کی سمجھ میں نہیں آتا کہ بازار زر کی موجودگی کس طرح ممکن ہے ان کی دشواری بھی وقت کی صراحت سے رفع ہوجاتی ہے۔ ورنہ زر کا زر سے ادل بدل کرنا ایک مہمل سا فعل معلوم ہوتا ہے۔ البتہ موجودہ زمانے میں زر کو حاصل کرنا یا زر کے مبادلے پر رضامند ہونا اس وعدے پر کہ مدت معینہ کے بعد اس سے زائد زر ادا کیا جائے گا۔ ایک ایسے قرض گیر کے لیے جو بطور قرض حاصل کردہ رقم کو کسی زیادہ منفعت بخش کاروبار میں لگانے اور اس طرح ادا شدنی سود کی نسبت زیادہ منافع حاصل کرنے کی توقع رکھتا ہو، بظاہر معقول حد تک سہولتیں پیدا کرتا ہے۔ علاوہ ازیں فاصلہ دوسرا عنصر ہے جس سے بازار کے بقیہ کاروبار کی توجیہہ کی جاسکتی ہے۔ بازار میں روپیہ کا لین دین محض وقت معینہ کے بعد ادا کرنے کے وعدہ پر نہیں ہوتا بلکہ یہ بھی ہوتا ہے کہ زر ایک مقام پر وصول کیا جاتا ہے اور دوسرے کسی مقام پر ادا کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اسی سے وہ پیچیدہ اور دشوار نظام پیدا ہوتا ہے جس کو عام طور سے "مبادلہ" کہا جاتا ہے۔

لیکن اگر اس نظام کو سیدھے اور سہل طریقے سے بیان کیا جائے اور دماغ کو پریشان کرنے والے اصطلاحات کے استعمال سے حتی الامکان پرہیز کیا جائے تو اس کے مسائل بھی آسانی کے ساتھ سمجھ میں آسکتے ہیں۔ اگر آپ دل میں لمحہ بھر غور کریں کہ جب آپ ایک پوسٹل آرڈر خریدتے ہیں تو آپ دراصل مبادلے کا ایک کاروبار انجام دیتے ہیں تو مبادلے کا اساسی واقعہ بخوبی ذہن نشین ہوجائے گا۔ فرض کیجیے کہ آپ پہلے جس شہر میں رہتے تھے وہاں سے آپ کا ایک قدیم دکاندار خط بھیجکر پانچ شلنگ کا جو آپ کے ذمے اس کے واجب الادا رہ گئے تھے آپ سے مطالبہ کرتا ہے۔ اب آپ کے پاس ۵ شلنگ ادا کرنے کے لیے موجود ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ اس رقم کو لندن سے برسٹل کو کس طرح روانہ کیا جائے۔ ایک طریقہ آپ یہ اختیار کرسکتے ہیں کہ ۲ نصف کراون لفافے میں بند کرکے بذریعہ رجسٹری روانہ کردیں اس میں ساڑھے چار پنس کل خرچ عائد ہوگا۔ مگر اس سے

زیادہ کفایت وسہولت کا طریقہ یہ ہے کہ کسی شخص کو جس کا کچھ فاضل روپیہ برسٹل میں ہو کچھ معاوضے کی ترغیب دے کر آپ اپنا قرض وہیں دیدینے پر آمادہ کرلیں ایسا کوئی شخص ڈاکخانہ کی شکل میں موجود مل سکتا ہے اور اس کام کو وہی بہتر طریقے پر انجام دے سکتا ہے۔ چنانچہ آپ مقامی ڈاک خانے سے پانچ شلنگ کا ایک آرڈر خرید سکتے ہیں اور سلطنت متحدہ کے کسی ڈاک خانے میں بھی اس کو روانہ کرسکتے ہیں۔ اور اس کا خرچ کل ڈیڑھ پنس ہوگا۔ بس آپ اس آرڈر کو خرید کر ایک پنس کے اسٹامپ کے لفافے میں بند کرکے جس سے آپ پر کل خرچ تین پنس عائد ہوگا برسٹل روانہ کردیجے۔ یہ لفافہ دوکاندار کے پاس پہنچتے ہی وہ ملفوفہ آرڈر کو ڈاک خانے لے جائے گا اور وہیں سے نقد رقم وصول کرلے گا۔ اس طرح آپ نے ایک مبادلہ کا کاروبار انجام دیا۔ جس کو اصطلاحی زبان میں یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ آپ نے برسٹل کے نام کا ایک رقعہ یا ڈرافٹ خریدا اور اس کو اپنے قرض دہندے یا دکان دار کے ہاں روانہ کردیا اور یہ کہ وہاں کے ڈاکخانے پر اس ڈرافٹ کے پیش ہونے پر مرسل الیہ کو رقم وصول ہوگئی۔

اس طرح زر کے کاروبار کو تین بڑی قسموں پر تقسیم کیا جاسکتا ہے:۔

(۱) وہ کاروبار جس میں زر کا مبادلہ کسی قسم کی شے یا خدمت سے کیا جائے۔ چنانچہ معمولی خرید وفروخت کا عمل اسی طرح انجام پاتا ہے۔

(۲) وہ کاروبار جس میں نقد زر بطور قرض مدت معینہ پر ادا کرنے کے وعدے پر دیا جائے۔ اس میں تمام قسم کے قرضوں کا لین دین یا اعتباری کاروبار شامل ہے۔ خواہ وہ ۶۰ دن کی میعادی ہنڈی پر بٹہ کاٹنے کی شکل میں ہو یا برطانوی حکومت کا قرضۂ جنگ ہو۔

(۳) وہ کاروبار جس میں ایک مقام کے زر کا کسی دوسرے مقام کے زر سے مبادلہ کیا جائے۔ یہی اصلی یا ٹھیٹ مبادلہ کا کاروبار ہے۔ جس کو ہم نے پوسٹل آرڈر کی خریداری کی موٹی مثال دے کر اوپر بیان کیا۔ لیکن اس قسم کا مبادلہ زر کے کاروبار میں سب سے زیادہ پیچیدہ قسم کا کاروبار ہے۔ چنانچہ انگلستان کے ساہوکار کو شانگھائی کے نقدی سکہ

7

یعنی ٹیل[1] سے مبادلہ کرنا یا جنوبی امریکا کے کسی جمہور کے جاری کردہ غیر بدل پذیر زر کاغذی[2] سے مبادلہ سب اسی کی ذیل میں آتے ہیں۔

آپ کو معلوم ہوگا کہ ان تینوں قسموں کے کاروبار میں ایک عامل ہمیشہ مشترک ہے۔ اور وہ عامل زر نقد ہے۔ معمولی خرید و فروخت کے عمل میں زر نقد کا مبادلہ اشیا یا خدمات سے کیا جاتا ہے۔ مثلاً جب آپ کسی دکان سے دستانے خریدتے ہیں یا اپنے دنداں ساز کے مطالبے کو پورا کرتے یا اپنے وکیل کا محنتانہ ادا کرنے کے لیے با دل ناخواستہ چک لکھتے ہیں تو آپ کو نقد زر ادا کرنا پڑتا ہے۔ قرضے کے کاروبار میں کسی قسم کی ضمانت پیش کر کے یا اقرارنامہ تحریر کر کے نقد زر کا مبادلہ کیا جاتا ہے۔ علی ہذا مبادلے کے کاروبار میں نقد زر کا ڈرافٹ سے مبادلہ کیا جاتا ہے جس سے کسی دوسرے مقام پر زر نقد وصول کرنے کا حق حاصل ہو جاتا ہے۔ مگر ان کاروباروں کی مزید تشریح کرنے سے قبل یہ ضروری ہوگا کہ زر نقد جو جو مختلف شکلیں اختیار کرتا ہے ان کو یہاں بیان کر دیا جائے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ تین صورتوں میں رقم کی ادائی ہو سکتی ہے یعنی (۱) سکے یا (۲) بنک آف انگلینڈ کے نوٹوں کی شکل میں یا غالباً (۳) چک کی صورت میں۔ اور ادائی کی یہ مختلف شکلیں جن مدارج کو طے کر کے اس آخری اور موجودہ حالت پر پہنچی ہیں وہ ایک افسانۂ کہن ہے۔ لیکن سہولت تفہیم اور جامعیت کی خاطر ان کی مختصر توضیح کر دینا ضروری ہے۔

---

[1] Tael

[2] In convertible Paper notes
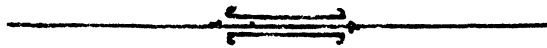
زر مسکوک

(۱) سونا، چاندی اور کانسی (۲) سونا سب سے قوی اور قیمتی فلز ہے۔ اس کے وجوہ (۳) مبادلہ بالاشیاء کا طریق۔ مویشیوں کا استعمال بطور آلۂ مبادلہ، اس کے نقائص خاص کر نظام زر کے فوائد کے مقابلے میں۔ (۴) سونے کی قدر کی اضافی ثبات پذیری۔ (۵) سونے کا قبول عام معاشی حیثیت سے تہذیب یافتہ ممالک میں (۶) ساورن کا غائب ہونا (۷) زر کاغذ کی پشت پناہی کے لیے سونے کی اب بھی ضرورت ہے۔ (۸) زر قانونی۔ (۹) چاندی کا سکہ۔

جب یہ کتاب پہلی دفعہ لکھی گئی تھی تو اس میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ "زر نقد کی شکلوں میں سب سے بدیہی یا ظاہر شکل فلزی زر یا سکے کی ہے۔ جس کو ہم روزمرہ اپنی جیبوں میں لیے پھرتے ہیں۔ سکے مختلف دھاتوں مثلاً سونا، چاندی اور برنج یا کانسی کے گول ٹکڑوں یا قرص کی شکلوں میں ڈھالے جاتے ہیں ان پر بادشاہ وقت کا نام اور تصویر بنائی جاتی ہے اور ان کے کنارے اردگرد باریک اور یکساں خط اس غائت سے ابھار دئے جاتے ہیں کہ ان کا کچھ حصہ کھرچا یا تراشا نہ جا سکے۔ یہ معلوم ہوگا کہ یہ احتیاط ادنی سکوں مثلاً پنس کی صورت میں نہیں برتی جاتی۔ جہاں تک بنی نوع انسان سے اشیا یا خدمات حاصل کرنے کا تعلق ہے وہاں تک ان فلزات میں سب سے زیادہ قوی فلز سونا ہے"

اس کے بعد ایک جنگ عظیم ہوئی، اور خوبصورت سونے کے سکے جن پر ہمیں بڑا فخر و ناز تھا روزمرہ کے رواج میں نہیں رہے۔ ان سکوں کی بجائے اب ہم بنک آف انگلینڈ کے ایک پونڈ اور دس شلنگ کے نوٹ لیے پھرتے ہیں جو ۱۹۲۸ء کے اختتام پر جاری کئے گئے تھے۔ اس سے قبل تک بنک آف انگلینڈ کے سب سے کم رقم کے نوٹ پانچ پونڈ کے تھے۔ اور ان نوٹوں کو دیگر بنک اپنے نقد ذخیروں میں رکھتے تھے۔ چنانچہ رواج میں وہ بہت کم دکھائی دیتے تھے۔ بجز گھوڑ دوڑ کے میدانوں اور دوسرے مقامات کے جن کو مشتبہ ساکھ کے اشخاص بہت آباد کرتے ہیں۔ ایک پونڈ اور دس شلنگ کے نوٹ اس لیے جاری کیے گئے کہ زمانۂ قبل از جنگ کے طلائی سکوں اور حکومت انگلستان کے ان نوٹوں کی بجائے جو ۱۹۱۴ء میں جاری کئے گئے تھے۔

9

گو ہم اپنی جیبوں میں طلائی سکے نہیں لیے پھرتے لیکن جیسا کہ آگے بیان ہوگا جن نوٹوں نے ان کی جگہ لی ہے وہ بعض شرائط پر عندالطلب سونے سے قابل مبادلہ ہیں۔ اور اس واقعے کی بنا پر جیسا کہ آگے چل کر بیان کیا جائے گا انگلستان اور دیگر معاشی حیثیت سے ترقی یافتہ ممالک میں سونا اب بھی قرضے اور اعتبار کی بنیاد کا جزو بنا ہوا ہے۔ اگر ہم ان اسباب پر نظر ڈالیں جن کی بنا پر سونے کی حیثیت میں اس قدر اضافہ ہو گیا ہے۔ اور انگلستان کے زر کاغذ کو سونے کے سکوں سے قابل مبادلہ رکھنے کا انتظام ضروری ہے تو ہمیں یہ سمجھنے میں سہولت ہوگی کہ سونا ہماری کیا خدمت انجام دیتا ہے۔

خرید و فروخت کا عمل مبادلہ بالاشیاء کے طریق سے اس لحاظ سے ممتاز و مختلف ہے کہ موخرالذکر صورت میں اشیاء کو خود اشیا سے ادل بدل کیا جاتا ہے اوّل الذکر صورت میں اشیا کا مبادلہ زر سے کیا جاتا ہے۔ اشیا کو اشیا سے ادل بدل کرنے کے طریق میں جو دشواریاں ہیں وہ ایک لحہ بھر غور کرنے سے سمجھ میں آسکتی ہیں۔ چنانچہ یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ جبتک اس طریق کا رواج رہا اس وقت تک تجارتی ترقی تقریباً ناممکن تھی۔ معاشیات کی درسی کتابوں میں ایسی مثالیں بکثرت درج ملتی ہیں جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ

ایک شخص جو ٹوپی بناتا ہے بھوک کی احتیاج رفع کرنے کی غرض سے قصاب سے گوشت کا مبادلہ کرنا چاہتا ہے۔ مگر چونکہ اس وقت قصاب کو ٹوپی کی بجائے جوتے کی احتیاج ہے اس لیے اس کو قصاب سے پیشتر موچی سے لین دین کرلینا ضروری ہے۔ اگر اس کی خوش نصیبی سے موچی کو اس کی ٹوپی کی ضرورت ہوئی تو کہیں ٹوپی والا اس قابل ہوا کہ موچی کا جوتا قصاب کے حوالے کرکے مبادلے میں گوشت حاصل کرے۔ اور اگر سوء اتفاق سے اس مدت میں قصاب کی ضرورت بھی پوری ہوچکی ہو تو بیچارہ ٹوپی والا پھر کہیں کا نہ رہا۔ وغیرہ۔ پس ظاہر ہے کہ مدتیں گزر جانے کے بعد یہ نوبت آئی ہوگی کہ کسی قوم نے اس پر اتفاق کیا ہوگا کہ کوئی ایک شے معیار قرار دی جائے جس کو ہر شخص ہمیشہ دوسرے اشیا کے مبادلے میں قبول کرسکے اور اس طرح اصلدار کو جو اس معیاری شے کے ذخیرے کا مالک ہو یہ اطمینان حاصل ہوا ہوگا کہ وہ اپنے ذخیرے کو دوسروں کے تیار کردہ اشیا سے مبادلہ کرنے میں حسب ضرورت و موقع استعمال کرسکے گا۔ علیٰ ہذا یہ بھی ظاہر ہے کہ جو شے معیار مقرر کی گئی ہوگی وہ چند ممتاز صفات سے لازمی طور سے متصف ہوگی اور انھیں کے منجملہ خاص صفات یہ ہوں گی کہ (۱) وہ دیرپا ہو (۲) ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں بآسانی منتقل ہوسکے (۳) اور بڑی حد تک یکسانی و یک جنسی رکھتی ہو یعنی اس کے مختلف اجزا کی جسامت اور شکل میں کوئی بڑا فرق موجود نہ ہو۔ چنانچہ توریت کے قصوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ جن قدیم قوموں کا ان میں ذکر ہے ان کے زمانے میں انسان کی دولت کا اندازہ بھیڑوں اور مویشیوں کے گلوں اور مختلف وضع کے لباس سے کیا جاتا تھا۔ اسی طرح ہومر کی نظموں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مویشی معیار یا ذریعۂ مبادلہ تھے، چنانچہ اعلیٰ درجے کے اسلحہ کی خرید و فروخت مویشیوں ہی کی تعداد کے حوالے سے عمل میں آتی تھی۔ زمانۂ قدیم میں دوسرے متعدد اشیاء بھی بطور معیار قیمت یا آلۂ مبادلہ استعمال ہوتے تھے، مثلاً چرم، سیپی، کوڑیاں گولیاں، تمباکو اور کیلیں۔ لیکن حیوانوں کا بطور آلۂ مبادلہ رواج ماہران علم صرف ... کی رہبری کسی زمانے میں اس خیال کی جانب کرنے کے لیے کافی تھا کہ لاطینی لفظ "پیکس" (pecus) بمعنی "حیوان"

ہی سے لفظ ''پیکونیا'' (peecunia) بمعنی ''زر'' بنا لیا گیا تھا چنانچہ انگریزی زبان میں اسی کے مشتقات (pecuniary) اور (Impecunious) استعمال ہوتے ہیں' یہ توجیہ موجودہ زمانے میں متروک قرار پا چکی ہے چنانچہ علمائے لسانیات نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ پیکونیا (pecunia) کے معنی وہی ہیں جو انگریزی لفظ ''فی'' (fee) کے ہیں۔ مگر قدیم تحقیق اس لحاظ سے قابل یادگار ہے کہ اسی کی بنیاد پر کارلائل جیسے اعجاز نگار کے قلم سے ایک سحر آفریں بلکہ الہامی عبارت نکلی جو اس کی کتاب[1] میں درج ہے۔ چنانچہ ہر ٹیوفیلس ڈراک[2] کی زبان سے وہ گویا ہے کہ :- ''...... قدیم زمانے کا چرواہا اپنے بیمار اور سست بیل کو اپنے ساتھ جنگل جنگل لیے پھرنے کے ناقابل سمجھ کر اور غلے یا تیل کے عوض اس کو ادل بدل کرنے سے قبل کھال کے ایک ٹکڑے پر محض بیل (Pecus) کی تصویر کھینچتا تھا' اس ٹکڑے کو اپنی جیب میں ڈال لیا کرتا تھا اور اسی کو پیکونیا (pecunia) یا زر کہتا تھا۔ اس طرح رفتہ رفتہ اشیاء کے ادل بدل کا طریق خرید و فروخت کے عمل سے مبدل ہو گیا۔ چمڑے کا سکہ باقی نہیں رہا۔ اس کی بجائے سونے کا سکہ اور کاغذی زر رائج ہے۔ حتیٰ کہ اس ایجاد کے سامنے تمام گزشتہ ایجادیں جو اس وقت بمنزلۂ اعجاز خیال کی جاتی تھیں اب محض بازیچہ اطفال معلوم ہوتی ہیں۔ آج کل ہر طرف عظیم الشان بنک قائم ہیں اور اعتباری کاروبار میں گوناگوں وسعت پیدا ہو گئی ہے۔ نتیجہ یہ کہ اگر کسی کی جیب میں چھ پنس موجود ہوں تو وہ (چھ پنس کی حد تک) دوسرے انسانوں پر حکومت کر سکتا ہے' یعنی اپنا کھانا پکانے کے لیے باورچی رکھ سکتا ہے تحصیل علم کے لیے جید عالموں اور حکما کو ملازم رکھ سکتا ہے بلکہ بادشاہوں کو بھی اپنا نقیب و چوبدار بنا سکتا ہے لیکن صرف چھ پنس کی حد تک''

اس میں کلام نہیں کہ کسی زمانے میں بیل بطور معیار قدر استعمال ہوتا تھا

11

[1] Sartor Resartus

[2] Her Teufelsdrock

اگرچہ یہ امر کہ کھال کے ٹکڑے پر اس کی شکل بنا کر اس کو بطور زر چلایا جاتا تھا کسی قدر مشتبہ سا ہے۔ اس لیے کہ کارلائل کا مفروضہ یہ چاہتا ہے کہ اس قسم کا سکہ جاری کرنے سے قبل ایک اعلیٰ درجے کا اعتباری نظام قائم ہوتا کہ چرواہوں کا جاری کردہ زر علامتی معاشی حیثیت سے ترقی یافتہ باشندوں کے نزدیک ایک قابل اعتماد اور قابل قبول ذریعۂ مبادلہ ہو سکے۔ لیکن بہرصورت بیل کا استعمال بطور زر بالکل ناموزوں ثابت ہوا جو ایک لازمی امر تھا۔ اس کے متعدد وجوہ تھے: (۱) وہ شے دیرپا نہ تھی٭، مرور وقت کے ساتھ زوال پذیر تھی اور کچھ مدت کے بعد بالکل ضائع ہو جاتی تھی۔ (۲) اس کی نقل پذیری بہ آسانی ممکن نہ تھی جیسا کہ کارلائل کے چرواہے نے محسوس کیا۔ (۳) ان میں یکسانی اور یک جنسی نہ پائی جاتی تھی یعنی ایک بیل اور دوسرے بیل میں ان کی جسامت، قدروقیمت اور دوسرے امور کے لحاظ سے اس قدر وسیع فرق ہوتا ہے کہ مویشیوں کے بطور آلۂ مبادلہ استعمال ہونے کی صورت میں لازمی طور سے اس کا قوی اندیشہ تھا کہ صورت حال اس عام معاشی قانون کے تابع ہو جس کو قانون گریشم کہا جاتا ہے اور جس کے تحت، جیسا کہ ہم آگے چل کر بیان کریں گے خراب زر عمدہ زر کو رواج سے ہٹا دیتا ہے۔

ان امور کو کسی قدر شرح و تفصیل کے ساتھ اس لیے بیان کیا گیا ہے کہ ان کے لحاظ سے بیل سونے یا سونے کے سکے کی بالکل ضد ہے۔ اور تجربے سے بھی بخوبی ثابت ہو گیا کہ بیل سے جو کام نہیں نکل سکتے اس کو سونا انجام دے سکتا ہے۔ پس ساورن کے رواج سے جو سہولتیں پیدا ہوتی ہیں وہ طلبہ کے ذہن نشین ہو چکی ہوں گی۔ ساورن میں وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جو بیل میں نہیں ہیں یعنی ساورن دیرپا اور ایک حد تک لازوال شے ہے٭ اس کو ایک ہاتھ سے دوسرے کے ہاتھ میں

12

٭ یعنی مقابلۃً زیادہ دیرپا تھا۔ یہ تو نہیں ہے کہ استعمال سے وہ بالکل فرسودہ نہیں ہوتا اور بالکل لازوال ہے۔ بلکہ جیسا کہ یم وی لانے نے اپنی کتاب "The World's Gold" نامی میں اندازہ قائم کیا ہے سونے کا سکہ آٹھ ہزار سال تک قائم رہ سکتا ہے۔

یا ایک مقام سے دوسرے مقام پر بہ آسانی منتقل کیا جا سکتا تھا اور اس کو قبول عام حاصل تھا خواہ اس کو اس حالت میں استعمال کیا جائے یا پگھلا کر غیر مسکوک۔ حالت میں استعمال کیا جائے۔ ٹکسال سے ڈھل کر نکلنے کے بعد سب ساورن یکساں ہوتے تھے۔ نہ تو ان میں کوئی چھوٹا بڑا ہوتا تھا اور نہ کسی کے وزن میں بال برابر فرق ہوتا تھا۔ یہی ساورن دنیا کے سب سے بڑے تجارتی ملک یعنی انگلستان میں ایک مدت دراز سے رائج ہے اور اس کی وجہ سے اس کو ایسی حیثیت حاصل ہو گئی ہے جو قدیم زمانے میں عدیم المثال اور اس صدی کے ابتدائی حصے میں عدیم النظیر ہے۔ سب ساورن یکساں ہوتے تھے لیکن اگر ان میں آپس میں کوئی فرق پیدا ہوتا بھی تھا تو وہ وقت کی وجہ سے پیدا ہوتا تھا۔ یعنی ایک سکے کو ڈھل کر مدت ہو چکی ہو تو یہ فرسودہ سکہ بمقابلہ نئے سکے کے وزن میں کسی قدر کم ہو سکتا تھا۔ مگر بحیثیت زر نقد ساورن کے وزن کے سوال کو عوام نے عملاً اہمیت نہیں دی۔ بخلاف اس کے یہ سوال صرف غیر مسکوک فلز کے تاجروں کے ہمیشہ پیش نظر رہتا تھا کیونکہ وہ ان کو پگھلا کر ان کی سلاخیں بناتے اور فروخت کرتے تھے۔ سکے اس قدر احتیاط کے ساتھ ڈھالے اور رائج کئے جاتے تھے کہ خوردہ خرید و فروخت یا مبادلات داخلہ کے اغراض کے لیے سب ساورن یکساں اور مساوی ہوا کرتے تھے، اور ان میں رتی برابر فرق نہیں تھا۔ اگر کسی چیز کا خیال رکھا جاتا تھا تو وہ صرف یہ تھا کہ ساورن اصلی ہو جعلی نہ ہو، سرکاری ٹکسال کا ڈھلا ہوا ہو اور اس پر سرکاری مہر یا ضروری نشانات ابھرے ہوئے ہوں۔ ساورن کی یک جنسی جس طریقے سے قائم رکھی جاتی تھی اس کو ہم ایک سہل اور بالکل آسان کام سمجھنے کے خوگر ہو گئے تھے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ذمہ دار حکام متعلقہ کو اس کی نگرانی بڑی محنت اٹھا کر اور دشواریاں برداشت کر کے کرنی پڑتی تھی۔ چنانچہ قرون وسطیٰ میں نہ صرف انگلستان بلکہ دوسرے ممالک میں بھی سکے کی غیر منتظم حالت کی وجہ سے آئے دن داد و ستد میں طرح طرح کے جعل و فریب ہوا کرتے تھے، اور لوگوں کو نقصانات عظیم اور سخت دقتیں برداشت کرنی پڑتی تھیں۔

اس قدیم زمانے میں اگر بادشاہ اپنے جاری کردہ سکے میں آمیزش نہ کرتے

اور اصلی دھات کی مقدار کم کئے بغیر ملک میں سکہ چلاتے تو سیدھی سادی رعایا ایسے بادشاہوں کو روشن خیال اور بے لوث مصلح خیال کرتی تھی۔ بخلاف اس کے اگر بادشاہ، خواہ وہ کتنا ہی نیک نیت اور نیک دل ہو، سکہ سازی منظم طریقے پر نہ کرتا تو سکے کھرچ لیے جاتے اور ان کا کچھ حصہ تراش لیا جاتا تھا۔ اس طرح اس میں تاجروں کو چھکے پنجے کرنے کا اچھا خاصا موقع مل جاتا تھا۔ چنانچہ یہی مدتوں ہوتا رہا اور کسی کو خبر بھی نہ ہوتی تھی کہ کیا ہو رہا ہے۔ یہاں تک کہ سر تامس گریشم کو جو ملکۂ ایلزبتھ کے مشہور مشیر مالیات تھے اس کا پتہ لگ گیا اور انھوں نے اس قسم کے عمل کے سخت نقصان دہ ہونے کا اعلان کیا اور اسی سلسلے میں اپنا دریافت کردہ مشہور معاشی قانون بھی بیان کر دیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر دو سکے رائج ہوں اور ان میں سے ایک عمدہ اور دوسرا ناقص ہو تو عمدہ سکہ بوجہ اپنی خوبیوں کے لوگوں کے اندوختوں میں جاگزیں ہو جاتا ہے اور ناقص سکہ رواج پاتا ہے۔ حتیٰ کہ ایک مدت کے بعد صرف ناقص و فرسودہ سکے ہی ملک میں رائج رہ جائیں گے اور پورے وزن کے عمدہ اور چمکیلے سکے یا تو بخیلوں اور تاجران فلز کی تجوریوں میں بند رہیں گے یا لوگ ان کو پگھلا کر زیورات وغیرہ کا کام لیں گے۔ اس قانون کے عملدرآمد کے مقابلے میں اپنے کو محفوظ رکھنے کے لیے ہمارے آباء اجداد بعض اوقات کسوٹی اور کانٹا اور ایک گنی اور آدھ گنی کے وزن کے باٹ چھوٹے بکسوں میں رکھ کر ہر وقت اپنے ساتھ لئے پھرتے تھے۔

جہاں تک سونے کا تعلق ہے، یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ سونے کے عظیم فوائد اور سہولتوں کے منجملہ جن کی بنا پر وہ سب سے اہم ذریعۂ مبادلہ اور اعتبار کی بنیاد بنا ہوا ہے ایک یہ ہے کہ وہ ثابت القدر ہے۔ لیکن درحقیقت یہ ایک دھوکہ ہے کہ سونے کی قدر و قیمت ثابت و قائم ہے اور اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔ یہ سچ ہے کہ سونے کی قیمت بظاہر قانون نے مقرر کر دی تھی اور اسی رو سے ٹکسال مجبور تھی کہ اس کے پاس جو سونا بغرض تسکیک پیش ہو اس کو وہ ۳ پونڈ ۱۷ شلنگ ۱۰½ پنس فی اونس کی شرح سے سکوں کی صورت میں ڈھال کر واپس کرے۔ لیکن اس واقعے کو دوسرے الفاظ میں صرف اس طریقے سے بیان کیا جا سکتا ہے۔

کہ ایک مسکوک ساورن اس قدر یا اتنے وزن کے سونے کے مساوی یا معادل تھا۔ گر چونکہ ہم لوگ ہر شے کی قیمت کی پیمائش ساورن کے حوالے سے کرنے کے خوگر ہو گئے تھے لہذا یہ مفروضہ قائم کرنے کی جانب ہماری رہبری ہوتی تھی کہ چونکہ ایک مقررہ وزن کے سونے سے ہمیشہ ساورن کی ایک مقررہ تعداد ڈھالی جا سکتی تھی لہذا یہ ضروری تھا کہ اس کی قیمت بھی غیر تبدل پذیر ہو۔ برخلاف اس کے اگر ہم اس واقعے کو اچھی طرح ذہن نشین کریں کہ کسی شے کی قدر وہ دوسری شے ہوتی ہے جو اس کے مبادلے میں حاصل ہو تو یہ امر بخوبی سمجھ میں آجائے گا کہ ساورن یا سونا جس کے ساورن ڈھالے جاتے تھے ثابت القدر نہیں تھا۔ اگر گیہوں کی قیمت ۲۵ شلنگ فی کوارٹر ہو تو اس ساورن کی قوت خرید جو کرنی کے مالک کی جیب میں آئندہ گیہوں خریدنے کے خیال سے رکھا ہوا ہے اسی ساورن کی اس وقت کی قدر سے مختلف ہوگی جبکہ گیہوں کا نرخ ۲۵ شلنگ فی کوارٹر ہو جائے۔ یہ سچ ہے کہ جس طرح کسی دوسری شے کی قدر و قیمت مقرر نہیں کی جا سکتی اسی طرح سونے کی قدر و قیمت کا بھی مستقل طور سے تعین نہیں کیا جا سکتا لیکن سونے میں دو خصوصیات ایسے ہیں یعنی ایک تو اس کا نسبتہً غیر زوال پذیر ہونا اور دوسرے مختلف شکلوں میں اس کی کثیر مقدار کی موجودگی کا جن کی وجہ سے سونے کی قدر و قیمت موجود الوقت پیداوار کی مقدار پر بمقابلۂ دوسرے اشیا کے بہت کم منحصر ہوتی ہے۔

گیہوں کی ہر سال کاشت ہوتی ہے اور جب وہ بازار میں جا کر بکتا ہے اور براہ راست صرف میں آتا ہے تو وہ اصلی صورت میں باقی نہیں رہتا۔ چنانچہ اس کی قیمت کا مدار موجودہ فصل کے توقعات اور گزشتہ فصلوں کی بچی ہوئی رسد پر ہوتا ہے۔ اس کے بالکل برعکس سونے کی حالت ہے۔ یہ کانوں سے اس لیے برآمد کیا جاتا ہے کہ برتنوں، زیورات، سکوں اور اینٹوں کی شکل میں رکھا جائے۔ وہ گیہوں کی طرح استعمال سے ناپید نہیں ہو جاتا۔ اسی لیے اگر اس کی مقدار میں معمول سے تھوڑی سی بھی زیادہ تیزی کے ساتھ اضافہ ہو تو بظاہر اس کی قیمت زیادہ متاثر نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ جس شکل میں بھی

موجود ہو اس کو ہمیشہ پگھلایا جا سکتا ہے اور اس طرح بازار میں اس کی حیثیت زر نقد کی سی ہو گی۔ چنانچہ عصر قدیم میں اہل یونان[ا] اس خصوصیت سے بخوبی آگاہ تھے اور اپنی خوشحالی اور عروج کے زمانے میں اپنی دیوی اتھینی[ب] کے مجسمے پر سونے کا پتر چڑھایا کرتے تھے جس کا مقصد محض بت کو آراستہ کرنا نہ تھا بلکہ یہ بھی تھا کہ بوقت ضرورت باغراض جنگ اسی خزینے سے کام لیا جا سکے۔ غرض یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ دوسرے معمولی اشیا کے مقابلے میں سونے کی قدر و قیمت میں تبدیلی کا کم امکان ہے۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ اس کی مجموعی مقدار بہت کثیر ہے اور اس وافر مقدار کے مقابلے میں تازہ پیداوار کی مقدار کوئی بڑی اہمیت نہیں رکھتی۔ چنانچہ اس واقعے کی بنا پر جس کو بعض اوقات کسی قدر مبالغے کے ساتھ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ سونے کی قیمت ثابت و مستقل ہے، نیز اس وجہ سے کہ سونا آرائش و زیبائش کے لئے موزوں ہے اور اس میں معیار قیمت بننے کے تمام خواص موجود ہیں، سونے کو معاشی حیثیت سے ترقی یافتہ ممالک میں اشیاء اور خدمات کے مبادلات میں عام بلکہ عالمگیر قبولیت حاصل ہو گئی۔

جنگ کے بعد سے انگلستان سونے کے سکے رائج کرنے کا متحمل نہیں ہو سکا۔ یہ ضروری ہے کہ اس کا سب سونا یا تقریباً سب سونا دو کانوں میں محض بطور نمائش رہے یعنی بنک آف انگلینڈ کے تہ خانوں میں دھرا رہے۔ کھنکھناتی ہوئی گنیاں اب باقی نہیں رہی ہیں جن کے استعمال سے ایک مسرت حاصل ہوتی تھی برطانوی ساورن کا امتیازی حق جس کا ساری دنیا میں خیر مقدم کیا گیا تھا پہلے خزانے کے نوٹ کو اور اب بنک آف انگلینڈ کے ایک پونڈ کے نوٹ کو منتقل ہوا ہے۔ اور بحیثیت زر سونے کی ضرورت و اہمیت کسی معمولی آدمی کے نزدیک اب باقی نہیں رہی ہے۔

گو آج کل ہمیں سونا نہیں دکھائی دیتا۔ لیکن پھر بھی وہ انگلستان کے زر اور

[ا] Athenian دیکھو Thucydides جلد دوم صفحہ ۱۳۔

[ب] Athene

اعتباری نظام کی بنیاد ہے۔ اس لیے کہ جیسا کہ آگے چل کر بیان ہوگا ایک مقررہ حد سے آگے جاری کردہ بنک کے ہر نوٹ کا سونے پر مبنی ہونا ضروری ہے۔ اس طلائی بنیاد کی ضرورت پر نہ صرف ایسے اشخاص کی کثیر جماعت نے اعتراض کیا ہے جواب بھی یہ خیال کرتے ہیں کہ زر کی تازہ بتازہ رسد سے ہر شخص کی مسرت میں اضافہ ممکن ہے بلکہ اہم علمی بنیادوں پر اعلیٰ درجے کے اور مستند معاشئین نے بھی اعتراض کیا ہے۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ قیمتوں کی ثبات پذیری نہایت اہم شے ہے۔ اور یہ کہ اگر زر کی بنیاد سونے پر قائم نہ رکھی جائے بلکہ اس کی مقدار اس طرح متعین کی جائے کہ اشیا کی قیمتوں کے تغیرات رک جائیں تو یہ ثبات پذیری بہ آسانی حاصل ہوسکتی ہے۔ اس نظریئے پر نیز نظریۂ مقدار زر پر جس سے اول الذکر وابستہ ہے۔ متعاقب نظر کی جائے گی۔ اپنی تحقیق کی موجودہ حالت میں یہ کہنا کافی ہوگا کہ کام کا زر صرف وہی شے ہوسکتی ہے جو اپنے حامل یا قابض کو اس کے حسب دلخواہ خریدنے کی قوت عطا کرے، اور مطالبات کی ادائی میں ہر جگہ قبول کرلی جائے۔

بقول روزالنڈ "یہ کاروباری دنیا خارزار ہے" لیکن وہ رسوم اور تعصبات سے بھی اتنی ہی بھری ہوئی ہے جتنی کہ کانٹوں سے بلکہ اس سے بھی زیادہ متذکرۂ بالا اسباب کی بنا پر چونکہ سونا تجارتی طبقے کے دماغ پر بہت گہرا اثر کئے ہوئے ہے اس لیے زر کاغذی کو بھی جو سونے پر مبنی ہے قبول عام کی یہی خصوصیت ورثے میں ملی ہے اور کوئی بدل خواہ وہ کتنے ہی اعلیٰ درجے کے علمی طریق پر ترتیب پایا ہوا کیوں نہ ہو اس وقت تک اس کا قائم مقام نہیں ہوسکتا جبتک کہ وہ بھی انھی صفات کا مالک نہ ہو۔

چنانچہ جب ہم اعتبار کی پیدائش کے دلچسپ مسائل پر پہنچیں گے تو ہمیں خود معلوم ہوجائے گا کہ اعتبار کی سونے میں بدل پذیری ایک ایسا معاملہ ہے جسے اعتبار کے صناعوں کو ہمیشہ بخوبی ملحوظ خاطر رکھنا پڑتا ہے اور یہ کہ اس کے نتیجے کے طور پر ان کے یہاں جتنا سونا اعتباری دستاویزات کا معاوضہ کرنے کی غرض سے موجود ہوگا وہ منجملہ ان عاملین کے جو ان کے تیار کردہ اعتبار کی مقدار

کو متعین کرتے ہیں، اہم ترین عامل ہوگا۔ ہمارے بٹوے میں جو خوردہ پڑا رہتا ہے اس پر زیادہ غور کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ نقری سکے دو پونڈ سے زائد رقم کے لیئے "زر قانونی" نہیں ہیں۔ مثلاً اگر آپ کے درزی کا آپ پر پانچ پاونڈ کا مطالبہ ہو تو آپ اس رقم کو ۱۰۰ شلنگ یا کسی دوسرے نقری سکے کی صورت میں ادا کر کے اس کو قانوناً مطمئن نہیں کر سکتے۔ یہ سچ ہے کہ بہت ممکن ہے کہ اس رقم کی ادائی اس طرح کرنے کا خیال آپ کے دل میں نہ پیدا ہو اور اگر آپ نے اس طرح ادائی کر بھی دی تو وہ اس کے لینے سے انکار نہ کرے گا اور اس لحاظ سے اس قسم کی قانونی بندش بظاہر زیادہ عملی اہمیت نہیں رکھتی۔ لیکن حقیقت میں یہ ایک نہایت ہی اہم مسئلہ ہے۔ اس لیئے کہ سکے کی طویل اور غیر دلچسپ تاریخ پر نظر ڈالیئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ایسی ایک بے احتیاطی نے قدیم زمانے میں جبکہ لوگوں نے طلاء و نقرہ کو ایک مقررہ شرح مبادلہ کے ساتھ رائج کرنے کی کوشش کی تھی، طرح طرح کی بے اطمینانی اور متعدد دشواریاں پیدا کیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب کبھی ان دونوں فلزات میں سے کسی ایک کی قیمت گھٹتی تو قانون گریشم کے عمل کے بموجب اور تاجران فلز کی چالاکی کی بدولت کم قیمت سکہ رائج ہوگیا اور بیش قیمت سکہ رواج سے غائب ہوگیا۔ فلسفیت کے وکیل یہ خیال ظاہر کرتے ہیں کہ دو فلزی طریق میں بدنظمی اور پیچیدگی پیدا ہونے کا سبب صرف یہ ہے کہ وہ ہر جگہ رائج نہیں ہے اور اس کا انتظام بھی باقاعدہ طریق پر نہیں کیا جاتا۔ اور مشہور نظری محققین بھی اسی طریقے کو بہترین نظام زر قرار دیتے ہیں۔ بایں ہمہ یک فلزی معیار میں بظاہر متعدد عملی سہولتیں موجود ہیں اور کم از کم اس کا تو دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ انگلستان نے چاندی کو صرف ۲ پونڈ کی حد تک زر قانونی قرار دے کر اور اس چیز کو اپنے یہاں رائج کر کے جس کو معیار طلا کہا جاتا ہے ایک ایسے مسئلے اور معاملے کو حل کر دیا ہے جس کے سلجھانے میں مہذب دنیا صدیوں حیران و سرگرداں رہی ہے۔

یہاں یہ بھی کہہ دینا مناسب ہے کہ انگلستان کے چاندی کے سکے محض زر وضعی میں یعنی ان کی قدر ذاتی، قدر قانونی سے کم ہے۔ انکو پگھلانے سے جو چاندی نکلے گی وہ ان کی مروجہ قیمت سے کم قیمت کی ہوگی برنج یا کانسی کے سکے صرف ایک شلنگ کی حد تک زر قانونی ہیں۔

زر کاغذ

(۱) نوٹوں کے رواج سے طلا میں کفایت (۲) نوٹ کا اجرا بنکوں اور عوام کی باہمی قرضداری پر مبنی ہے۔ (۳) اس نظام کے غلط استعمال کے خراب نتائج۔ (۴) قانون کے ذریعے سے اس کی تنظیم ۱۸۴۴ء کا قانون (۵) چکوں کی ایجاد و رواج نے قانونی تنظیم کی راہ میں رکاوٹ پیدا کی۔ (۶) چکوں کے فواید و خطرات (۷) چک زر قانونی نہیں (۸) چک کی بدل پذیری اور سونے کی بنیاد کی ضرورت۔

ساورن دے کر مبادلے میں ٹوپی حاصل کرنا، یہ تو روزمرہ کی خرید و فروخت میں ہوتا ہی رہتا تھا۔ لیکن جب ہم نے ٹوپی کے مبادلے میں کاغذ کا پرزہ ادا کرنا شروع کیا اور یہ کاغذ کا پرزہ محض اس بنا پر قبول کیا جانے لگا کہ وہ سونے سے قابل بدل خیال کیا جاتا تھا تو کاروبار میں گویا اعتماد کا عنصر یعنی اعتبار شریک ہوگیا اور ہم معاشی تہذیب و ترقی کے زینے پر ایک قدم اوپر چڑھ گئے۔

معاشی تہذیب کا ابتدائی زمانہ وہ تھا جس کے اشیا کے ادل بدل کا طریق خرید و فروخت کے طریق سے مبدل ہوا جس میں اشیا کا مبادلہ کسی مقبول عام شئے سے ہوتا تھا۔ اور اس کے بعد ایک طویل و تکلیف دہ اتفاقی عمل نے بالآخر اس کا فیصلہ کیا کہ اس قسم کی سب سے موزوں اور بہترین شئے سونا ہو سکتی ہے۔ لیکن جب یہ بات دریافت ہوئی کہ کاغذ کو استعمال کر کے سونے کے رواج میں

کفایت کیجا سکتی ہے اور اس طرح کاغذ نہ صرف طلا کی نمایندگی کرسکتا ہے بلکہ اس کی مقدار میں بھی کئی گونہ اضافہ کرسکتا ہے اور جب بنک اور ساہوکار کا اعتبار پوری طرح جم گیا اور بجائے فلزی سکوں کے بنک یا ساہوکار کے کاغذی وعدوں کا رواج شروع ہوا تو تجارت کی گوناگوں ترقی اور وسعت ممکن ہوئی۔

اس ارتقا کے عمل میں بھی بڑی سخت سخت دشواریوں کا سامنا ہوا۔ قرون وسطیٰ میں ایک طرف تو مغشوش اور ناقص سکے رائج کئے گئے تھے جس کی وجہ سے لوگوں کو حیرانی اور تکلیف اٹھانی پڑی اور دوسری طرف ناتجربہ کاری کی بنا پر بنکوں نے ذخیرۂ طلاء کا خیال کئے بغیر یا کاغذی وعدوں کی عند الطلب ادائی کو ملحوظ رکھے بغیر نوٹ جاری کرنے شروع کردیئے جس کی وجہ سے آئے دن متعدد بنک دیوالیہ ہوجایا کرتے تھے۔ اور لاکھوں کے وارے نیارے ہوتے تھے۔ پھر بھی بنک کے نوٹوں کی ایجاد بنک کے کاروبار کی ترقی کی پہلی منزل ہے۔ اور بنک کے کاروبار سے جیسا کہ موجودہ زمانے میں اس کا مفہوم لیا جاتا ہے، ایک ایسا نظام مراد ہے جو اعتبار پیدا کرے اور اعتبار کا لین دین کرے،

بنک کے نوٹوں کے رائج ہونے سے قبل بنک جو کچھ ساہوکارے یا بنک موجود تھے وہ زیادہ تر زرگر اور تاجران فلز تھے۔ بعض اوقات یہ لوگ گاہکوں کی ایک جماعت سے زر بطور قرض حاصل کرتے تھے اور حاجتمند گاہکوں کی دوسری جماعت کو یہی رقم قرض پر دیتے تھے۔ یا دوسروں کی ہنڈیاں سکارتے یا خورد کیا کرتے تھے۔ لیکن جب انھوں نے گاہکوں کو نقد بصورت فلز کی بجائے بصورت نوٹ لینے کی ترغیب دینی شروع کی تب کہیں فلز کے استعمال میں کفایت ممکن ہوئی اور آلۂ اعتبار سے مختلف کام لیے جانے لگے ابتداءً زرگر کا نوٹ محض گاہکوں کی جمع کی ہوئی رقم کی رسید تھا۔ گویا یہ رسید اداے فلز کا وعدہ تھا اور اس طرح بطور زر رائج رہا۔ مگر اس کے بعد کسی ذہین اور ہوشیار زرگر نے یہ ایجاد کی کہ وہ نہ صرف رقم جمع کرنے والوں کو یہ رسید دینے لگا بلکہ جس کسی کو قرض کی ضرورت ہوئی اس کو بھی اسی طرح کی اس نے رسید دیدی اور اس طرح عصر حاضر کے بنک کاری کے نظام کی نیو ڈالی۔

جس وقت تک ساہوکار جونس کے سکوں اور زر امانت کے محافظ رہے اور ان سے اسمتھ کو قرض دیتے تھے، تجارتی طبقے کو سہولتیں حاصل رہیں، صرف یہ معلوم کرنا پڑتا تھا کہ تاجران زر کہاں ہیں لیکن جب ساہوکار اسمتھ کو سکوں کے عوض کاغذی وعدوں کی صورت میں قرض دینے لگے تو انھیں فوراً معلوم ہو گیا کہ یہ کاغذات کے پاس ادائی کی غرض سے جلدی واپس نہیں آتے اور وہ اس طرح اس اثنا میں دوسرے گاہکوں مثلاً براون، روبن سن، ولیمس کو بھی اسی قسم کے وعدوں کی اتنی ہی تعداد اطمینان کے ساتھ بطور قرض دے سکتے ہیں۔ اور اس طرح انھوں نے وہ نیا اور عظیم الشان طریقہ دریافت کر لیا جس کے ذریعے سے عصر حاضر میں تجارتی طبقہ خود اپنے اور اپنے ساہوکاروں کے مابین باہمی قرض داری کی بنیاد پر اپنا کاروبار انجام دیتا ہے۔

بادی النظر میں یہ عمل کہ دو فریق آپس میں ایک دوسرے سے قرض داری کی قرارداد کریں اور اس کے ذریعے سے تجارت و پیدائش کو وسعت و فروغ دیں ایک خیالی اور غیر عملی سی بات معلوم ہوتی ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہی قرارداد اور معاہدہ موجودہ زمانے کے اعتبار کی عمارت کا ایک اساسی جزو ہے۔ فرض کیجئے کہ قدیم اور ابتدائی بنک یا ساہوکارے میں یہی اصول عمل کرتا ہے اور یہ بھی فرض کیجئے کہ یہ بنک فلز کے لین دین کی منزل سے نکل کر اجرائے نوٹ کی منزل کی طرف بڑھ رہا ہے ہم نے ابتدا میں یہ فرض کیا تھا کہ اس بنک کا کاروبار محض اسمتھ کا فلزی زر جمع کرنا اور اسی سے جونس کو قرض دینا تھا۔ اس لحاظ سے اگر ہم سہولت تفہیم کی خاطر اس کے ذاتی اصل کو خارج کر دیں تو اس کا چٹھا حسب ذیل صورت اختیار کرے گا۔

اسمتھ کی امانت	جونس کو قرض دیا گیا
۱۰،۰۰۰ پونڈ	۱۰،۰۰۰ پونڈ

لیکن جب بنک نے اپنے عمل میں یہ اہم تبدیلی کر دی کہ جونس کو بجائے فلزی زر کے

اپنے کاغذی وعدے قبول کرنے کی ترغیب دینے لگا تو اس کے چٹھے میں حسب ذیل تغیرات ظاہر ہونے لگے:-

اسمتھ کی امانت ... ۱۰۰۰ پونڈ جاری کردہ نوٹ ... ۱۰۰۰ پونڈ	نقد بدست ... ۱۰۰۰ پونڈ قرضہ بہ جونس ... ۱۰۰۰ پونڈ
میزان ... ۲۰۰۰ پونڈ	میزان ... ۲۰۰۰ پونڈ

22

آپ کو معلوم ہوگا کہ جونس نے جتنا قرضہ حاصل کیا اس حد تک تو وہ بنک کا دیندار ہے۔ مگر اس کا قرضہ چونکہ کاغذی وعدوں یعنی نوٹوں کی شکل میں تھا اس لیے وہ نقد فلزی زر جو اسمتھ نے ابتداءً جمع کیا تھا بنک کے پاس ہی بدستور امانت رہتا ہے اور بنک کے ذمے اتنی ہی رقم اپنے جاری کردہ نوٹوں کے پیش ہونے کی صورت میں عندالطلب واجب الاداء رہتی ہے۔ گویا یہ نوٹ بنک کی جانب سے ادائی رقم کا تحریری وعدہ ہونے کی حیثیت سے ایسی صورت پیدا کر دیتے ہیں جس میں بنک جونس کا قرضدار اور جونس بنک کا قرض دہندہ بن جاتا ہے۔ اس طرح جونس اور بنک دونوں ایک دوسرے کے قرض دار بن جاتے ہیں۔ بنک نے دس ہزار پونڈ کا قرضہ جونس کو دیا اور جونس نے بنک کے کاغذی وعدوں کی صورت میں اس کو وصول کرکے خود دس ہزار پونڈ کا بنک کو اس وقت تک قرضہ دیتا ہے جب تک کہ وہ بنک میں ان وعدوں کو پیش کرکے نقد رقم کا مطالبہ نہ کرے۔ گویا اس طرح دونوں ایک دوسرے کے مقروض یا دیندار بن جاتے ہیں۔ اور اپنے اس باہمی قرضداری کے معاہدے سے زر کی مقدار میں دس ہزار پونڈ کا اضافہ کر دیتے ہیں۔ چنانچہ اس قسم کے حد تک جونس اپنے سامان کی برآمد کی غرض سے جہاز کرایہ پر لینے اور اس پر سامان لادنے یا کسی دوسرے منفعت بخش کاروبار میں روپیہ لگانے کے قابل ہو جاتا ہے۔

جب بنک کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جونس نے اس سے جو نوٹ بطور قرض

حاصل کئے زر نقد کے مطالبے کے لیے جلدی پیش نہیں کئے جاتے بلکہ جونس اپنے سامان
کو جہاز پر لادنے کے زمانے میں انہی کی صورت میں مطالبات کی ادائی کرتا ہے
اور تجارتی طبقہ ان کو قبول کر لیتا ہے اور اس طرح وہ مختلف ہاتھوں میں گشت کرتے ہیں
اور امانتی رقم محفوظ رکھی رہتی ہے تو وہ دوسرا قدم آگے اس طرح بڑھاتا ہے کہ
براون، رابنسن اور ولیمس تینوں کو دس دس ہزار پونڈ قرضہ دے دیتا ہے۔
چنانچہ اس سے اس کے چٹھے میں حسب ذیل اضافہ عمل میں آتا ہے:-

اسمتھ کو واجب الادا ... ۱۰،۰۰۰ پونڈ جاری کردہ نوٹ ... ۴۰،۰۰۰ پونڈ	نقد بدست ... ۱۰،۰۰۰ پونڈ جاری کردہ قرضہ ... ۴۰،۰۰۰ پونڈ
میزان ... ۵۰،۰۰۰ پونڈ	میزان ... ۵۰،۰۰۰ پونڈ

اس طرح باہمی قرض داری کی بنیاد پر زر کی مقدار کو بڑھانے کے اصول کو وسعت
دی گئی جس سے بنک کے ذمے اس کے عند الطلب ادائی کے وعدوں پر ۴۰،۰۰۰
پونڈ کی رقم واجب الادا ہوتی ہے اور اس کے گاہک اس کے ۴۰،۰۰۰ پونڈ کے
قرض دار ہو جاتے ہیں۔ اور یہ چالیس ہزار پونڈ رائج رہتے ہیں یعنی ایک ہاتھ سے
دوسرے ہاتھ میں مسلسل منتقل ہوتے رہتے ہیں، تجارت کی گاڑی کے پہیوں کو جلدی جلدی
گھماتے اور پیدائش اور منفعت بخش کاروبار کو وسعت و ترقی دیتے ہیں۔ اور
اس نئے زر کی موجودگی یا پیدائش محض بنک اور اس کے قرض گیر گاہکوں کے
باہمی قرض داری کے معاہدے کی بنا پر عمل میں آئی۔ لیکن یہ معلوم ہوگا کہ اسوقت
کل رقم جو بنک کے ذمے واجب الادا ہے وہ ۵۰،۰۰۰ پونڈ ہے۔ اور اس کے پاس
بصورت فلزی زر صرف ۱۰،۰۰۰ پونڈ ان سب مطالبات کی عند الطلب ادائی کرنے
کے لیے موجود ہیں، معمولی حالات میں تو ممکن ہے کہ اس تناسب سے کاروبار کرنا
محفوظ ہو لیکن اگر وہ زائد نوٹوں کے اجرا کا سلسلہ جاری رکھے اور فلزی زر میں، جو
ان کے مقابلے میں رکھا جاتا ہے، متناسب اضافہ نہ کرے تو ایک دن ایسا آئے گا

جبکہ سوء اتفاق سے کسی ناگہانی واقعے کی بنا پر نوٹ کثیر اور غیر معمولی تعداد میں اس کے پاس سکوں میں بدلنے کے لیے پیش ہوں گے اور پھر اس کی قسمت کا آخری فیصلہ ہو جائے گا۔ چنانچہ بنک کے کاروبار کے طریق کی ایجاد کے ابتدائی زمانے میں اس قسم کی تباہیاں اور بربادیاں بہت عام تھیں۔ اور لوگ تو یہ سمجھ کر نوٹوں کے معاوضے میں اپنا مال فروخت کرتے تھے کہ نوٹ طلا کا حکم رکھتے ہیں لیکن بعد از خرابی بسیار انھیں معلوم ہو گیا کہ ان کی قیمت اس کاغذ کے پرزے کی قیمت سے زیادہ نہیں ہے جن پر وہ چھاپے جاتے ہیں۔ باہمی معاملت و قرض داری کی بنیاد پر زر "تیار" کرنا اور زر کی مقدار کو بڑھانا بہت زیادہ آسان اور سیدھا عمل ثابت ہوا تھا۔ مگر اسی کے ساتھ نوٹوں کے تناسب سے نقد طلا رکھنے کے متعلق غفلت برتی جاتی تھی۔

انگلستان میں اس قسم کی تباہیوں نے نہ صرف نوٹ جاری کرنے والے بنکوں کی تعداد کم کر دی بلکہ ان کی وجہ سے یہ خیال بھی قائم ہو گیا کہ بنک کے نوٹ کو محض فلز کا صداقت نامہ یا رسید ہونا چاہیئے تاکہ نوٹ صرف اسی وقت جاری کئے جائیں جبکہ ان کی پوری قیمت کے برابر ان کے مقابلہ میں نقد طلا موجود ہو۔ جہاں تک سرمایۂ مشترک کے بنکوں کا تعلق ہے وہاں تک لندن میں **بنک آف انگلینڈ** کو آغاز ہی سے اجرائے نوٹ کا اجارہ حاصل تھا۔ اور جب ۱۸۴۴ء میں حکومت نے اجرائے نوٹ کی تنظیم کے معاملے پر غور کرنا شروع کیا تو خانگی بنک نوٹ جاری کرنے کا کام ترک کر چکے تھے۔

اس وقت ذہنوں پر متذکرۂ بالا عام خیال غالب تھا، چنانچہ اسی لحاظ سے ۱۸۴۴ء کا قانون بنک منظور ہوا اور یہ فیصلہ ہوا کہ آئندہ سے **بنک آف انگلینڈ** اگر نوٹوں کی مقدار میں اضافہ کرے تو اس کے لیے لازمی ہوگا کہ وہ زائد نوٹ صرف فلز کی بنیاد پر جاری کرے۔ گویا بنک آف انگلینڈ تمسکات کی بنیاد پر صرف ۱۴۰۰۰۰۰۰ پونڈ کی حد تک نوٹ جاری کر سکتا تھا۔ یہ بھی اہتمام کیا گیا کہ اگر ملک کے دوسرے بنکوں کے جاری کردہ نوٹوں کو رواج سے ہٹا لیا جائے تو اس صورت میں بنک آف انگلینڈ ایسے نوٹوں کی دو تہائی مقدار کی حد تک اپنے مبنی بر تمسکات نوٹوں کی تعداد میں اضافہ کر سکے۔ چنانچہ اس انتظام کے بعد سے

24

بنک آف انگلینڈ کے ان نوٹوں کی مقدار جنھیں وہ تمسکات کی بنیاد پر جاری کرسکتا تھا بڑھ کر سنہ ۱۹۲۸ء میں تقریباً ۲۰ ملین یا دو کروڑ پونڈ ہوگئی تھی سنہ ۱۹۲۸ء کے زر اور بنک نوٹ کے قانون[1] میں پوری صورت حال کی نظرثانی کی گئی اور خزانے کے نوٹوں[2] کو، جن کو حکومت کی جانب سے سنہ ۱۹۱۴ء میں جاری کیا گیا تھا بنک آف انگلینڈ کے نوٹوں کے ساتھ ضم کر دینے اور ان کی بجائے بنک آف انگلینڈ کی طرف سے ایک پونڈ اور دس شلنگ کے نوٹ جاری کرنے کا اہتمام کیا گیا۔ اس قانون کے تحت بنک تمسکات کی بنیاد پر ۲۶۰ ملین پونڈ کی حد تک[3] نوٹ جاری کرسکتا ہے۔ اور ایسے نوٹوں کو بنک کے "امانتی" یا "اعتباری"[4] نوٹ کہتے ہیں۔ اس مقدار سے اوپر جاری کرنے کی صورت میں ہر نوٹ کو سونے پر مبنی رکھنا لازمی قرار پایا۔ لیکن چونکہ سونے کے سکوں کے رواج سے غائب ہوجانے اور ان کے بجائے بحیثیت زر نقد ایک پونڈ اور دس شلنگ کے بنک نوٹوں کے روزمرہ استعمال ہونے کی وجہ سے بنک کے نوٹوں کے رواج میں کثیر تغیرات کا امکان بہت بڑھ گیا تھا اس لیے یہ ضروری تھا کہ اعتباری نوٹوں کے اجرا کو زیادہ تغیر پذیر بنایا جائے۔ چنانچہ اسی کے مطابق نئے قانون میں اس کی رعایت رکھی گئی کہ بنک جس وقت چاہے خزانے کی منظوری حاصل کرکے اعتباری نوٹوں کی مقدار میں اضافہ کرسکے۔ سنہ ۱۸۴۴ء کے قدیم قانون کے تحت اعتباری نوٹوں کے اجرا کی حد سے صرف اسی وقت تجاوز کیا جا سکتا تھا جبکہ بنک کو وزیر خزانہ کا یہ وعدہ وصول ہوجاتا کہ وہ پارلیمنٹ میں یہ تحریک پیش کرے گا کہ وہ بنک کی اس خلاف ورزی کو معاف کردے اور یہ منظوری صرف شدید ترین مالی آفات کے زمانے میں دی جاتی تھی۔ لیکن جدید قانون میں اس امر کی گنجائش رکھی گئی ہے کہ اگر بنک اور خزانہ دونوں اس کو مستحسن مصلحت خیال کریں تو اجرائے نوٹ میں مقررہ حد سے تجاوز کرسکتے ہیں۔ چنانچہ سنہ ۱۸۴۴ء کے قانون کے تحت جو طریق مروج تھا

۱۔ Currency and Bank Notes Act.   ۲۔ (Treasury Notes

۳۔ (Fiduciary   ۴۔ Confidential

اس کے مقابلے میں موجودہ طریق میں بہت زیادہ سہولت پیدا ہوگئی ہے اور دشواری وپیچیدگی گھٹ گئی ہے۔

بنک آف انگلینڈ کے نوٹوں کا سونے سے مبادلہ کرنے کا حق جنگ کے بعد کالعدم کر دیا گیا تھا۔ لیکن ۱۹۲۵ء کے قانون معیار طلا کی رو سے یہ حق کچھ ترمیم کے ساتھ پھر بحال کر دیا گیا۔ بنک کے نوٹوں کے ان حاملوں کو اپنے نوٹوں کا مبادلہ ساورن سے کرنے کا حق دوبارہ اس لیے نہیں دیا گیا کہ ملک کسی حال طلائی سکوں کے رواج کے تعیش کو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ گو عملاً بنک اپنے جاری کردہ نوٹوں کا مبادلہ ساورن سے حسب صوابدید یقیناً کرتا ہے۔ لیکن بنک قانوناً مجبور ہے کہ ہر اس شخص کے ہاتھ فلز ۳ پونڈ ۱۷ شلنگ ½۱۰ پنس فی معیاری اونس کی شرح سے فروخت کرے جو ان کے معاوضے میں زر قانونی (یہاں بنک کے نوٹ مراد ہیں) ادا کر سکتا ہو۔ بشرطیکہ فلز تقریباً ۴۰۰ اونس کے سلاخوں کی شکل میں ہو۔ اس طرح جو لوگ برآمد کرنے کے واسطے طلا کے طالب ہوں ان کے لیئے بنک کے نوٹوں کی آزاد بدل پذیری مل گئی اور انگریزی پونڈ اور ان دیگر ممالک کے زر کے مابین جو معیار طلا پر ہوں یا کم و بیش اس سے متصل ہوں طلائی رشتہ مضبوطی کے ساتھ قائم ہوگیا۔ دنیا کے مشہور اور بڑے بڑے ملکوں کے نظام ہائے زر کے مابین اس طلائی رشتہ کا قائم ہونا تجارت بین الاقوام کے لیے ازحد مفید ہے۔ اس لیے کہ وہ مبادلے کی شرحوں کو مناسب حدود کے اندر رکھتا ہے۔[1]

الغرض یہی وہ حالات و شرائط ہیں جن کے تحت بنک آف انگلینڈ موجودہ زمانے میں نوٹ جاری کرتا ہے۔ بنک کے نوٹ کی قیمت کی بنیاد یہ خیال یا یقین ہے کہ وہ عند الطلب طلا سے مبدل ہو سکتا ہے یا اشیا کے مبادلے میں پیش اور قبول کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ چونکہ بنک آف انگلینڈ کے نوٹ انگلستان میں زر قانونی ہیں، وہ اس ملک میں اس وقت تک بطور زر رائج رہیں گے جب تک کہ برطانوی حکومت میں ملک کے قانون کی تعمیل کرانے کی

---

[1] مبادلے کی شرحوں کی توضیح و تشریح باب دہم میں کی جائے گی۔

سکت و قوت باقی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ نوٹ طلا سے اس وقت تک مبدل کیا جا سکتا ہے جب تک کہ بنک کی مالی حالت اچھی ہو اور وہ عند الطلب مطالبات کی ادائی کرنے کے لیے اپنے تہ خانوں میں کافی طلا رکھتا ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ چھبیس کروڑ پونڈ ۰۰۰۰۰۰۰ ۲۶۰ پونڈ کے نوٹ تو تمسکات کی بنیاد پر جاری کر سکتا ہے لیکن اس سے زاید نوٹ جاری کرنے کی صورت میں ہر زائد نوٹ کی بنیاد کے طور پر نقد طلا ذخیرے میں رکھنے پر قانوناً مجبور ہے۔ اس طرح بنک کے نوٹ کی قوت اور اس کے استحکام کا مدار ایک طرف برطانوی حکومت کی طاقت و قدرت پر ہے کہ وہ بنک کے قانون کو منوائے اور دوسری جانب بنک کی اعلیٰ درجہ کی مالی حالت اور عمدہ ساکھ پر ہے۔ پس کسی کاغذی وعدے کی ادائی کو جس حد تک قوی کیا جا سکتا ہے اتنی ہی قوت نوٹ میں ہے اور زر کی عملی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لحاظ سے وہ طلا کی مساوی درجے کی حیثیت رکھتا ہے۔

27

اس طرح ہم بنک کے نوٹ پر بحث کرتے کرتے زر نقد اور اعتبار کی کسیقدر پیچیدہ سی بحث میں جا پڑے اور ایسا اس وجہ سے ہوا کہ نوٹ ان دونوں حیثیتوں کا جامع ہے۔ وہ زر نقد اس معنی میں ہے کہ وہ عند الطلب فوراً طلا سے قابل بدل ہے اور زر اعتباری اس لحاظ سے ہے کہ اس میں ادائی رقم کا تحریری وعدہ ہوتا ہے اور اشیا کے مبادلے میں محض اس وجہ سے پیش اور قبول کر لیا جاتا ہے کہ وہ طلا سے قابل بدل اور طلا کے مساوی خیال کیا جاتا ہے۔ یہ بیان ہو چکا ہے کہ نوٹ کے رواج سے نہ صرف طلا کے استعمال میں کفایت ہوتی ہے بلکہ زر کی مقدار میں بھی کئی گونہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کا بھی ذکر آ چکا ہے کہ اس زمانے میں جب کہ ساہوکاروں نے نوٹوں کے پیش ہونے کی صورت میں فوری مطالبات کی ادائی کی غرض سے کافی نقد طلا ہر وقت تیار رکھنے اور بقیہ نوٹوں کی بنیاد کو قابل بیع و شریٰ تمسکات پر قایم رکھنے کی ضرورت و اہمیت کو سمجھا اور محسوس نہ کیا تھا۔ بنکوں پر نوٹوں سے بے قاعدگی کے ساتھ کام لینے سے جو آفتیں نازل ہوئیں ان سے کیا اثرات مرتب ہوئے۔ ان اثرات کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگلستان میں ایسے قواعد و ضوابط کے نافذ کرنے کا خیال پیدا ہوا جو بنک کے نوٹ کے ذریعے سے

طلا میں اس قسم کی بے اصول کفایت کرنے کے مانع تھے۔ چنانچہ قانون نے یہ قرار دیا کہ مقررہ حد سے زائد نوٹ جاری کرنے کی صورت میں بنک آف انگلینڈ پر واجب ہوگا کہ وہ ہر زائد جاری کردہ نوٹ کے مقابلے میں اتنی ہی مساوی رقم بصورت نقد طلا ذخیرے میں محفوظ رکھدے۔ گویا ہر پانچ پونڈ کا نوٹ جاری کرنے کی صورت میں پانچ پانچ پونڈ نقد طلا کی صورت میں ذخیرے میں رکھنا لازمی گردانا گیا۔

اگر ۱۸۴۴ء کے قانون بنک کے ظاہری مقصد و منشا کے مطابق عمل ہوا ہوتا تو انگلستان کی تجارت کی عظیم ترقی و توسیع کے ساتھ ساتھ (اگر وہ کسی طرح ممکن بھی تھی) یہ بھی ضروری تھا کہ بنک کے تہ خانے طلائی سکوں سے لبریز اور بھرپور ہوتے۔ مگر اس مقصد کو تجارتی جماعت نے، جو اپنے اور اپنے بنکوں کے مابین باہمی معاملت و قرضداری کی بنیاد پر "زر" ایجاد کرنے کی سہولتوں اور اس کے فوائد کو بخوبی سمجھ چکی تھی، پورا نہ ہونے دیا۔ تجارتی طبقے نے نئی بندشوں اور نئے قواعد کے تحت بنک کے جاری کردہ نوٹوں کا استعمال ترک کر دیا اور اس کے بدل کے طور پر روزمرہ کے نقد لین دین میں ایک ایسی اعتباری دستاویز استعمال کرنا شروع کر دی جو پہلے ہی سے کسی قدر مقبول عام ہو چکی تھی۔ یہ دستاویز محض بنکوں کے نام تحریر کردہ ہنڈی، ڈرافٹ یا رقعہ تھی، جو عندالطلب ادائی کے قابل تھی اور جس کو آج کل عام طور سے "چک"[1] کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ۱۸۴۴ء کے قانون میں چک لکھنے یا قبول کرنے کے متعلق کوئی امتناعی حکم نہ تھا اور پھر بنک کے نوٹ کے مقابلے میں چک کو بطور زر استعمال کرنے میں متعدد حیثیتوں سے زیادہ سہولتیں موجود تھیں۔ اس لئے کہ بنک آف انگلینڈ کے نوٹ کا انتظام و استحکام خود ایک لحاظ سے سہولت پیدا کرنے کے منافی تھا، کیونکہ نوٹ کی نوعیت ہی ایسی تھی کہ جو شخص بھی اس پر قابض ہو اور اس کو بنک میں پیش کر سکے وہ فی الفور نقد طلا حاصل کر لیتا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ اس میں ایک بڑی سہولت یہ ہے کہ لاکھوں اور کروڑوں پونڈ نقد ادھر سے ادھر ڈھوتے پھرنے کی بجائے محض کاغذوں کا ایک پلندہ بنا کر

[1] عربی میں اس کے بجائے لفظ "صک" صاد سے استعمال ہوتا ہے۔ مترجم۔

مالک اپنے جیب میں ڈال سکتے ہیں اور انکی قیمت بھی اتنی ہی ہوتی ہے جتنی کہ فلزی زر کی۔ لیکن اسی میں نوٹ کا سب سے بڑا نقص بھی مضمر ہے اور وہ یہ کوئی شخص بھی اس کو اٹھا کر ہضم پت ہو سکتا ہے۔ لیکن جب قوم کے افراد نوٹ ساتھ لیے لیے پھرنے یا دوسرے کے ہاتھ کسی کے ہاں بھیجنے کی بجائے ہر لین دین میں اور ہر اس کاروبار میں جس کی ادائی وہ نقد زر سے کرنا چاہتے ہوں اپنے اپنے بنکوں کے نام چک تحریر کرنے کے خوگر ہو گئے تو یہ خطرات باقی نہیں رہے یا ان میں بڑی حد تک کمی ہو گئی۔

بہرحال بمقابلہ نوٹ کے چک کے استعمال میں اعتبار کا عنصر بہت زیادہ داخل ہے۔ چنانچہ یہ بیان ہو چکا ہے کہ نوٹ کے اس وقت تک طلا سے قابل بدل ہونے یا اشیا کے عوض اداکئے جانے کا یقین ہے جب تک کہ برطانوی حکومت قائم رہے اور بنک آف انگلینڈ طاقت ور ہے۔ لیکن چک کی بدل پذیری کا مدار اولاً چک لکھنے والے ہی کی مالی طاقت پر ہوتا ہے خواہ وہ کوئی شخص ہو اور دوسرے اس بنک کی مالی حالت پر ہوتا ہے جس کے نام چک تحریر کیا جائے۔ مثلاً ممکن ہے کہ کسی دکاندار کو، جو ایک جوڑ جوتے کی نقد قیمت کی بجائے اپنے گاہک سے چک پاکر اس کو اپنے بنک کے ذریعے سے گاہک کے بنک میں بغرض وصولی نقد پیش کرتا ہے بنک سے نفی میں جواب ملے اور چک اس لئے واپس کر دیا جائے کہ لکھنے والے کی جمع کی ہوئی رقم اب بنک میں باقی نہیں رہی ہے یا غالباً اس کا کھاتہ بنک میں تھا ہی نہیں یا یہ بھی ممکن ہے کہ چک لکھنے والے کا حساب تو اس بنک میں کچھ نکلتا باقی ہو لیکن دکاندار کو بنک یہ کہہ کر ٹال دے کہ ہمارا کاروبار بند ہو چکا ہے اور چک خود وہ کرنے کے لئے زر نقد نہیں ہے۔ اگرچہ موجودہ زمانے میں خوش نصیبی سے اس دوسرے امکان کا اس وجہ سے لحاظ کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ صدیوں کے تجربے اور تشہیر کے خوف نے برطانوی بنکوں کے کاروبار کو غیر متزلزل اور مستحکم بنیادوں پر قائم کر دیا ہے۔

لیکن یہ دو خطرات، جن میں سے پہلا عملی ہے اور دوسرا نظری حد تک موجود ہے، چک کے وسیع استعمال کو صرف ایسی قوم میں ممکن بناتے ہیں جو کہ معاشی حیثیت سے تہذیب و تمدن کے اعلیٰ مدارج پر پہنچ چکی ہو اور جس کے افراد غایت درجہ

متدین ہوں۔ اور چک کے یہی نوعی خصوصیات اس امر کو بظاہر ناممکن بنا دیتے ہیں کہ چک کو زرِ قانونی کا حق دیا جائے۔ اس کو زرِ قانونی ہونے کا حق عطا کرنے کے معنی یہی ہوتے ہیں کہ ہر شخص قانوناً مجبور کر دیا جائے کہ اشیا یا خدمات کے مبادلے میں چک قبول کرلے۔ مگر کوئی شخص مجبور نہیں کیا جاسکتا کہ وہ کسی غیر معروف شخص کے تحریر کردہ کاغذ قبول کرلے اور اس کو کسی ایسے بنک کے نام کا حکمنامہ تصور کرے جس کا اس نے نام بھی نہ سنا ہو۔ پس چک کو جو زرِ قانونی نہیں ہے اپنی موجودہ فوقیت اور برتری حاصل کرنے میں بہت کچھ کشمکش کرنی پڑی حتیٰ کہ نوٹ اور طلائی سکہ جو زرِ قانونی ہیں صرف خاص اور ادنیٰ قسم کے کاروبار میں استعمال ہوتے ہیں اور عام کاروبار میں چک ہی زیادہ استعمال کیا جاتا ہے۔ مگر چک کو محض اس وجہ سے کامیابی ہوئی کہ اس کے استعمال کرنے میں زیادہ سہولتیں ہیں اور خطرے کے امکانات کم ہو جاتے ہیں۔ رقم چک کو یہ اختیار وقوت حاصل ہوتی ہے کہ وہ جتنی رقم کے لیے چاہے چک جاری کرے، اور جس شخص کے یہ چک حوالے کرے اسی کو ایصال رقم کے لیے حفاظتی تدابیر اختیار کرے یا جو شخص بھی اس کو لیجا کر بنک میں پیش کرے اس کو رقم ملنے کی صورت پیدا کرے۔ چک محض ایک حکم نامہ ہے جو بنک کے نام بنک کے کسی گاہک کی جانب سے تحریر کیا جاتا ہے اور جس میں بنک کو یہ ہدایت دی جاتی ہے کہ اس کی امانت میں سے اتنی رقم تیسرے شخص کو ادا کر دی جائے یا اگر وہ خود نقد رقم حاصل کرنا چاہتا ہے تو خود اسی کو دیدی جائے۔ چک کی تیاری کے لیے ایک کاغذ کا پرزہ اور دو پیش کا ٹکٹ کافی ہے مگر اس سے زیادہ عام طریقہ یہ ہے کہ بنکوں کے باقاعدہ مطبوعہ فارموں کو استعمال کیا جائے جو بنکوں سے گاہکوں کو مل سکتے ہیں۔

چک کے استعمال میں جو سہولتیں ہیں وہ اس کے محفوظ ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ بنک کے نوٹوں کو ایک مقام سے دوسرے مقام کو بھجوانا ہو تو یہ ضروری ہوتا ہے کہ ان کے نمبر بطور یادداشت لکھ لیے جائیں اور بذریعہ رجسٹری ڈاک انھیں روانہ کیا جائے۔ چک میں یہ سب جھگڑے نہیں ہیں اگر آپ ڈاکخانے کے معمولی لفافے میں چک بند کرنے سے پیشتر اس پر دو ترچھی لکیریں کھینچکر "ناقابل بیع وشری" کاغذ لکھ دیں تو بحفاظت تمام مرسل الیہ کے پاس پہنچ جائے گا۔ ان الفاظ

کے لکھ دینے سے چیک ناقابل بیع وشری نہیں ہوجاتا۔ بلکہ اس کا اثر حقیقت میں یہ ہوتا ہے کہ جس شخص کے ہاتھ میں یہ چیک پہنچے بس وہی ایک شخص مندرجہ رقم حاصل کرسکتا ہے اس کے مقابلے میں کسی دوسرے شخص کا حق مرجح نہیں ہوگا۔ نتیجہ یہ کہ اگر وہ چوری جائے تو جو شخص چور سے چیک حاصل کرے گا وہ مندرجہ رقم پانے کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ علاوہ ازیں یہ واقعہ کہ مطلوبہ رقم کے لحاظ سے چیک تحریر کیا جاسکتا ہے ایک اور بڑی سہولت پیدا کردیتا ہے۔ اس کے سوا ایک سہولت اس میں یہ بھی ہے کہ چیک جب جاری ہوچکا تو بنک میں پہنچ کر خوردہ کئے جانے اور زائل ہوجانے کے بعد پھر راقم چیک کے پاس بتوسط بنک واپس آجاتا اور رسید اور یادداشت کا کام بھی انجام دیتا ہے۔ لیکن چیک کے خصوصیات سے بحث کرتے وقت یہ بات فراموش نہ کرنی چاہیئے کہ چیک بھی بنک آف انگلینڈ کے نوٹ کے مثل ایک ایسا صداقت نامہ یا وثیقہ ہے جو نقد زر قانونی سے خواہ وہ نوٹ ہوں یا طلائی سکے فوراً مبدل ہوسکتا ہے۔ یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ چیک پیش کرکے نقد وصول کرنے کی نوبت ہی نہیں آتی۔ چیک پانے والا اس کو لیجا کر اپنے بنک کے حوالے کردیتا اور مندرجہ رقم اپنے کھاتے میں محسوب کرالیتا ہے۔ چنانچہ ایسے متعدد چیک حساب گھروں میں جہاں سب بنکوں کے نمائندے جمع ہوتے ہیں، صفائی حساب کی غرض سے بھیجدئے جاتے ہیں اور رقمیں ایک دوسرے کے حساب کتاب میں درج ہوکر خودبخود خارج ہوجاتی ہیں۔ اس طرح چیکوں کی مدد سے لاکھوں اور کروڑوں کا اعتباری کاروبار جو بنکوں اور گاہکوں کے مابین ہوتا ہے محض چند کھاتوں میں رقموں کے اندراج اور ایک کتاب سے دوسری کتاب میں منتقلی کے عمل کے ذریعہ سے انجام پاتا ہے اور نقد کے داد و ستد کی نوبت بہت کم آتی ہے۔ لیکن یہ واقعہ کہ ہر چیک، حامل چیک کو یا حامل کے بنک کو اس بنک سے جس کے نام چیک تحریر کیا گیا ہو زر قانونی وصول کرنے کا حق عطا کرتا ہے، بہت اہم ہے۔ اس کے بغیر چیک کے لیے تمام مشکلات پر غالب آنا اور قبولیت عامہ کا درجہ

31

حاصل کرنا ناممکن تھا۔ اور اس کے ساتھ نقد کا سا سلوک کیا جاتا' جیسا کہ یہاں اس کے ساتھ کسی قدر بدعتی طریقے پر اس بنیاد پر سلوک کیا جاتا ہے کہ وہ اکثر و بیشتر صورتوں میں اشیا و خدمات کے روزمرہ کے مبادلات میں فوراً قبول کر لیا جاتا ہے' محال تھا۔ اور چونکہ ہر چیک کی بنیاد زر قانونی سے فوری بدل پذیری پر ہوتی ہے لہٰذا اس کے معنی یہ ہیں کہ جو بنک اپنے گاہکوں کو چیک کے مطبوعہ فارم دیتے ہیں ان کے لیے چیکوں کی عندالطلب ادائی کے واسطے بنک آف انگلینڈ کے نوٹوں کی کافی مقدار کا ہر وقت مہیّا رکھنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ سابق میں ان بنکوں اور ساہوکاروں کے لیے نقد زر کا رکھنا ضروری تھا جو نوٹوں یا کاغذی وعدوں کی شکل میں لوگوں کو قرضے دیتے تھے۔ موجودہ زمانے میں جب کوئی بنک کسی شخص کو قرضہ دیتا ہے تو وہ قرض گیر کو چیک لکھنے کا حق عطا کرتا ہے اور عندالطلب ادائے رقم کا وعدہ کرتا ہے۔ اس طرح موجودہ زمانے کے تجارتی زر کی بنیاد کا جزو ہونے کی حیثیت سے باہمی قرضداری کا قدیم اصول یہاں پھر آن موجود ہوتا ہے۔ اور چونکہ چیک لکھنے کا حق حاصل ہونے کے معنی نوٹوں کا مطالبہ کرنے کے حق کے ہیں لہٰذا بنک کے اعتبار کی تخلیق کی حد کا مدار منجملہ دیگر امور کے نوٹوں کی اس مقدار پر ہوگا جو ممکنہ مطالبات کی ادائی کی غرض سے بنک میں موجود ہو۔ اگر کسی بنک کے پاس صرف دس ہزار پونڈ نقد موجود ہوں اور وہ غیر معمولی طریقے سے متعدد قرض گیروں کو کافی ضمانت کے بغیر ایک کروڑ پونڈ کا قرضہ دے دے تو وہ گویا اپنے لیے بہت بڑا خطرہ مول لے رہا ہے۔ اس لیے کہ اتنا قرضہ دینے کے معنی یہ ہیں کہ وہ انھیں اتنی رقوم طلا اور نوٹوں کی شکل میں وصول کرنے کا حق عطا کر رہا ہے۔ اگر بالفرض اس بیش قرار رقم کا $\frac{1}{۱۰}$ حصہ بھی بصورت نقد طلب کر لیا گیا تو بھی بنک کی پوری تجوری خالی ہو جائے گی اور ایک حبّہ باقی نہ بچے گا۔ اور جیسا کہ بیان ہو چکا ہے چونکہ بنک آف انگلینڈ کے نوٹ خود فلزّ کا ایک وثیقہ ہوتے ہیں اور عندالطلب فوراً سونے سے قابل بدل ہوتے ہیں اس لیے ہم پھر اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ بنکوں کے کاروبار میں سونا اعتبار کی تخلیق کے لیے سب سے اہم عنصر ہے۔ یہ بحث یہاں غالباً قبل از وقت اور بے محل سی ہے کیونکہ اس باب کا

32

مقصد محض نقد ادائی اور نقد کاروبار ہے۔ لیکن چونکہ چک، بنک کے نوٹ کے مثل
زر نقد اور اعتبار دونوں حیثیتوں کا جامع ہے اس لیے یہ بیان کردینا اور سمجھنا
زیادہ بے موقع نہ ہوگا کہ ہر اعتباری کاروبار کے معنی دیر یا سویر نقد کاروبار کے
ہوتے ہیں اور یہ کہ اعتبار کی تخلیق میں نقد مطالبات کا جو امکان پیدا ہوتا ہے
اس کا واجبی لحاظ کرنا ہی بنک کے کاروبار کا صحیح اور دور اندیشانہ اصول ہے۔

چوتھا باب

ہنڈی
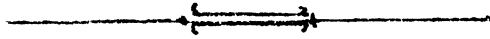
(۱) چیک دراصل مبادلے کی ہنڈی ہے (۲) ہنڈی اور چیک کا فرق (۳) وقت ہنڈی کا اہم عنصر ہے (۴) ہنڈی کی قدامت (۵) ڈان کوئی زوٹ کی ہنڈی (۶) قبولیت یا سکارنا (۷) ہنڈی لکھنے اور سکارنے کی مثال (۸) اصلی پیداواری ہنڈی کی خوبیاں (۹) محض ہنڈیاں (۱۰) کوٹھی کی ہنڈیاں (۱۱) گھریلو ہنڈیاں۔

گزشتہ باب میں ہم نے زر نقد کے تین مختلف اشکال پر بحث کی۔ ایک تو زر نقد جس سے اشیاء اور خدمات کا مبادلہ کیا جاتا ہے۔ دوسرے جو مدت معینہ کے بعد ادائی کے وعدے پر دیا جائے اور تیسرے جو ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل کرنے کے لیے ادا کیا جائے۔ اب ہم ہنڈی کی بحث کا آغاز کریں گے جو ایک کامل اعتباری دستاویز ہے، اور اکثر اپنی مدت کے دوران میں زر نقد کی تینوں شکلوں کی جامع ہوتی ہے۔ زر کے مختلف انواع کے مابین جو پیچیدہ تعلقات ہیں اور جس طرح عموماً وہ ایک دوسرے سے مبدل ہو جاتے ہیں اس کی بہترین مثال اس بیان سے ہوتی ہے کہ چیک جس کا ذکر پہلے آچکا ہے، ہنڈی کی جس کا بیان آگے آئے گا، دراصل ایک قسم ہے۔

لیکن ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ چک ایسی ہنڈی ہے جو عندالطلب قابل ادائی ہو اور مبادلے کی ہنڈی، جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا، ا کی جانب سے ب کے نام ایک حکم نامہ ہے کہ مندرجہ رقم خود راقم کو یا فریق ثالث ج کو ادا کی جائے۔ گویا عندالطلب فوراً ادا کرنا پڑے تو وہ چک ہے، اس پر دو پنس کا ٹکٹ لگانا پڑتا ہے۔ اور کسی مستقبل تاریخ میں یا مدت معینہ کے بعد ادا کرنی پڑے تو وہ ہنڈی ہے۔ اس پر مندرجہ رقم کی مقدار کے حساب سے ٹکٹ چسپاں کئے جاتے ہیں مصطلحات زر کے طریق تسمیہ کی یہ نوعی خصوصیت کہ اس کے غیر منطقی اور پیچیدہ نام استعمال کرنے کی کوشش کی بنا پر معاملات میں الجھاؤ پیدا ہو جاتا ہے اس سے بھی عیاں ہے کہ جنس کو اور اس جنس کی ایک نوع دونوں کو ایک ہی نام یعنی "مبادلہ ہنڈی" سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ہنڈی اور چک میں دوسرا امتیازی فرق قانونی نقطۂ نظر سے پایا جاتا ہے۔ اور یہ کہ چک کا قانونی تعریف کے اعتبار سے، کسی بنک کے نام لکھا جانا ضروری ہے۔ اس کے برعکس ہنڈی بنک کے نام لکھی جا سکتی ہے مگر زیادہ تر کسی تاجر یا سکھار کھر کے نام یا کسی قرض دار کے نام جو اپنے قرضخواہ کو ہنڈی لکھنے کا حق عطا کرے لکھی جاتی ہے۔ پھر بھی بازار کے عملی کاروبار میں چک کی قانونی تعریف کا اتباع نہیں کیا جاتا۔ بلکہ یہاں ہر اس دستاویز یا ہنڈی پر جو عندالطلب قابل ادائی ہو لفظ چک کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ اس طرح مبادلے کی ہنڈی کی حقیقی امتیازی خصوصیت وقت کا عنصر ہے، جو اس کو چک سے ممیز کرتا ہے۔ چنانچہ چک کی بحث کے لیئے زر کاغذ کی مختلف شکلوں کی بحث سے بالکل الگ ایک جداگانہ باب وقف کر دینا مناسب معلوم ہوا۔

منطقی لحاظ سے جن وجوہ کی بنا پر چک کا شمار زر نقد میں کیا جاتا ہے انھیں وجوہ کی بنا پر ہنڈی بھی غالباً اسی زمرے میں شمار ہوگی۔ اکثر اشیاء اور خدمات کا بجائے زر کے ہنڈی سے مبادلہ کیا جاتا ہے اور اچھی ہنڈی، اگر وہ انگلستان کے کسی بنک یا تجارتی کمپنی کے نام تحریر کی جائے! تو طلا سے قابل مبادلہ ہوتی ہے۔ لیکن اس کے بدل پذیر یا قابل مبادلہ ہونے سے قبل ہنڈی کو

دو عملوں میں سے ہو کر گزرنا پڑتا ہے۔ اوّل تو یہ کہ اس کو قبول کرنا یا سکھارنا پڑتا ہے۔ اور دوسرے یہ کہ اس پر بٹہ کٹتا ہے یا اس کی مدت کی تکمیل تک انتظار کرنا پڑتا ہے۔

ہنڈی کی قدامت

ہنڈی کا رواج بہت قدیم زمانے سے چلا آرہا ہے۔ ہنڈی کی قانونی حیثیت کا جہاں تک تعلق ہے، ایک بڑے مستند محقق کا قول ہے کہ:۔ "اغلب یہ ہے کہ ہنڈی اپنی اصلیت کے لحاظ سے ایک اعتباری رقعے یا خط سے زیادہ نہ رہی ہو جس میں کسی مقام کا تاجر اپنے قرض دار کے نام جو ممکن ہے دوسرے مقام کا تاجر ہو یہ ہدایت کرے کہ وہ قرضے کی رقم شخص ثالث یعنی حامل رقعہ کو جو حسن اتفاق سے قرضدار کے وطن کچھ سفر کرتا ہوا ادا کردے۔ اس کے بعد یہ معلوم ہوا کہ اصلی حامل رقعہ اس رقعے کو نفع کیسا تھ دوسرے کے ہاتھ منتقل کرسکتا تھا۔ اور ایسی صورت میں مختار یا منتقل الیہ غالباً ہنڈی لیتے یا اس کو ادای کے لیے پیش کرنے سے پہلے ہی یہ معلوم کرنے کی خواہش رکھتا تھا کہ آیا وہ قرض دار جس کے نام رقعہ لکھا گیا ہے اس رقعے کو قبول کرے گا۔ چنانچہ وہ بعض اوقات اس کا اطمینان بالمشافہ کرلیتا تھا۔ اس کا ادای کا وعدہ ہی سکار کی بنا تھا۔"[1]

ابتدائی ہنڈی کی اس نظری تشریح سے ظاہر ہے کہ وہ موجودہ زمانے کی ہنڈی کے مثل فوراً قابل ادای نہ تھی۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو حامل ہنڈی بظاہر براہ راست اس کو ادای کے لیئے پیش کرکے اس تاجر کا امتحان کرتا جس کے نام وہ تحریر کی گئی ہے کہ آیا وہ اس کو ادا کرنے پر آمادہ ہے۔ سکارنے کا مطلب سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ جس فریق کے نام ہنڈی تحریر کی گئی ہو وہ یہ وعدہ کرلے کہ مندرجہ رقم مدت معینہ کے بعد ادا کردی جائے گی۔ چنانچہ اس قبولیت کا اظہار وہ اس طرح کرتا ہے کہ اس پر دو ترچھی لکیریں کھینچکر اپنا نام تحریر کردیتا ہے۔ چک اپنے قانونی مفہوم کے لحاظ سے جب بنک کے نام لکھا جاتا ہے تو اس کو سکارنے کی

---

[1] دیکھو:۔ Byles in Bills of Exchange.

ضرورت نہیں۔ کیونکہ اس کی ادائی خود اس کی سکار پر مبنی و مشتمل ہے۔ لیکن چاک، ایسی ہنڈی کے مفہوم میں جس کی ادائی عند الطلب ضروری ہو یعنی جو بنک سے بجائے کسی کمپنی کے نام لکھا گیا ہو، اکثر سکارا جاتا ہے۔

یہ امر ایک حد تک حیرت انگیز ہے کہ ابھی جس عتق کا حوالہ دیا گیا وہ بیان کرتا ہے کہ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ قدیم زمانے کے لوگ بھی اس ہنڈی کو استعمال کرتے تھے، گو وہ خود سسرو کے خطوط میں ایک عبارت کی طرف اشارہ کرتا ہے جس سے غیر علمی دماغ بھی یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہتا کہ واقعہ بلاشبہ ثابت ہے۔ سسرو، آٹی کس کو خط لکھ کر پوچھتا ہے کہ آیا ایتھنس میں اس کے لڑکے کی مالی ضرورتیں مبادلے کے عمل سے پوری کی جاسکتی ہیں یا نہیں چنانچہ یہ معلوم کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ سسرو نے اس موقع پر جو لفظ (permutari) کا مبادلہ اشیا بالاشیا استعمال کیا ہے وہ انگریزی لفظ ایکسچینج (Exchange) کا حقیقی مرادف ہے۔ گو قانونی نقطۂ نظر سے یہ عبارت اس امر کا کافی ثبوت بہم نہیں پہنچاتی کہ اس زمانے میں ہنڈی جیسی کوئی شئے استعمال ہوتی تھی لیکن اس سے اس امر کا تو واضح طور سے ثبوت ملتا ہے کہ روما اور ایتھنس میں کسی نہ کسی قسم کی ادل بدل کا طریق یا آلۂ مبادلہ ضرور موجود تھا۔ چنانچہ اتنا تو بخوبی فرض کیا جاسکتا ہے کہ یونان کے تجارتی شہروں کے مابین اشیا کی جو خرید و فروخت ہوا کرتی تھی ان کے مقابلے میں تیز فہم اور ذکی الطبع اہل یونان اعتبار کا مبادلہ اور ادھار لین دین کرتے تھے۔

بایں ہمہ یہ معلوم کرنا کہ ہنڈی کی ابتدا ٹھیک کس زمانے میں ہوئی محض قدامت پرستانہ دلچسپی کا معاملہ ہے۔ ہمیں تو سردست اس کے مفہوم سے اور اس کے اس فعل سے سروکار ہے جو کہ وہ آلۂ مبادلہ میں انجام دیتی ہے۔ ہنڈی کی قانونی تعریف یہ ہے: "ایک قطعی تحریری حکم نامہ جو ایک شخص کی جانب سے دوسرے کے نام لکھا جائے اور جس میں مرسل الیہ کو ہدایت کی جائے کہ وہ عند الطلب یا مدت معینہ کے بعد مندرجہ رقم بصورت زر شخص ثالث یا حامل کو ادا کردے"۔

یہ تو قانونی تعریف ہوئی۔ لیکن جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں، ہنڈی جب عند الطلب قابل ادائی ہو تو عملی لحاظ سے اور محصول وصول کرنے والے کی نظر میں

88 چک بن جاتی ہے، علیٰ ہذا قانون کی نظر میں ہنڈی اس وقت چک ہو جاتی ہے جبکہ وہ بنک کے نام لکھی جائے اور عند الطلب واجب الادا ہو۔ اس طرح اس کی حقیقی تعریف کا امتیازی جزو یہ ہے کہ وہ مدت معینہ کے بعد واجب الادا ہو۔ اس کے علاوہ ایک بات یہ بھی ہے کہ اگرچہ ہنڈی ایک ہی سڑک پر ایک فریق یا دوکان کی جانب سے دوسرے فریق یا دوسری دوکان کے نام حکم نامہ ہو سکتی ہے لیکن چونکہ تجارت بالعموم ایسے اشخاص کے مابین اشیا کے مبادلے یا ادل بدل پر مبنی ہوتی ہے جو ایک دوسرے سے فاصلے پر رہتے سہتے ہیں لہٰذا عام طور سے یہ دیکھا جاتا ہے کہ ایک مرکز کے تاجر یا کوٹھی والے دوسرے مرکز کے تاجروں یا کوٹھی والوں کے نام ہنڈیاں لکھتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں ہنڈی کی ترکیب میں وقت کا عنصر دائماً اور فاصلے کا عنصر بالعموم موجود رہتا ہے جب سنچو پن زا کا گدھا کسی بدمعاش نے چرا لیا اور اس بدمعاش کو سنچو کے آقا یعنی ڈان کوئزوٹ نے قانون کے شکنجے سے "بہادری" دکھا کر چھڑا دیا تو ڈان کوئزوٹ نے سنچو کو اس کے ہر جانے کے متعلق یہ کہہ کر تسلی دی کہ میں تمہیں اپنے گھر کے اصطبل کے پانچ گدھوں میں سے تین گدھے دینے کے متعلق مبادلے کی ہنڈی لکھ دینے کا وعدہ کرتا ہوں"۔ چونکہ وہ اس وقت سیرا مورینا[1] کے کوہستان میں سرگرداں تھے اس لیے وقت اور فاصلے کے دونوں عنصر موجود تھے۔ غرض ڈان نے اپنی بھانجی کے نام حسب ذیل رقعہ (Cedula di cambis) تحریر کیا:۔

"پیاری بھانجی — اس خط کو دیکھتے ہی جو گدھوں کے متعلق میری پہلی ہنڈی ہے یہ حکم صادر کر دو کہ میرے اصطبل کے پانچ گدھوں سے منجملہ جو تمھاری نگرانی میں ہیں تین گدھے سنچو پن زا میرے مصاحب کے حوالے کر دیے جائیں۔ اور میں ان گدھوں کی حوالگی کا اس لئے حکم دیتا ہوں کہ مجھے یہاں تین گدھے اس سے وصول ہو چکے ہیں۔ لہٰذا ان کا حوالے اور ادا کرنا تم پر واجب ہو گا۔ مورخہ ۲۲ اگست سنہ رواں از قلب سیرا مورنیا۔ فقط"۔ رقعہ تحریر ہونے کے بعد سنچو نے کہا "بہت اچھا اب صرف

[1] ہسپانیہ میں ایک کوہستانی علاقہ ہے۔ یہ کل قصہ سروانٹیس کی مشہور تصنیف ڈان کوئزوٹ سے اخذ کیا گیا ہے۔

آپ کے دستخط اس پر درکار ہیں"۔ مگر ڈان نے جواب دیا کہ دستخط کی حاجت نہیں رہی صرف میرا صفر (یعنی چھوٹے دستخط) کافی ہے۔ اور یہ صفر صرف تین کے لیے نہیں بلکہ تین سو گدھوں کے لیے بھی کافی ہے"۔

اس طرح یہ رقعہ یا ڈرافٹ اکثر اعتبارات سے بے قاعدہ تھا۔ قطع نظر اس واقعے کے جس کے متعلق مذہبی پیشوا نے سنچو کو اس کے اس رقعے کو لکھ دینے پر ان الفاظ میں تسلی دی تھی کہ:۔ "ڈرافٹ تحریر ہونے کے بعد اگر جیب میں رکھ لیا جائے تو وہ سکارا یا قبول کیا نہیں جائے گا"۔ پھر بھی تین صدی سے زائد مدت قبل سروانٹیس نے محض مذاقاً اور افسانے کے طور پر جو ہنڈی آئندہ نسلوں کے نام تحریر کی تھی وہ اپنے موجودہ زمانے کے فنّی کی بہت اچھی طرح نمایندگی کرتی ہے۔ فرق صرف اس قدر ہوا ہے کہ اگلی ہنڈی کی طوالتِ بیان ترک کر دی گئی ہے۔ اور موجودہ زمانے میں کاروباری سہولت کی خاطر عام طور سے نہایت اختصار کے ساتھ ہنڈی تحریر کی جاتی ہے۔ لیکن وہ ویسا ہی قطعی حکم نامہ ہے جیسا کہ ڈان کی جانب سے اس کی بھانجی کے نام صفر کے ثبت کرنے کے بعد روانہ کیا ہوا خط' اور اس میں بھی رقم کی ادائی کی اسی طرح ہدایت کی جاتی ہے جس طرح کہ سنچو کو گدھے حوالے کرنے کے متعلق اس بنیاد پر کی گئی تھی کہ اتنے ہی گدھے ڈان کو ہنڈی تحریر کرنے کے مقام پر وصول ہو چکے ہیں۔ یہ واقعہ کہ گدھوں کی قیمت کا ڈان کو وصول ہو جانا ایک خیالی سی چیز ہے ایسا واقعہ نہیں ہے جس کی نظیر موجودہ زمانے میں نہ ملتی ہو۔ موجودہ زمانے میں عملی کاروبار کرنے والا طبقہ اعتبار کی ساخت پرداخت کے ذرائع کی تلاش میں حقیقی بنیاد کے بغیر فرضی ہنڈی تحریر کرنے کے طریق میں بالعموم بہت سہولت پاتا ہے۔ چنانچہ ہنڈیاں محض مستقبل کی پیداوار اور آیندہ کے توقعات کی بنیاد پر اور تخمین کے طور پر تحریر اور قبول کی جاتی ہیں۔ اور ایسی صورتیں بھی معلوم ہوئی ہیں جن میں کہ اس طرح تیار کردہ "تکوین" یا کوٹھی کی ہنڈیوں کو بظاہر باوقعت بنانے کے لیے فرضی اشیائے متبدلہ کا حوالہ بھی درج کر دیا گیا ہے اور یہ حوالہ بالکل اسی طرح فرضی ہے جس طرح کہ ڈان کوئنزوٹ کا تحریر کردہ حوالہ کہ اُسے سنچو سے تین گدھے موصول ہو چکے ہیں۔

ابتداءً ہنڈی کا اصلی مطلب یہ تھا کہ وہ ادائے قرض کا مطالبہ یا دعویٰ تھی

اور اُس کی بنیاد قابل فروخت پیداوار کے ایسے مقام پر منتقلی پر قائم ہوتی تھی جہاں کہ اُس کی مانگ کی توقع کی جاتی تھی۔ ہنڈی کے مرسل الیہ کے پاس پہنچنے اور سامان وصول ہو چکنے کے چند روز بعد رقم ادا کرنے کا طریقہ غالباً اسی وجہ سے اختیار کیا گیا تھا کہ ان کو وصول کرنے والا تاجر جس کے ذمے رقم واجب الادا ہوتی تھی، وصول شدہ مال کو فروخت کرنے اور اس کی قیمت حاصل کرنے کے بعد بہ سہولت تمام رقم ادا کر سکے۔ لیکن اس تاجر کا ہنڈی کو سکارنا یا اس امر کا تسلیم کر لینا کہ ہنڈی کی مقررہ میعاد ختم ہونے پر اسے رقم مندرجہ ادا کرنا ہے ہنڈی کو یا تو فوراً قابل بیع و شری دستاویز بنا دیتا ہے یا بٹہ کاٹنے کے عمل کے ذریعے سے جس کا حال آگے بیان ہوگا، نقد زر سے مبادلہ پذیر بنا دیتا ہے۔

اب ہم مبادلے کی ہنڈی کی ایک اصلی مثال لیں گے اور مبادلہ بہ طلا ہونے سے قبل جن متعدد پیچیدہ عملوں کو ہنڈی حقیقی طور سے طے کرتی ہے ان کو نظرانداز کر کے اس کو سیدھے سادے طریق پر بیان کریں گے۔

ڈکوٹہ کا ایک کاشتکار پی واٹ، ڈکوٹہ سے لندن، جان اسمتھ کے نام گیہوں روانہ کرتا ہے جس کی قیمت ۲۰۰۰ پونڈ ہے۔ جان اسمتھ یہ جانتے ہوئے کہ گیہوں کے اس کے پاس پہنچنے، بازار جا کر فروخت ہونے اور اس کی قیمت وصول ہونے میں ایک یا دو ماہ کی مدت لازمی لگے گی اس کی کوئی وجہ نہیں دیکھتا کہ کیوں گیہوں کے جہاز پر لدنے اور اس کے پاس پہنچنے سے قبل کاشتکار کے یہاں اس کی قیمت روانہ کر دے۔ دوسری طرف پی واٹ بھی اس کی کوئی وجہ نہیں پاتا کہ وہ خریدار کے پاس گیہوں روانہ کر کے کئی مہینوں تک کیوں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے اور اپنے مال کی قیمت فوراً وصول کرنے سے محروم رہے۔ علیٰ ہذا ساہوکار یا کوٹھی والا بھی جس سے کاشتکار نے کاشت کے لیے غالباً رقم قرض لی تھی اس غیر معقول طرز کارروائی کو کبھی گوارا نہیں کر سکتا اور اس کی سختی سے مخالفت کرتا ہے۔ نتیجہ یہ کہ اور ہمیں اہل تجارت کا ممنون ہونا چاہیئے کہ انھوں نے انھیں دشواریوں کو رفع کرنے اور فریقین کی سہولت کے پیش نظر ادائی کا ایک نیا طریق ایجاد کر لیا۔ پی واٹ ڈکوٹہ سے جان اسمتھ لندن کے نام ایک ہنڈی تحریر کرتا ہے کہ اسکے وصول ہونے کے

۶۰ یوم (یعنی ہنڈی سکارے جانے کے کامل دو ماہ اور تین رعایتی دن) کے بعد ۲۰۰۰ پونڈ قابل ادای ہیں۔ اور اس ہنڈی کو اپنے ساہوکار یا بنک کے حوالے کر کے اس کو یہ ہدایت کر دیتا ہے کہ اس نے بنک سے جو قرضہ لیا تھا وہ اسمتھ سے وصول کر لیا جائے۔ بنک اس ہنڈی کو تحریر ظہری اور اپنے دستخط اور مہر کے بعد اپنے گماشتے کے پاس لندن روانہ کر دیتا ہے۔ اور اس کے ساتھ حوالہ نامہ[۱] اور پروانہ ضمانت[۲] بھی منسلک کر دیتا ہے تاکہ گیہوں کے خریدار کو اطمینان ہو جائے کہ گیہوں جہاز پر لد چکے اور ان کا بیمہ کرا دیا گیا ہے۔ جب ہنڈی اسمتھ کے پاس بذریعۂ ڈاک لندن پہنچ جاتی ہے تو وہ اپنا اطمینان کر لینے کے بعد یہ ظاہر کرنے کے لیئے کہ اس کو دستاویزات وصول ہو چکے ہیں اور وہ مدت معینہ کے ختم پر اپنے ذمے کا قرض ادا کرنے کا وعدہ کرتا ہے اس پر دو ترچھی لکیریں بنا کر لفظ "قبول" لکھ دیتا ہے اور اپنے دستخط ثبت کر دیتا ہے اب اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ جان اسمتھ کی ساکھ اچھی ہے اور وہ نیک نام ہے تو دستخط ثبت ہو جانے کے بعد ہی فوراً وہ ہنڈی ایک قابل بیع و شریٰ دستاویز بن جاتی ہے اور اس پر بٹہ کاٹا جا سکتا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ مندرجہ رقم میں سے مروج الوقت شرح سود مدت معینہ تک منہا کرنے کے بعد جتنی رقم بچ رہے وہ نقد مل سکتی ہے۔ مثلاً اگر ۲۰۰۰ پونڈ کی ہنڈی کی مدت پوری ہونے میں ایک ماہ باقی ہے اور مروجہ شرح سود ۶ فی صد سالانہ ہے تو ہنڈی کی موجودہ قیمت معمولی حسابی طریقے سے ۱۹۹۰ پونڈ قرار پائے گی۔

یہ اس طریقے کی ایک بہت ہی سادہ مثال ہے جس کے ذریعے سے ایک حقیقی تجارتی کاروبار کے مقابلے میں ایک قابل بیع و شریٰ کاغذ تیار کر کے ہنڈی

---

[۱] مال جہاز پر لدنے کے بعد مالکان جہاز کی طرف سے جو رسید ملتی ہے اس کو "حوالہ نامہ" کہتے ہیں۔

[۲] کوئی سوداگر اپنا مال جہاز پر لدوا کر بھیجتا ہے تو مال کی حفاظت کی غرض سے کہ مبادا حادثہ پیش آئے اور مال ضائع ہو جائے کسی بیمہ کمپنی میں اس کا بیمہ کرا دیتا ہے۔ اس بیمہ کمپنی کی رسید "پروانۂ ضمانت" کہلاتی ہے۔

تجارت میں سہولت پیدا کرتی ہے۔ ڈکوٹہ میں گیہوں کی مانگ نہ تھی مگر لندن میں اس کی طلب دائمی ہوتی ہے۔ پس ڈکوٹہ سے لندن منتقل ہونے اور بازار میں جانے سے جہاں وہ فروخت ہو سکتا ہے گیہوں ایک قابل قدر اور قیمتی شئے ہو گیا۔ اس کی روانگی اور اس کے منزل مقصود پر پہنچنے کے درمیان جو وقفہ ہے اس میں ہنڈی کا تحریر اور قبول کی جاتی ہے، اور یہی ہنڈی شروع سے آخر تک کاروبار انجام دیتی اور معاملات چکاتی ہے۔

اگر جیسا کہ ہم سہولت تفہیم کی خاطر یہ فرض کر سکتے ہیں، ہنڈی پر بٹہ کاٹا نہیں گیا اور اس کی مدت پوری ہو گئی تو پی واٹ یا اس کا بنک (ہم یہ فرض کرتے ہیں کہ اپنے بنک کو پی واٹ نے ہنڈی حوالے کر دی) اپنے لندن کے گماشتے کے ذریعے سے رقم کا مطالبہ کرتا ہے۔ اسمتھ کے پاس جو اس اثناء میں گیہوں فروخت کر کے قیمت حاصل کر لیتا ہے، وعدے کو پورا کرنے کے لئے اس کے بنک میں ضروری رقم موجود ہوتی ہے۔ چنانچہ گماشتہ اس رقم کو وصول کر لیتا ہے یا اس کو بنک میں جمع کرا لیتا ہے تاکہ ڈکوٹہ کے بنک کے ہدایات کے بموجب اس کو استعمال کر سکے۔ مگر عام طور سے عملی طریقہ یہ ہے کہ بنک کا گماشتہ ہنڈی پہنچتے ہی فوراً اس پر بٹہ کٹوا کر اس کو نقد سے مبادل کرا لیتا ہے، اور ڈکوٹہ کا بنک اس کی بنیاد پر لندن کے نام ڈرافٹ تحریر کر کے امریکہ ہی میں ایسے اہل معاملہ کے ہاتھ ڈرافٹ فروخت کر دیتا ہے جنھیں انگلستان میں کسی کو رقم ادا کرنی ہے۔

ایسی ہنڈی، جیسی کہ ہماری فرض کردہ مثال میں پیش کی گئی، یعنی وہ ہنڈی جو گیہوں جیسی حقیقی پیداوار خاص کر ایسی پیداوار کے جہاز پر لادنے اور بھیجنے کی بنیاد پر لکھی گئی ہو جس کی طلب عام و عالمگیر ہے اور جو فوراً صرف کی جاتی ہے، لمبارڈ اسٹریٹ کی عام اصطلاح کے مطابق "اپنے آپ کو ادا کرنے والی" ہنڈی کہلاتی ہے۔ گیہوں بازار میں اگر فروخت ہوتا ہے اور اس قرضے کو زائل کر دیتا ہے جو اس کی بنیاد پر تخلیق کیا گیا تھا۔

اس طرح یہ معلوم ہونے لگتا ہے کہ ہنڈی نہ صرف مبادلات کا تصفیہ

کرنے والا ایک نہایت موثر اور بہت ہی سادہ آلہ ہے بلکہ ایسے بنکوں، ساہوؤں اور دیگر اشخاص کے نزدیک، جو اپنے کاروبار کی نوعیت کی بنا پر اپنے اثاثے اور مالی ذرائع کو بصورت نقد یا نقد سے قریبی صورت میں یعنی ایسی صورت میں جو نقد سے فوراً مبدل پذیر ہو رکھنے پر مجبور ہیں، شغل اصل کے لیے اعلیٰ درجے کی شکل بھی پیش کرتی ہے۔

اس لیے کہ جس ہنڈی کا ہم نے اوپر ذکر کیا وہ ایک اصلی ہنڈی کی مثال ہے جو میعاد ختم ہونے پر، جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، قوم کی ناگزیر ضرورتوں کے باعث (کیونکہ وہ اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی) خود بخود اپنے آپ کو ادا کر دیتی ہے۔ اور اگر بنک، جو ایسی ہنڈیوں پر بٹہ کاٹنے کے کاروبار میں اپنا اصل مشغول رکھتا ہے، دوسری ہنڈیاں نہ خریدے تو اس کے نقد کے ذخیرے میں اضافہ ہو جائے گا۔ اون، روئی، چرم، یا اس قسم کے دوسرے اشیائے خام جن سے مصنوعات تیار ہوتے ہیں اور خلق اللہ کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں ان کے لیے جو ہنڈیاں لکھی جاتی ہیں وہ پہلی ہنڈی کی طرح "اچھی" ہوتی ہیں کیونکہ جو اشیا بہت جلد اور عام طور سے فروخت ہو سکتے ہوں یا پائدار ہوں اور کسی سیاسی خطرے یا جنگ کے موقع پر قیمتوں کے بڑھ جانے کا امکان اپنے اندر رکھتے ہوں، ہنڈی سکارنے والوں کو ان کی قیمتوں کے جلد اور بلا دقت وصول ہو جانے کے متعلق کامل اطمینان ہوتا ہے۔

غرض یہی خصوصیت جو ہنڈی میں مضمر ہوتی ہے اس کہاوت کی بنیاد ہے کہ جب ایک مرتبہ ہنڈی اور رہن کا فرق ساہوکے اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے تو بنک کا کاروبار مکمل طور سے سہل ترین کاروبار ہو جاتا ہے۔ ہم بیان کر چکے ہیں کہ اصلی ہنڈی میعاد ختم ہونے سے قبل قابل بیع و شریٰ دستاویز بن جاتی ہے اور مدت پوری ہو جانے پر ان اشیا کے فروخت ہو جانے سے جن پر کہ وہ مبنی ہوتی ہے، نقد ہو جاتی ہے۔ بخلاف اس کے رہن یا قرضہ جو حقیقی جائداد یعنے زمین و مکان کے مقابلے میں دیا جاتا ہے ہر وقت قابل بیع و شریٰ نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ اس کو منتقل کرنے سے قبل حق ملکیت کی جانچ اور مال کے معاینے کے دو بیش خرچ اور طویل عمل انجام دینے پڑتے ہیں۔ علاوہ ازیں جائداد مرہونہ یا مکفولہ کو فوراً فروخت کر کے

نقد رقم حاصل کرنا ایک وقت طلب امر ہے، خاص کر ایسے زمانے میں جبکہ سیاسی
بدامنی یا بے چینی کا دور دورہ ہو۔ چنانچہ فالسٹاف جس وقت ہاٹ اسپرس
کی بغاوت کی خبر لے کر آیا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ: "تمہیں اب زمین
بالکل کوڑیوں کے مول مل جائے گی۔"

لیکن واقعہ یہ ہے کہ اکثر ہنڈیاں جو تحریر کی جاتی ہیں اس اصلی ہنڈی کی
نوعیت کی نہیں ہوتیں۔ اور اس قابل قدر و موثر اعتباری دستاویز کا استعمال
اس قدر وسیع کر دیا گیا ہے کہ ہنڈی اور رہن یعنی بیع جائداد میں جو فرق و امتیاز
کیا جاتا ہے وہ موجودہ زمانے میں موخر الذکر کی صورت میں ہے۔ اس لیئے کہ رہن کی
بنیاد پھر بھی حقیقی جائداد پر قائم ہوتی ہے۔

ہم بیان کر چکے ہیں کہ ابتداءً ہنڈی تحریر کرنے کا طریق اس بنا پر حق بجانب
تھا کہ وہ پیداوار کی بنیاد پر تحریر کی جاتی تھی جس کو فروخت کرنے کے لیئے
ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل کرنا ضروری تھا کہ یا اس کو زیادہ قابل قدر
اور قیمتی بنانے کے لیئے وقت درکار تھا اور یہ کہ ہنڈی پیداوار کے فروخت کنندے اور خریدار
کے درمیان کاروبار طے ہونے کی مدت کی خلیج کو پاٹتی تھی اور ان دونوں کو ایک
ایسا آلہ یا دستاویز بہم پہنچاتی تھی جس سے رقم فوراً وصول ہو سکتی تھی۔ اس انتظام میں
ترقی کے بعد چند قدم آگے بڑھائے گئے انھوں نے مبادلے کے کاروبار کرنے والوں کی
رہبری سال کے ایسے زمانے میں ہنڈیوں کے تحریر کرنے کی جانب کی جبکہ فصل ہی
تیار نہ ہوئی تھی جس کی بنیاد پر اس کا لکھا جانا ضروری تھا۔ اور اس کا مقصد یہ تھا کہ
اس زمانے میں ترسیل زر کی ایک دستاویز فراہم کر کے منافع کی شکل نکالی جائے
اور بعد میں جب فصل کٹنے اور اصلی پیداواری ہنڈیاں آنی شروع ہوں تو
ان سے روپیہ وصول کر لیا جائے۔ اب ہم پھر ایک قرین واقعہ مثال لیں گے۔
جولائی میں مل واٹ کو آلات کشاورزی کی خریداری کے مبادلے میں لندن میں
رقم ادا کرنا ہے۔ اس کی فصل ابھی تیار نہیں ہوئی ہے کہ وہ پیداوار کی بنیاد پر ہنڈی
تحریر کر سکے۔ لیکن واٹ کا بنک اس کے ہاتھ لندن کے نام کا ڈرافٹ
فروخت کرتا ہے اور ایسا کرنے سے قبل بنک [illegible]

سے بڑھ کر "سکھار گھر" کے درجے پر پہنچ گیا ہے' یہ معاہدہ کر لیتا ہے کہ وہ بینک کی جاری کردہ
ہنڈیاں پیداوار کی ضمانت کی بجائے جائداد تمسکات کی بنیاد پر قبول کرے یا سکھارے۔
جب واٹ کی فصل کٹتی ہے اور پیداوار کی بازفروخت کے ساتھ لندن اسکے نام
اصلی ہنڈی تحریر کی جاتی ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ امریکن بینک کی لندن میں جمع کی ہوئی
رقم کا وہ حصہ جو واٹ کے لیے آلات کشاورزی خریدنے میں صرف ہوا تھا
از سر نو جمع ہو جائے گا۔

جب یہ کہا جاتا ہے کہ اسمتھ تاجر کے عوض "سکھار گھر" بن گیا ہے تو یہ
فرض کرلیا جاتا ہے کہ وہ اس مرحلے کو طے کرچکا اور اس عمل کے ذریعے سے گزر چکا ہے
جو بالکل عام تجربہ کی بات ہے۔ اگرچہ تاجر کا لقب وہ اپنے لئے برقرار رکھتا ہے
اور اس وجہ سے رکھتا ہے کہ تاجر کا لفظ شہر لندن میں بہت باوقعت و موقر ہے
لیکن دوسرے متعدد سکھار گھروں کے مثل وہ اشیا کی حقیقی خرید و فروخت ترک کر دیتا ہے
اور اپنی توجہ صرف ایسا نفع کی کمانے کی طرف صرف کرتا ہے جو اس کو زیادہ آسانی
کے ساتھ مل سکتا ہے۔ یعنی اگر وہ نیک نام ہے اور اچھی شہرت رکھتا ہے تو ہنڈی
سکھارنے کے لیے اپنی خدمات ان قرضخواہوں کے سامنے پیش کرتا ہے جو اس کے نام
ہنڈی تحریر کرنا چاہتے ہیں۔ وہ واٹ سے اور دنیا کے دیگر حصوں کے ہنڈی کا
کاروبار کرنے والوں سے جو معاہدہ اور انتظامات طے کرتا ہے ان کی بنا پر وہ سب
اس قابل ہو جاتے ہیں کہ خواہ پیداوار کی خرید و فروخت جاری ہو یا نہ ہو وہ جس وقت
چاہیں ایک دوسرے کے نام ہنڈی تحریر کرسکیں اور اس طرح ایک ایسی دستاویز
وجود میں آتی ہے جس کو کوٹھی کی ہنڈی کہا جاتا ہے۔ اس عمل سے اسمتھ اور ہنڈی کا
کاروبار کرنے والے ایک ایسی دستاویز تیار کرتے ہیں جس پر بٹہ کاٹا جا سکتا ہے اور
جس سے نقد رقم حاصل کی جا سکتی ہے اور یہ سب کچھ ان ناموں کی ضمانت کی بنیاد پر
ہوتا ہے جو اس ہنڈی پر درج ہوتے ہیں۔

جس وقت تک کہ ہنڈیاں فصل کی کٹائی اور منتقلی سے قبل اور ان دوسرے
عملوں سے قبل تیار کی جاتی ہیں جن میں کہ پیداوار صاف کرکے اور مقام مطلوبہ پر
منتقل کرکے قابل قدر بنائی جاتی ہے' ہنڈی تیار کرنے کا یہ طریقہ بالکل جائز ہے اور

جیسا کہ کسی آئندہ باب میں بیان ہوگا یہ طریقہ مبادلے کے تغیرات کو ثبات پذیر بناتا اور دنیا کے مختلف حصوں میں سونے کی ادھر سے ادھر بذریعہ جہاز غیر ضروری منتقلی کی روک تھام کرتا ہے۔

46

لیکن یہ دریافت کر لینے کے بعد کہ پیداوار یا مصنوعات کے منتقل کرنے سے قبل ہنڈیاں تیار کرنا ایک منفعت بخش کاروبار ہے، کوٹھی والوں کی جماعت کے اولوالعزم افراد کو فطرتاً ایک قدم اور آگے بڑھانے کی ترغیب ہوئی۔ اور وہ اس طرح کہ انھوں نے محض ان پر بٹہ کاٹنے اور اس طرح اپنے لیے نقد رقم فراہم کرنے کی خاطر ہنڈی تحریر کرنا شروع کر دی۔ اب چونکہ پیداوار کا کوئی سوال ہی باقی نہ رہا، لہذا ایسی جائداد غیر منقولہ کی بنیاد پر جن کا فروخت کرنا دقت طلب تھا یا ایسے تمسکات کی بنیاد پر جن کے فروخت کرنے میں کم و بیش دشواری یا سہولت ہو سکتی تھی یا محض ہنڈی کے راقم کی ساکھ اور اعتبار پر ہنڈیاں تیار کیجانے لگیں اور اس طرح تیار کی ہوئی ہنڈیوں کی تمام قسمیں اصلی اور معیاری مبادلے کی ہنڈی کی شکل سے کم و بیش لازمی طور سے مختلف ہوتی ہیں۔ اس لیے کہ مبادلے کی ہنڈی، جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، مدت ختم ہونے کے بعد اپنے آپ کو ادا کر دیتی تھی اور ایسی حقیقی پیداوار کی منتقلی کی بنیاد پر لکھی جاتی تھی جن کی مانگ عام اور سریع ہو۔

چنانچہ ہنڈی کو دیکھتے ہی یہ معلوم کر لینا کہ آیا اس کی بنیاد حقیقی پیداوار پر قائم ہے یا کسی اور قسم کی ضمانت یا تمسک پر قائم ہے یا صرف فریقین کی ساکھ اور نیک نامی پر قائم ہے بسا اوقات نہایت دقت طلب کام ہوتا ہے۔ چند ہی ہنڈیاں ایسی ہوتی ہیں جن پر پورے کاروبار کی سرگزشت و کیفیت درج ہوتی ہے۔ مثلاً منسلکۂ ذیل ہنڈی کے نمونے سے، جس میں پہلے کے نام بدل دیئے گئے ہیں، ظاہر ہوگا کہ مدراس کی لیننگ میکلے اینڈ کمپنی کالندن کے ایک ساہوکار گھر جان اسمتھ اینڈ کمپنی کے نام ہنڈی تحریر کرتی ہے۔ اوّل الذکر کمپنی موخرالذکر کمپنی کو یہ ہدایت کرتی ہے کہ بندرگاہ برمین کو بذریعہ جہاز "ونیولین" جو بھنگ روانہ کی گئی ہے اس کی قیمت ۱۶۹ پونڈ ۴ شلنگ ۶ پنس کریڈٹ بنک آف انڈیا

47

ہنڈی کا نمونہ

نمبر ۴۰۶ بخدمت مسرز جان اسمتھ اینڈ کو

مدراس ۱۱ جون ۱۹۰۸ء لندن

مبادلہ برائے پونڈ شلنگ پنس
۱۶۹ — ۴ — ۶

(پہلا مبادلہ دوسری اور تیسری ہنڈی اس تاریخ کی ادا نہیں کی گئی)

یہ پچاس تھیلے بھنگ کے بذریعہ جہاز "نپولین" بندرگاہ برمن کو روانہ کر دئے گئے ہیں لہذا ان کی قیمت ایک سو انہتر پونڈ چار شلنگ چھ پنس اسٹرلنگ کریڈٹ بنک آف انڈیا کو اس ہنڈی کے پہنچنے کے تین ماہ بعد ادا کر دو اور ہمارے حساب میں جمع کرا دو فقط

شرح دستخط

لینگ میکے اینڈ کمپنی

کو ادا کر دی جائے۔ لینگ میکے اینڈ کمپنی نے اس ہنڈی کو غالباً کریڈٹ بنک آف انڈیا کے ہاتھ فروخت کر دیا اور اس طرح بھنگ کے مصارف کی ادائی کے لیے رقم مہیا کر لی۔ ہنڈی کی مدت مکتوب الیہ کے پاس اس کے پہنچنے کے تین ماہ بعد ختم ہوتی ہے۔ اب چونکہ وہ مدراس میں بتاریخ ۱۱ جون تحریر کی گئی ہے اس لیے ہم فرض کر سکتے ہیں کہ وہ لندن یکم جولائی کو پہنچتی ہے۔ یہ ہنڈی غالباً کریڈٹ بنک آف انڈیا

48

کی لندنی شاخ کو بھیجی گئی ہے اور اس شاخ کے توسط سے وہ اسمتھ اینڈ کمپنی کے پاس سکھارنے کی غرض سے پیش ہوتی ہے۔ اسمتھ اینڈ کمپنی اس پر دو ترچھی لکیریں کھینچ کر لفظ "قبول" لکھ دے گی اور یہ تحریر کرے گی کہ مندرجہ رقم کیپٹل اینڈ کونٹیس بنک لمیٹڈ سے وصول کی جائے اور اس پر ٹکٹ چسپاں کرنے کے بعد یکم جولائی کی تاریخ درج کرکے اپنے دستخط (جان اسمتھ) ثبت کر دے گی۔ اس طرح ہنڈی یکم جولائی سے تین ماہ اور عادتی تین رعایتی دن کے بعد ۴ راکتوبر کو قابل ادائی ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد کہیں ہنڈی پر بٹہ کٹتا ہے یعنی وہ نقد کے معاوضے میں فروخت کی جاتی ہے۔ اور مدت معینہ ختم ہونے پر یا ایک دن قبل اس کا حامل خواہ وہ کوئی ہو اس کو چاک کی طرح اپنے بنک میں داخل کرکے مندرجہ رقم اپنے حساب میں جمع کرالے گا۔

اب یہ بنک حساب گھر کے توسط سے کیپٹل اینڈ کونٹیس لمیٹڈ سے یہ رقم وصول کرلے گا۔ اور کیپٹل اینڈ کونٹیس کے ہاں جان اسمتھ کے حساب میں جو رقم جمع ہے اس میں سے اتنی رقم خارج کر دی جائے گی۔

"پہلا مبادلہ"[1] سے مراد یہ ہے کہ یہ اصلی ہنڈی یا پہلی ہنڈی ہے۔ "دوسری اور تیسری ہنڈی"[2] کا مطلب پہلی ہنڈی کا مثنیٰ اور مثلث ہے۔ دوسری ہنڈی دوسرے جہاز کے ذریعے بطور حفظ ما تقدم اس غرض سے بھیجی جاتی ہے کہ اگر پہلی ہنڈی احیاناً گم ہو جائے یا جہاز کے غرق ہونے سے تلف ہو جائے تو تاخیر واقع نہ ہو۔ اور مثلث بالعموم راقم ہنڈی کے پاس بطور یادداشت رہتا ہے۔

---

[1] First of Exchange

[2] Second & Third

ہنڈی بالعموم حسب ذیل شکل میں لکھی جاتی ہے :-

نیویارک ۳ ستمبر ۱۹۰۸ء **دو ہزار پونڈ**

بنام جان اسمتھ اینڈ کمپنی

لندن

اس اصل ہنڈی کے وصول ہونے اور دیکھنے کے ۹۰ یوم بعد مندرجہ رقم مسٹر زجونس کو ادا کردو (ثنیٰ ادا نہیں ہوا)

دو ہزار پونڈ اسٹرلنگ

قیمت وصول، حسب ہدایت رقم مندرجہ ادا کردو،

شرحد تخط

ایوانس اینڈ پگھ

اعتباری کاروبار کے تیز فہم ماہر ہنڈی کو دیکھ کر یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ ہنڈی کی بنیاد کس چیز پر قائم ہے۔ مگر "قیمت وصول" کے فقرے میں متعدد اسرار پوشیدہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ اصلی پیداواری ہنڈی اور ضمانتی ہنڈی یا کوٹھی کے کاغذ کا فرق پہچاننا اکثر وقت طلب ہوتا ہے۔ چونکہ کوٹھی کی ہنڈیاں تمسکات یا ضمانتوں کی بنیاد پر تحریر کی جاتی ہیں اور ان تمسکات کی فروخت میں بمقابلہ عام طلب رکھنے والی اصلی پیداوار کے زیادہ مدت لگتی ہے۔ اسی لیے

ان ہنڈیوں کے سکارنے والوں کو، اگر وہ کثیر مقدار میں ہنڈی سکاریں، تو خاص کر بدامنی اور سیاسی بےچینی کے زمانے میں دشواریاں پیش آتی ہیں۔ اس طرح یہ سمجھنا آسان ہے کہ جب اعتباری کاروبار بڑھ جاتا تھا تو لمبارڈ اسٹریٹ کیوں کوٹھی کی ہنڈیوں کے کثیر لین دین کے تعلق سنجیدگی کے ساتھ زمانہ سابق میں چہ میگوئیاں کرنے لگتی تھی۔ لیکن جنگ کے بعد سے کوٹھی کی ہنڈیوں کا استعمال بہت کم ہو گیا ہے۔

گھریلو ہنڈی

ہنڈی کی ایک اور قسم جو اعتبار کے بازار میں بدنظمی اور تزلزل پیدا ہونے کی صورت میں غیر مقبول ہو جاتی ہے "گھریلو ہنڈی" ہے، جو ایک کمپنی خود اپنے نام تحریر کرتی ہے مثلاً اگر جان اسمتھ اپنے بھائی روبرٹ اسمتھ کو بمقام اوپرٹو اپنا گماشتہ مقرر کرے اس غرض سے کہ وہ وہاں شراب کی تجارت میں مبادلات کا انتظام کرے اور روبرٹ اسمتھ جس کی حیثیت محض ایک ہی کمپنی کی سمندر پار شاخ کی ہے جان اسمتھ لندن کے نام بہ کثرت ہنڈیاں تحریر کرنا شروع کر دے تو یہ ہنڈیاں اتنی عمدہ اور باثر نہ ہوں گی جتنی کہ ایک کمپنی کی دوسری کمپنی کے نام جاری کی ہوئی ہنڈیاں ہو سکتی ہیں کیونکہ موخر الذکر صورت میں دونوں کمپنیاں ایک دوسرے سے آزاد ہوتی ہیں اور دو کارخانوں کا اعتبار اور مالی ذرائع ان کے پشت پناہ ہوتے ہیں۔ اگر گھریلو ہنڈیاں کثرت سے تحریر کی جائیں اور بہت عام ہو جائیں تو اعتباری نظام کے محافظ یکبارگی چلا اٹھیں گے کہ گھریلو کاروبار بہت بڑھ گیا ہے" اور "خودخواری کا کاروبار اندھا دھند ہو رہا ہے"

قدیم زمانے میں بھی اس قسم کے خودخواری کا روبار کی ایک مثال بیگم مکابر کے نام مکابر صاحب کا تحریر کردہ حکمنامہ ہے جو ڈیوڈ کاپرفیلڈ کو کنگس بنچ کے قید خانے میں دیا گیا تھا ڈیوڈ کاپرفیلڈ لکھتا ہے کہ اسے خوب یاد ہے کہ وہ جب مسٹر مکابر سے جیل خانے میں ملاقات کرنے کے لیے گیا تو مسٹر مکابر جو اس کا پہلے سے منتظر تھا، اس کو دیکھ کر بہت آبدیدہ ہوا اور ناصحانہ انداز میں کہنے لگا کہ دیکھو میری حالت سے عبرت حاصل کرو۔ اگر کوئی شخص ۲۰ پونڈ کمائے اور اس میں سے ۱۹ پونڈ ۱۹ شلنگ ۶ پنس خرچ کرے تو وہ اس شخص کی نسبت بہت خوش و خرم رہے گا جو بیس پونڈ ایک شلنگ خرچ کر دیا کرے اور اپنے آپ کو فکر و مصیبت میں مبتلا کرے۔

اس کے بعد مسٹر مکابر نے ڈیوڈ سے ایک شلنگ بطور قرض حاصل کی اور دربان کو بطور انعام دے دی۔ اور اس قرض کے ادا کرنے کی سبیل یہ نکالی کہ اس نے اپنی بیوی مسٹر مکابر کے نام ایک رقعہ لکھا جس میں ہدایت کی گئی تھی کہ ڈیوڈ کو ایک شلنگ ادا کردی جائے۔ اس کے بعد مکابر نے رومال سے آنسو پونچھے اور رونا موقوف کردیا اور اس کے چہرے پر مسرت وانبساط کے آثار نمایاں ہوئے۔

ڈیوڈ کے لیے اس ہنڈی کو کسی دوسرے شخص کے سامنے پیش کرنے اور بٹہ کاٹنے کی ترغیب دینے میں کچھ نہ کچھ دشواری ضرور پیش آتی اگرچہ مسٹر مکابر بلا شبہ اسے خوشی خوشی قبول کرلیتی اور اسے اس کا کامل اطمینان ہوتا کہ اس کے پیش ہونے سے قبل کوئی مفید نتیجہ برآمد ہوگا۔ پھر بھی ایسی ہنڈی کی کامل بے قدری موجودہ زمانے سے ماقبل زمانے کی تجارتی دنیا میں بے نظیر واقعہ نہیں ہے۔ چنانچہ ایک زمانہ وہ بھی تھا جبکہ غیر ممالک کی کمپنیاں انگلستان میں اپنی شاخیں قائم کرتی تھیں اور ان میں ایک ایک محرر اور ایک ایک چھوکرا ملازم رکھتی تھیں۔ اور انھیں شاخوں کے نام ہنڈیاں تحریر کرتی تھیں۔ لیکن ان ہنڈیوں کو وہی محرر سکارتے تھے جنھیں یہ حق کمپنی کی جانب سے عطا کیا گیا تھا۔ اور اس کے بعد ان ہنڈیوں پر حقیقت میں بٹہ کاٹا جاتا تھا اور نقد سے مبدل کیا جاتا تھا۔

اس طرح مسٹر مکابر نے ڈان کوئزوٹ سے بھی ایک قدم آگے بڑھا دیا ڈان نے اپنی بھانجی کے نام ہنڈی تحریر کی تھی اور وہ یہ جانتا تھا کہ اس کی بھانجی سنچو کے حق میں تین گدھوں کی ادائی کرنے کے قابل اور اس کے لیے تیار ہوگی۔ مکابر نے "جو قرضہ ادا نہ کرنے کی علت میں قید بھگت رہا تھا" اپنی بیوی کے نام محض یہ رقعہ تحریر کیا کہ ڈیوڈ کو ایک شلنگ ادا کردی جائے۔ اور اس وقت اس کے گھر کا اسباب وسامان فروخت ہو رہا تھا۔ مکابر اس امر کو بخوبی سمجھتا تھا بلکہ اس کو یقین کامل تھا کہ یہ رقعہ ایک شلنگ کے مساوی ہے۔ چنانچہ دوسرے متعدد اشخاص بھی اسی طرح سمجھتے ہیں جو اپنی شاخوں اور گماشتوں کے نام ہنڈیاں تحریر کرتے ہیں کہ جن کے پاس سوائے ایک دفتری میز کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ عصر حاضر میں تجارتی گرماگرمی کے زمانے میں جو کثیر المقدار کاروبار طے پاتا ہے

اس کے بڑے حصے کی بنیاد مکا برکی سی رجائیت ہی پر قائم ہوتی ہے۔ نتیجہ یہ کہ جب تجارتی کاروبار سرد پڑ جاتا ہے اور لوگ اس عظیم الشان اعتبار کی بنیاد پر جو گرماگرمی کے دور میں تخلیق کیا گیا شبہے کی نظر ڈالتے ہیں تو انھیں واقعات کو دیکھ کر بعض اوقات سخت حیرت ہوتی ہے۔

غرض ہنڈی کو جو اہمیت حاصل ہے اس کا راز اس کے ایک فائدے اور ایک خطرے میں مضمر ہے جو اس کی جانب منسوب کیا جاتا ہے۔ فائدہ تو یہ واقعہ ہے کہ ہنڈی اپنی اصلی شکل میں اعتبار کو قائم و تخلیق کر کے اور اس طرح ایسی حقیقی پیداوار کے مقابلے میں نقد زر فراہم کر کے جو ابھی فروخت نہ ہوئی ہو تجارت میں سہولتیں پیدا کرتی ہے۔

اور اسی کے ساتھ ہنڈی ان اشخاص کے لیے جن کے لیے اپنے مشاغل اصل کو نقد سے قریبی شکل میں رکھنا ضروری ہے تاکہ نقد رقم فوراً اور بہ آسانی واپس مل سکے، شغل اصل کی ایک بہترین صورت ہے۔ اس کے برخلاف خطرہ یہ ہے کہ ہنڈی کا تحریر کرنا بہت آسان ہے۔ یعنی وہ محض ایسے تمسکات یا ضمانتوں کی بنیاد پر لکھی جا سکتی ہے جو آسانی کے ساتھ اور جلد خرید و فروخت نہیں کیے جا سکتے۔ یا ایک تجارتی کمپنی اپنے ہی نام یا اپنے گماشتے کے نام جس وقت جی چاہا ہنڈی تحریر کر سکتی ہے اور اس کا مقصد محض تخمینی کاروبار کرنا اور نقد زر فراہم کرنا ہوتا ہے۔

پانچواں باب

زر کا کاروبار اور اُس کی ایزاد

خلاصہ:-

(۱) بنک قرض گیر کو قرضہ دے کر اس کو اپنے نام چک لکھنے کا حق عطا کرتا ہے (۲) چھٹے کا ایک نمونہ۔ (۳) مدرواں اور مدامانت (۴) امانتیں قرضوں اور ہنڈیوں سے قائم ہوتی ہیں (۵) اس کی تمثیل پچھلے زمانے میں (۶) شغل اصل کا اثر (۷) ایک مقامی بنک کی کہانی۔ (۸) بنک اور ان کے گاہک (۹) نقد سرمایہ (۱۰) ریاستہائے متحدہ میں نقد سرمایہ کا تعین حکومت کی جانب سے (۱۱) ۱۹۰۷ء میں امریکا کے بنکوں کے نظام کی شکست (۱۲) سونے اور بنک کے اعتبار کا باہمی تعلق۔

ہم زر نقد اور ہنڈی کی متعدد شکلوں پر بحث کر چکے ہیں۔ ہنڈی بھی بہ اعتبار اس کے کہ وہ سرعت کے ساتھ خرید و فروخت کی جا سکتی ہے اور مدت معینہ کے بعد نقد سے مبدل ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے نقد کے مماثل خیال کی جا سکتی ہے ان پر بحث و تبصرہ کرنے کے بعد ہمیں توقف کرنا چاہئے اور پچھلی بحثوں پر ایک عام نظر واپسیں ڈال لینی چاہئے۔

یہ بیان ہو چکا کہ چھوٹے موٹے لین دین اور خوردہ کاروبار میں سونے کے سکے اور ان کے ساتھ نقروی اور برنجی سکے بطور زر علامتی ۱۹۱۴ء تک بطور زر نقد رائج تھے لیکن یہ کہ بڑے بڑے تجارتی اور کوٹھی کے کاروبار میں سونے کے سکے کے استعمال میں اولاً بنک کے نوٹوں کے استعمال سے اور من بعد اس وقت جب کہ بنک کے نوٹوں کے اجرا پر قانونی بندشیں عائد ہو گئیں جن کی بناء پر مقررہ تعداد سے زائد نوٹ جاری کرنے کی صورت میں نوٹوں کے مساوی نقد طلا رکھنا لازمی قرار دیا گیا، چکوں کے استعمال سے کفایت عمل میں آئی۔ مگر ہمیں یہ معلوم ہوا کہ نوٹوں اور چکوں کی عام مقبولیت کا آغاز ان کے سونے سے بدل پذیر ہونے کی بنیاد پر قائم ہوا۔ کیونکہ سونا ہی ادائی کی وہ واحد شکل ہے جو عام طور سے اور ہمیشہ تمام معاشی حیثیت سے ترقی یافتہ ممالک میں قبول کی جاتی ہے۔

بنکوں پر اجرائے نوٹ کے متعلق جو بندشیں قائم کی گئیں ان کی بنا پر انگلستان میں نوٹوں کا اجرا بجز بنک آف انگلینڈ کے نوٹوں کے عملاً مسدود ہو گیا۔ چونکہ بنک آف انگلینڈ کے نوٹ زر قانونی ہیں اور ان کی بنیاد طلا پر قائم ہے جو بنک کے تہ خانوں میں محفوظ رہتا ہے اس لیے یہ نوٹ پروانۂ طلا یا صداقت نامۂ طلا اور طلا کے مساوی و معادل خیال کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ یہ نوٹ خود اعتبار کی بنیاد کا ایک جزو بن گئے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں کوئی ساہوکار، جس کے پاس صرف بنک آف انگلینڈ کے نوٹ ہوں، ان کی بنیاد پر اپنے اعتبار کو پھیلا سکتا ہے اور قرضے دے سکتا ہے۔ انگلستان میں موجودہ زمانے کی تجارت اور کوٹھی کے کاروبار کا زر چک ہے۔ اور لندن کے زر کے بازار میں اعتبار کے لین دین کے معنی محض چک لکھنے کے حق کے لینے دینے کے ہیں۔ اب اس کے بعد ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ چک تحریر کرنے کا حق کس طرح پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ ہمیں معلوم ہوگا کہ یہ حق ساہوکار یا بنک کی جانب سے قرضہ ملنے کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے۔

چونکہ چک سونا یا نوٹ ادا کرنے کا ایک حکم نامہ ہے اس لیے بعض اوقات یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ اس طرح کے سب حکم نامے، جن کی

حسابی صفائی لندن کے بنکوں کے حساب گھر میں ۲۰ کروڑ پونڈ سے زائد فی یوم کی شرح سے ہوتی ہے، صرف ان اشخاص کے جاری کردہ حکم نامے ہیں جو بنکوں میں نوٹ اور طلائی سکے بطور امانت رکھوا کر چیک لکھنے کا حق حاصل کرتے ہیں۔
واضح ہو کہ یہ خیال کہ انگلستان کے بنکوں میں ۲ ارب پونڈ سے زائد جو رقم بطور امانت جمع ہے وہ سب کا سب انگلستان کے باشندوں کا بحیثیت مجموعی جمع کیا ہوا روپیہ ہے اور اس خیال سے حیرت و استعجاب کہ اتنی کثیر المقدار رقم ملک کے تمول اور دولتمندی کا عظیم الشان ثبوت ہے، ایک عام غلطی اور غلط فہمی ہے۔

لیکن یہ خیال صورت حال کے متعلق کلیۃً صحیح تصور نہیں ہے۔ بنکوں میں قوم کی جانب سے جو زر جمع کیا جاتا ہے اس کا بیشتر حصہ اعتبار اور کتابی قرضوں پر مشتمل ہوتا ہے جو بنک عوام کو دیتے ہیں۔ یہ امر عام طور سے فرض کر لیا گیا ہے کہ بنک گاہکوں کے ایک زمرے سے رقم حاصل کرتے ہیں اور اس کے بعد گاہکوں کے دوسرے زمرے کو وہی رقم بطور قرض دے دیتے ہیں۔ لیکن اکثر صورتوں میں یہ ہوتا ہے کہ ایک بنک جو رقم حاصل کرتا ہے وہ یا تو اسی کی قرض دی ہوئی ہوتی ہے یا دوسرے بنک کی بطور قرض دی ہوئی رقم ہوتی ہے۔

یہ یاد ہوگا کہ بنک کے نوٹوں کی ابتدا اور سرگزشت کے بیان میں ہم نے نوٹ جاری کرنے والے بنکوں کے چٹھے کی ایک سادہ اور فرضی مثال اس طرح پیش کی تھی:-

	پونڈ		پونڈ
نقد بدست	۱۰،۰۰۰	واجب الادا بہ جمع کنندگان	۱۰،۰۰۰
قرضہ جو گاہکوں کو دیا گیا	۴۰،۰۰۰	جاری کردہ نوٹ	۴۰،۰۰۰
	۵۰،۰۰۰ پونڈ		۵۰،۰۰۰ پونڈ

معاملے کو سیدھے سادے طریق پر پیش کرنے کی خاطر ہم نے بنک کے سرمایہ محفوظ، مشاغل اصل، اور دوسری مدوں کو جو چٹھے میں ظاہر کی جاتی ہیں نظر انداز کر دیا تھا۔

لیکن اب جبکہ ہم ایسے مقام پر پہنچ گئے ہیں جہاں کہ یہ سہل طریق پر واضح کر دینا ضروری ہے کہ چاک تحریر کرنے کا حق کس طرح پیدا ہوتا ہے اور اس کا کاروبار کس طرح کیا جاتا ہے۔ یہ زیادہ مناسب ہوگا کہ ہم اصلی واقعات پر گہری اور تفصیلی نظر ڈالیں اور موجودہ زمانے کے بنک کے چٹھے کا مطالعہ کریں۔ ایک مناسب اوسط نمونہ حاصل کرنے کی خاطر میں نے ان بنکوں کے قریب ترین تاریخ کے چٹھے لیے ہیں جنھیں "پانچ بڑے بنک" کہتے ہیں اور ان کے اعداد کو ایک جگہ پیش کیا ہے۔ لیکن ان اعداد پر غور کرنے سے پیشتر یہ طریقہ زیادہ محفوظ ہوگا کہ چٹھے کے مفہوم کا ایک سادہ سا خاکہ ذہن میں اتار لیا جائے۔

چٹھا مالی حالت کا آئینہ یا کاروبار کا فرد حساب ہے، جس میں بائیں جانب وہ رقمیں درج کی جاتی ہیں جو چٹھا جاری کرنے والی کمپنی یا انجمن میں وصول ہوئی ہوں یا اس کے ذمے واجب الادا ہوں۔ اور دائیں جانب وہ رقمیں درج کی جاتی ہیں جو اس کی جانب سے دوسروں کو ادا کی گئی ہوں یا اس کو واجب الوصول ہوں یا اس کے پاس موجود ہوں۔ گویا جانب چپ رقوم واجب الادا اور جانب راست رقوم واجب الوصول درج ہوتے ہیں۔ اگر آپ ان اسرار سے واقف نہیں ہیں تو آپ کو غالباً یہ معلوم کرکے حیرت ہوگی کہ بنکوں کا اصل ان کے ذمے کے واجب الادا رقوم کی ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ لیکن غور و تامل سے معلوم ہوگا کہ انجمنوں کا اصل ان کے حصہ داروں کے حصص کے رقوم کا مجموعہ ہے۔ اور اس کو اثاثے میں دوسری جانب بطور اصل مصروف کیا گیا ہے۔ اور حصہ داروں کے رقوم کمپنی کے ذمے واجب الادا ہیں۔

عام چٹھوں سے اس طرح روشناس کرانے کے بعد اب ہمیں اس مجموعی اوسط نمونے کو جانچنا چاہیئے جو مصنف نے مرتب کیا ہے :-

"چیٹھے کا اوسط نمونہ"

واجب الوصول	ملین پونڈ	واجب الادا	ملین پونڈ
(۱) نقد بدست و در بنک آف انگلینڈ	۲۰۸	(۱) وصول شدہ اصل ...	۶۴
(۲) چک بدوران جمع	۶۶	(۲) محفوظ ذخیرہ	۵۲
(۳) اطلاع قریب کے اور عندالطلب قرضے	۱۴۹	(۳) زر امانت و زر رواں ..	۱۶۶۵
(۴) ہنڈیاں جن پر بٹہ کاٹا گیا اور قرضے دیئے گئے	۲۳۱	(۴) ہنڈیوں کی سکار اور تحریری ٹھہری پر اہل معاملہ کو واجب الادا۔	۲۰۶
(۵) مشاغل اصل	۲۳۴		
(۶) قرضے	۸۶۹		
(۷) ہنڈیوں کی سکار پر گاہکوں کے ذمے واجب الادا	۲۰۶	(۵) نفع نقصان	۷
(۸) عمارت وغیرہ	۳۱		
میزان	۱۹۹۴		۱۹۹۴ ملین پونڈ

مندرجۂ بالا فرد حساب میں بنک آف انگلینڈ کے اعداد و شمار شامل نہیں ہیں۔ لیکن یہ انگلستان کے پانچ سب سے بڑے معمولی سرمایۂ مشترک کے بنکوں یعنی بارک لیز[1]، لائڈز، مڈلینڈ، نیشنل پراونشل اور ویسٹ منسٹر کے چیٹھوں کا مجموعہ اور خلاصہ ہے۔

چیٹھے کی پہلی خصوصیت جو غیر مانوس ناظر کو حیرت میں ڈالتی ہے

[1] Barclays, Sloyds, Midland, National Provincial & Wistanister

یہ ہے کہ بنک اپنے قلیل وصول شدہ اصل کے مقابلے میں اس سے بدرجہا زیادہ رقم کا کاروبار کرتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بنکوں کے ذمے ۴۹۹ ملین پونڈ واجب الادا ہیں جن کے منجملہ ان کو صرف ۴۶ ملین پونڈ حصہ داروں سے درحقیقت وصول ہوئے ہیں، اگرچہ ۵۲ ملین پونڈ جو گزشتہ منافعہ سے جمع کئے گیے ہیں بطور سرمایہ محفوظ رکھے گئے ہیں اور ۸ ملین پونڈ حصہ داروں کو واجب الادا ہیں جو یا تو ان میں بطور مقسوم و منافعہ تقسیم کئے جائیں گے یا سرمائیہ محفوظ میں نفع نقصان کے مد کی شکل میں اضافہ کئے جائیں گے۔ اس طرح یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مجموعی کاروبار پر جو قلیل منافعہ وصول ہوتا ہے وہ بنکوں کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ اچھے مقسوم ادا کریں اور یہ کہ اعتباری کاروبار سے جیسا کہ اس کے پھیلاؤ سے توقع قائم کی جاسکتی ہے، بہت اچھا معاوضہ (یا منافعہ) مل جاتا ہے۔

چٹھے کی جانچ میں آگے بڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ ایک جانب وہ رقم درج ہے جو بنکوں کے ذمے اہل معاملہ کو ہنڈیوں کی سکھار پر اور تحریر ظہری کی بنیاد پر واجب الادا ہے۔ اور اس کے مقابلے میں مساوی رقم دوسری جانب درج ہے جو ہنڈیوں کی سکار پر اہل معاملہ کے ذمے بنکوں کو واجب الادا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ بنکوں نے اپنے اہل معاملہ کے لیے ہنڈیاں سکاری ہیں (اور اس طرح انھیں اعلیٰ درجہ کی اور بہ آسانی خرید و فروخت ہونے والی دستاویز بنادیا ہے) اور اصولاً ان کو مدت معینہ کے بعد ادا کرنے (پٹانے) کے ذمہ دار ہیں۔ لیکن چونکہ اہل معاملہ سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ ہنڈیوں کو ادا کردیں گے اور غالباً اسی لحاظ سے انھوں نے مناسب ضمانتیں بھی پیش کی تھیں اس لیے اہل معاملہ کے ذمے بنک کو جو رقوم واجب الادا ہوتے ہیں وہ بنک کے ذمے کے رقوم کو جو اہل معاملہ کو واجب الادا ہوتے ہیں۔ زائل کردیتے ہیں۔ ہنڈی سکارنے اور تحریر ظہری لکھنے کا کاروبار جو بنک سرانجام دیتے ہیں کچھ مدت سے بہت بڑھ گیا ہے۔ لیکن اس کو سرانجام دینے میں بنک پر جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ اس معنی میں ذمہ داری نہیں ہے جس معنی میں کہ زر امانت کے تحت ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں چونکہ یہ ذمہ داری زر کے کاروبار کے موجودہ مسئلے پر کوئی فوری اثر نہیں ڈالتی اس لئے سکار کی مد کو سرِدست حذف

کر دینا ہی مناسب ہوگا۔ اس طرح ان دونوں مدوں کو چھٹے کے دونوں پہلوؤں سے خارج کر دینے کے بعد ہم چھٹے کو اور بھی زیادہ سادہ بنا سکتے ہیں۔

رقوم واجب الادا کی مزید جانچ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل محفوظ ذخیرہ اور نفع ونقصان کے فاضلات ایسے رقوم خیال کئے جا سکتے ہیں جو بنکوں کے ذمے ان کے حصہ داروں کو واجب الادا ہیں، اور یہ کہ اس کے بعد جو مد زر امانت و مدرواں کی باقی رہ جاتی ہے اس کی رقم بنکوں کے ذمے جمع کنندہ اہل معاملہ کو واجب الادا ہے۔ یہی وہ مدیں ہیں جن کو عام طور سے ایک ہی نام یعنی "امانت" سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اور یہ تسمیہ معاشی طریق تسمیۂ مصطلحات کی اس تکلیف دہ خصوصیت کے عین مطابق ہے جس کے لحاظ سے اصل اور اس کے متعدد فروع میں سے ایک فرع کے لیے نہایت خندہ روئی کے ساتھ ایک ہی نام یا اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ جس طرح کہ مبادلے کی ہنڈی دو فرعون یعنی چک اور ہنڈی پر تقسیم کی جاتی ہے اسی طرح بنک کی امانتوں کی مد بھی دو فرعون یعنی مدرواں اور مد امانت میں تقسیم کی جاتی ہے۔ لیکن اکثر اشخاص جو بنک سے معاملہ کرتے ہیں اس فرق وامتیاز کے معنی جانتے ہیں۔ کسی بنک کی مدرواں میں وہ رقم جمع ہوتی ہے جس کو نقد کی شکل میں یا چکوں کے ذریعے سے جس وقت جی چاہے واپس لیا جا سکتا ہے۔ مد امانت میں وہ رقم جمع کی جاتی ہے جو بنک میں امانتاً رکھوائی جاتی ہے، اور جس کو واپس لینے کے لیے ایک ہفتہ یا اس سے زائد مدت قبل بنک کو اطلاع دینی پڑتی ہے۔ لیکن اگر شدید ضرورت ہو تو اس کے بغیر بھی رقم واپس حاصل کی جا سکتی ہے بشرطیکہ اس کے لیے کچھ زائد رقم بطور کمیشن ادا کی جائے۔ اس مد میں رقم جمع کرنے سے سود بھی ملتا ہے جس کی شرح بالعموم بنک آف انگلینڈ کی معلنہ شرح سے دو فی صد کم ہوتی ہے۔

یہاں اصل نکتہ ذہن نشین کرنے کے قابل یہ ہے کہ عرف عام میں بنکوں کی امانتوں کا مطلب یہ ہے کہ اس میں مدرواں اور مد امانت دونوں شامل ہوتی ہیں اور ان کی رقمیں بنکوں کے ذمے ان کے اہل معاملہ کو واجب الادا ہوتی ہیں۔

اب ہمیں یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ بنکوں کی جانب سے اہل معاملہ کو جو

کثیر المقدار رقم بطور قرض دی جاتی ہے اس کی تخلیق کس طرح عمل میں آتی ہے۔ چٹھے کی واجب الوصول مدوں کو جانچنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس رقم کا بیشتر حصہ محض بنکوں کی جانب سے اہل معاملہ کو زر بطور قرض دینے سے معرض وجود میں آیا۔ اور یہ کہ موجودہ زمانے کا زر بشکل چیک، گزشتہ زمانے کے زر بشکل نوٹ کی طرح بنکوں اور ان کے اہل معاملہ کے مابین باہمی قرض داری پر مبنی ہے۔ اس لیے کہ رقوم واجب الوصول کی مدوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ بنکوں کے پاس ۲۷۴ ملین پونڈ بصورت نقد بدست و در بنک آف انگلینڈ جمع ہیں، ۲۳۷ ملین پونڈ اصل مشغول کی شکل میں ہیں، اور ۳۱ ملین پونڈ کا اصل ان کی عمارتوں میں جن میں وہ کاروبار کرتے ہیں مصروف ہے۔ اور یہ کہ ۱۲۴۹ ملین پونڈ انھوں نے اہل معاملہ کو بطور قرض دئیے اور اس کی شکل یا تو یہ تھی کہ ہنڈیوں پر بٹہ کاٹا گیا یا رقم بطور قرض دی گئی یا اطلاع قریب کے یا عند الطلب قرضے دیئے گئے۔ بنک کے چٹھوں میں موخر الذکر مد کو بالعموم ”اطلاع قریب کے یا عند الطلب قرضوں“ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے لیکن یہ رقم اکثر صورتوں میں ہنڈی دلالوں کو، جن کے کاموں کا بیان آگے ہوگا بطور قرض دی جاتی ہے۔ اور اگرچہ بنکوں کے دوسرے قرض گیروں کے مقابلے میں ان سے رقم طلب کرنے پر بہت جلد واپس مل جاتی ہے، پھر بھی وہ قرضہ ہی ہے اور اسی لیے وہ نقد کے معمولی مفہوم کے لحاظ سے بظاہر نقد نہیں ہوتی۔ اس طرح ہنڈیوں کی سکار کو دونوں جانب سے حذف کر کے اب ہم اس چٹھے کو حسب ذیل شکل میں از سر نو ترتیب دے سکتے ہیں:۔

	ملین پونڈ		ملین پونڈ
نقد بدست و در بنک آف انگلینڈ	۲۷۴	حصہ داروں کو اداشدنی	۱۲۳
مشاغل اصل	۲۳۷	اہل معاملہ کو اداشدنی	۱۶۶۵
عمارات	۳۱	....	
اہل معاملہ سے وصول شدنی ...	۱۲۴۹	....	
میزان	۱۷۸۸		۱۷۸۸

اس طرح یہ معلوم ہوتا ہے کہ بنکوں کی جانب سے اہل معاملہ کو جتنی رقم ادا شدنی ہے اس کا ۴/۳ حصہ اہل معاملہ سے جنھوں نے کسی نہ کسی شکل میں بنکوں سے قرضے حاصل کیے ہیں، بنکوں کو وصول شدنی ہے۔ اور اگر ہم انگلستان کے تمام بنکوں کے کاروبار کے اعداد و شمار جوڑ سکیں تو بنکوں کے ذمے کے واجب الادا رقوم کے مقابلے میں رقوم واجب الوصول کا یہ تناسب غالباً کچھ زیادہ ہی ہو جائے گا۔ لیکن ان اعداد کو سردست نہیں پیش کیا جا سکتا۔ اس لیے کہ چھوٹے چھوٹے بنک اپنے شائع کردہ فرد حسابات میں اپنے نقد بدست کو عند الطلب قرضوں سے علیحدہ نہیں کرتے۔ اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ بنکوں کی امانتوں کا بیشتر حصہ جمع کنندوں کی امانتی رقم پر مشتمل نہیں ہوتا بلکہ اہل معاملہ کے حاصل کردہ قرضوں کی بنا پر قائم شدہ امانتوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ کیونکہ ہر قرضے کی بنا پر جو اہل معاملہ کو دیا جاتا ہے بنک میں اتنی ہی امانت قائم ہو جاتی ہے، اس لحاظ سے چونکہ ہمارے چٹھے میں ایسے قرضوں کی مقدار ۱۲۴۹ ملین پونڈ ظاہر ہوتی ہے اس لیے ۱۶۶۹ ملین پونڈ مجموعی امانتوں کے منجملہ ۱۲۴۹ ملین پونڈ قرضے دے کر تخلیق کئے گئے ہیں۔

اب اس کی تفہیم کرنے کے لیے کہ قرضے کی بنا پر امانت کس طرح قائم ہوتی ہے، ہم یہ فرض کرتے ہیں کہ آپ ایک ہزار گنی کی قیمت کی ایک موٹر کار خریدنے کی غرض سے اپنے ساہو سے اتنی رقم بطور قرض حاصل کرنا چاہتے ہو۔ بنابریں آپ کو قابل بیع و شری دستاویزات اس کے یہاں مکفول کرنے پڑیں گے اور اس کے بعد آپ کو قرضہ مل جائے گا اور آپ کے رواں حساب میں اتنی رقم شریک کردی جائے گی۔ بہ تقاضائے دور اندیشی آپ یہ سب انتظامات موٹر کار کی قیمت ادا کرنے سے بہت دن قبل کر رکھتے ہو اور اس لحاظ سے اس مدت کے دوران میں بنک کی امانتوں میں آپ کے ۱۰۵۰ پونڈ کے قرضے کا بعنوان امانت اضافہ ہوتا ہے اور بنک کے چٹھے میں دوسری جانب "قرضہ جات بہ اہل معاملہ" کی مد میں بھی اتنی ہی رقم کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس طرح ظاہر ہے کہ قرضہ دینے سے بنک میں امانت قائم ہو جاتی ہے۔

لیکن آپ نے ایک معین مقصد سے قرضہ حاصل کیا نہ کہ اس غرض سے کہ

وہ رقم اپنے بنک ہی میں رکھ چھوڑ دے گے۔ اس لحاظ سے یہ خیال قائم کیا جاسکتا ہے کہ جب آپ نے اس رقم کو موٹر کار کی قیمت ادا کرنے کے لیے استعمال کیا تو امانت زائل ہو جائے گی۔ لیکن درحقیقت ایسا نہیں ہوتا۔ اگر موٹر کار فروخت کرنے والا آپ ہی کے بنک کا کھاتہ دار ہے (اور ہم یہ فرض کئے لیتے ہیں کہ یہ بنک **بارک لے** نامی ہے) تو وہ آپ کے جاری کردہ چیک کو بنک میں بھیج کر اس کی مندرجہ رقم اپنے حساب میں شریک کروائے گا۔ اور **بارک لے بنک** کی حیثیت اس کی اپنی امانتوں کی حد تک غیر متبدلہ رہے گی، اور آپ کے قرضہ حاصل کرنے سے اس کی امانتوں میں جتنا اضافہ عمل میں آیا تھا وہ بدستور قائم رہے گا۔ لیکن اگر، جیسا کہ بظاہر زیادہ ممکن اور اغلب ہے، بیوپاری کا کھاتہ کسی دوسرے بنک (مثلاً فرض کرو کہ **لائڈز بنک**) میں ہے، تو وہ آپ کا تحریر کردہ چیک **لائڈز بنک** میں پیش کرے گا اور **لائڈز بنک** بقدر ۱۰۵۰ پونڈ **بارک لے بنک** کا لین دار بن جائے گا۔ اس میں شک نہیں کہ درحقیقت اس قدر چھوٹا سا معاملہ، بنکوں کے ایک دوسرے کے مقابلے میں کثیر المقدار واجب الادا و واجب الوصول رقوم کو حساب کتاب میں درج کرنے اور زائل کرنے کے عمل سے 'بے باق ہو جائے گا'، اور اس کی حیثیت گھاس کی گٹھری میں محض ایک تنکے کی سی ہوگی، لیکن سہولت تفہیم کی خاطر ہم یہ فرض کر لیتے ہیں کہ یہ چھوٹی رقم کا چیک ہی وہ واحد معاملہ ہے جو **بارک لے بنک** اور **لائڈز بنک** کے مابین اس دن جس دن کہ چیک پیش کیا گیا طے پایا۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ **بارک لے بنک** **لائڈز بنک** کے یہاں **بنک آف انگلینڈ** کے نام تحریر کردہ ایک چیک بھیج دے گا تاکہ موخر الذکر بنک میں جہاں جیسا کہ آگے چل کر بیان ہوگا سب بنک حسابات بے باق کرنے کے لیے رقم جمع کرتے ہیں، **بارک لے بنک** کی جو رقم بطور امانت جمع ہے اس میں سے **لائڈز بنک** ۱۰۵۰ پونڈ کی واجب الوصول رقم حاصل کر سکے اور اس معاملے کا آخری نتیجہ یہ ہوگا کہ **بارک لے بنک** میں بمد "قرضہ جات بہ اہل معاملہ" ۱۰۵۰ پونڈ بڑھ جائیں گے اور "نقد در **بنک آف انگلینڈ**" کی مد میں ۱۰۵۰ پونڈ **بارک لے بنک** کے حساب میں کم ہو جائیں گے۔ اور اس کے برعکس **لائڈز بنک** میں بمد امانت ۱۰۵۰ پونڈ کا اضافہ عمل میں آئے گا اور "نقد در **بنک آف انگلینڈ**"

کی مد میں بھی لائڈز بنک کے ۱۰۵۰ پاونڈ بڑھ جائیں گے۔ لیکن لائڈز بنک کی امانت کی مد میں ۱۰۵۰ پونڈ کا اضافہ آپ کے قرضہ حاصل کرنے کی وجہ سے واقع ہوگا اور گو فروشندہ کارہی اس رقم کو لائڈز سے حاصل کرے گا مگر نقد کی صورت کی بجائے چکوں کی صورت میں حاصل کرنے کی وجہ سے وہ رقم غالباً صرف چھوٹے چھوٹے اجزا میں دوسرے بنکوں کی امانتوں میں منتقل ہو جائے گی۔ اور جس وقت تک آپ کا قرضہ ادا شدنی باقی رہے گا اس وقت تک اس کے مقابلے میں کسی نہ کسی بنک میں ایک امانت قائم رہے گی تاوقتیکہ نوٹوں یا سکوں کی شکل میں نقد رقم حاصل نہ کرلی جائے جس کا بہت کم امکان ہے۔ اور اگر نوٹ یا سکے کی شکل میں بھی امانت واپس لے لی جائے تب بھی اغلب یہی ہے کہ یہ نقد زر پھر کسی دوسرے بنک میں جمع ہو جائے اور وہاں اس سے امانت قائم ہو جائے۔ اس طرح ہم اپنے ابتدائی نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ آپ کے ۱۰۵۰ پونڈ کا قرضہ حاصل کرنے کے عمل نے بحیثیت مجموعی بنک کی امانتوں میں اس رقم کی حد تک اضافہ کر دیا۔

جب کبھی بنک کوئی قرضہ دے گا، خواہ اس کی ضمانت یا کفالت میں قرض گیر صرافے کے تمسکات پیش کرے جیسا کہ مندرجہ بالا مثال میں ہوا، خواہ روئی کی گانٹھ یا کئی ٹن تانبا پیش کرے، یا جب کبھی بنک کسی ہنڈی پر بٹہ کاٹے گا اس وقت اسی طرح کے استدلال کا اطلاق ہوگا۔ بہرصورت وہ قرض گیر کو یا ہنڈی فروش کو قرضہ دے کر اتنی رقم اس کے حساب میں اپنی کتاب میں درج کرلیتا ہے، دوسرے الفاظ میں وہ اس کی امانت اپنے یہاں قائم کرلیتا ہے۔ اور گو یہ اغلب بلکہ تقریباً یقینی ہے کہ یہ امانت کسی دوسرے بنک میں منتقل ہو جائے، لیکن اس طرح سب بنکوں کی مجموعی امانتوں میں اضافہ ہو جاتا ہے اور یہ اضافہ اس وقت تک قائم رہتا ہے جب تک کہ قرضوں کا وجود باقی ہے۔ اور اس طرح ظاہر ہے کہ ایک بنک کے دیئے ہوئے قرضے دوسرے بنکوں کی امانت بن جاتے ہیں اور اس کی امانتیں زیادہ تر دوسرے بنکوں کے دیئے ہوئے قرضوں پر مشتمل ہوتی ہیں۔

خواہ بنک صرافے کے تمسکات ہی میں رقم مشغول کیوں نہ کرے وہی نتیجہ

رونما ہوگا، یعنی یا تو خود اسی بنک کی یا کسی دوسرے بنک کی امانتوں میں اضافہ ہوگا۔
جب کوئی بنک اپنی رقم مشغول کرتا ہے تو وہ تمسک دلال کے توسط سے تمسک
خریدکرتا ہے چونکہ بنک میں اس تمسک دلال کا کھاتا ہوتا ہے اس لیے بنک
تمسک کی قیمت اس طرح اداکرتا ہے کہ تمسک دلال کی جمع کردہ امانت میں
مقررہ رقم کا اضافہ کردیتا ہے جس کو ہم ۵۰۰۰۰۰ پونڈ فرض کیئے لیتے ہیں۔
اس حد تک کاروبار کا اثر یہ ہوگا کہ بنک کے اثاثے یا واجب الوصول رقوم میں
بوجہ مشاغل اصل نصف ملین پونڈ کا اضافہ عمل میں آئے گا اور اس کی امانتوں کی
مقدار بھی بقدر نصف ملین پونڈ بڑھ جائے گی۔ لیکن دلال صرافے میں اس
فروشندۂ تمسک یا بقول مشہور "کارندہ" کو تمسک کی قیمت اداکرنے کے لیے
فوراً چاک تحریر کرتا ہے جس سے معاملہ ہوا اور "کارندہ" اس دلال کو چاک
لکھ دے گا جس سے اس نے (کارندہ نے) تمسک خریدا اور یہ دلال اپنے
موکل کو جو اصلی فروشندہ ہے چاک لکھدے گا۔ ان درمیانی اشخاص کے ہیں
جو چاک تحریر ہوں گے وہ تقریباً سب ایک دوسرے کو زائل کردیں گے،
صرف مختلف ہاتھوں سے گزرنے میں قیمتوں میں جو فرق رونما ہوں گے ان کی
ادائی کمیشن کی منہائی اور معاہدے کے اسٹامپ کے کاغذ کی ادائی بصورت نقد
ہوگی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بنک نے (مثلاً مڈلینڈ نے) نصف ملین کی جو خریداری
کی وہ فروخت کے متعدد چھوٹے چھوٹے عملوں پر مشتمل ہو، چنانچہ معاملہ طے اور بیباق
ہونے سے قبل بہت سے مدات متاثر ہوں گے۔ لیکن اس مثال کو آسان بنانے
کی غرض سے ہم یہ فرض کریں گے کہ پورے نصف ملین پونڈ کے تمسک کسی بیمہ کمپنی نے
فروخت کیئے اور یہ کہ کمپنی مذکور کو جو نصف ملین پونڈ یا اس کے قریب قریب جو
رقم وصول ہوئی ہے اس کے چاک کو کمپنی **ویسٹ منسٹر** بنک میں اپنے حساب میں
جمع کرادیتی ہے۔ اس صورت میں آخری نتیجہ یہ ہوگا کہ **مڈلینڈ بنک** کے
دلال کی ادائی سے جو وہ اپنے حساب میں داخل کردہ رقم سے کرے گا **مڈلینڈ بنک**
کی امانتیں بحیثیت مجموعی غیر متبدل حالت میں رہیں گی اور **مڈلینڈ بنک** کے
فاضلات سے جو **بنک آف انگلینڈ** میں جمع ہوں گے نصف ملین پونڈ نکل کر

ولیسٹ منسٹر بنک کے حساب میں جمع ہوجائیں گے۔ اور اس موخرالذکر بنک کی امانتوں میں بھی نصف ملین کا اضافہ عمل میں آئے گا۔ مڈلینڈ بنک کے حصے میں مشاغل اصل بقدر نصف ملین بڑھ جائیں گے اور اس کا جو نقد بنک آف انگلینڈ میں ہے اس سے نصف ملین کم ہوجائیں گے۔ گویا مڈلینڈ اپنی اس خریداری سے ولیسٹ منسٹر کی امانتوں میں نصف ملین کا اضافہ کردے گا۔ چنانچہ ولیسٹ منسٹر اپنے فرد حساب میں اثاثے اور واجبات کی جانب اسی قدر اضافہ درج کردے گا۔ اس لیے کہ بنک آف انگلینڈ میں ولیسٹ منسٹر کے جو فاضلات ہیں ان میں مڈلینڈ بنک سے حاصل شدہ نصف ملین پونڈ کا اضافہ ہوجائے گا۔

لیکن ایک چالاک اور متشکی بنک کے مینیجر کے سامنے جو اس قسم کی نظریہ بازی کا قائل نہ تھا جب معاملے کے اس پہلو کو پیش کیا گیا تو اس نے یہ اعتراض کیا کہ عملی صورت میں خرید کردہ تمسک ابتدائی واصلی مالک کے یہاں سے نہ ملے گا بلکہ اس "کاروباری" دلال[1] کے ذخیرے سے دستیاب ہوگا جو اپنا کاروبار قرض پر چلاتا ہو چنانچہ اس کا قرضہ تمسک کے اس لین دین کے طے پانے کے بعد ادا ہوجائے گا۔ اگر حقیقت میں صورت حال ایسی ہی ہو تو مڈلینڈ بنک کی خریداری کی وجہ سے جو امانت وجود میں آئے گی وہ "کاروباری" دلال کے بنک میں تخلیق شدہ امانت کے زائل ہوجانے کی وجہ سے زائل یا متوازن ہوجائے گی۔ اور امانتوں میں کسی قسم کا اضافہ نہ ہوگا۔ اس صورت میں امانت کو زائل کیے بغیر قرضہ ادا ہوجائے گا بصورت دیگر امانت بھی زائل ہوجاتی۔ گویا کہ مڈلینڈ کی خریداری مجموعی امانتوں میں کمی کو روک دیتی جس کے معنی ایک لحاظ سے تقریباً اضافے ہی کے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ ممکن معلوم ہوتا ہے کہ "کاروباری" دلال جس کے تمسک کا ذخیرہ اس طرح گھٹ گیا از سر نو اپنے ذخیرے کی بابجائی کرے اور نئے تمسکات خریدکران پر قرض لے اور اس طرح سے ہمارے مفروضہ اضافۂ امانت کو واقعی بنا دے۔ چونکہ یہ فرض کیا جا سکتا ہے کہ کاروباری دلالوں کے ذخیرے میں قرض پر خریدے ہوئے تمسکات کی تعداد تقریباً ہمیشہ یکساں رہے گی اس لیے

[1] Jobber

اس بات کو بطور عام قاعدے کے تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ جب بنک تمسکات خریدتے ہیں تو وہ امانتوں میں اضافہ کرتے ہیں اور اگر ان کی امانتوں میں اضافہ نہ بھی ہو تب بھی وہ امانتوں کی تخفیف کو روکتے ہیں جو تمسکات کے "رہن" سے نکل کر اصلی قابضوں کے ہاتھ میں پہنچنے سے واقع ہوتی۔

اس طرح بمقابلہ قدیم زمانے کے جبکہ بنک نوٹ جاری کر کے کاروبار انجام دیتا تھا اب، جبکہ بنک کا کاروباری نظام امانتوں اور چکوں کے ذریعے سے عمل کرتا ہے، زرسازی کے اصول کو سمجھنا بہت دقت طلب اور پیچیدہ ہو گیا ہے۔ جس وقت نوٹ تجارت میں آلۂ مبادلہ کا کام انجام دیتے تھے بنک معاملہ طے پانے کے بعد ہنڈی پر بٹہ کاٹ کر یا قرضہ منظور کر کے یا اصل مشغول کر کے نوٹ کی صورت میں اہل معاملہ کو رقم ادا کرتا تھا، اور یہ رقم اس کے (بنک کے) ذمے بصورت نقد واجب الادا ہو جاتی تھی۔ مگر اب وہ قرضہ دے کر یا اصل مشغول کر کے یا ہنڈی پر بٹہ کاٹ کر اتنی رقم کو بطور امانت اپنے کھاتے میں درج کر لیتا اور اس طرح نقد ادائی کی ذمہ داری اپنے سر پر عائد کر لیتا ہے۔ لیکن اس واجب الادا رقم کا اکثر صورتوں میں تقریباً فوراً مطالبہ کیا جاتا ہے اور وہ تقریباً فوراً ہی ادا کر دی جاتی ہے، اور اس طرح دوسرے بنک میں بطور امانت ایک ایسے چک کی شکل میں جو قرض دہندہ بنک یا اصل مشغول کرنے والے بنک کے نام تحریر ہوتا ہے، منتقل ہو جاتی ہے۔ یہ چک اس بنک کو جو اسے وصول کرتا ہے یہ حق عطا کرتا ہے کہ وہ **بنک آف انگلینڈ** سے جہاں دین دار بنک کی رقم بطور امانت جمع ہوتی ہے، مندرجہ چک رقم وصول کرے اور اعتبار کی جو بہت بڑی مقدار اس طرح پیدا اور منتقل ہوئی اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ داد و ستد کی میزان برابر ہو جائے گی۔

اب یہ دیکھنے کے لیے کہ یہ عمل کس طرح ہوتا ہے ہمیں صفحہ (۵۶ انگریزی) پر مندرجہ چٹھے سے سب قرضہ جات، بٹہ اور مشاغل اصل اور ان کے مقابل کی امانتوں کی مدوں کو خارج کر دینا چاہیئے، اور از سر نو انھیں مرتب کرنا چاہئے۔ ان مدوں کے اخراج سے چٹھا دوسرے اعتبارات سے

سادہ ہو کر یہ شکل اختیار کرے گا:-

	ملین پونڈ		ملین پونڈ
(۱) نقد بدست و در بنک آف انگلینڈ	۲۷۴	اصل اور محفوظ ذخیرہ	۱۱۶
		منافع و نقصان	۷
(۲) عمارات	۳۱	مد امانت و مدروراں	۱۸۲
میزان	۳۰۵	میزان	۳۰۵

اگر دوسرے ہی دن ان پانچ بنکوں میں سے ہر بنک دس ملین پونڈ کا قرضہ دے اور دو ملین مشغول کرے اور اس رقم کا چکوں کے ذریعے سے مطالبہ کیا جائے اور یہ سب چیک پانچ بنکوں میں اسے کسی نہ کسی میں پھر جا کر جمع ہو جائیں تو اس سے مجموعی نقد بدست اور نقد در بنک آف انگلینڈ میں تو کوئی تبدیلی واقع نہ ہوگی۔ لیکن امانتوں کی مجموعی مقدار میں ۶۰ ملین پونڈ کا اضافہ ہو جائے گا۔ اور اس کا اندراج دوسری جانب قرضوں اور پیشگی ادا کردہ رقموں کی شکل میں حسب ذیل ہوگا:-

	ملین پونڈ		ملین پونڈ
نقد بدست و در بنک	۲۷۴	اصل اور ذخیرۂ محفوظ	۱۱۶
مشاغل اصل	۱۰	منافع و نقصان	۷
قرضے	۵۰	مد امانت و مدروراں	۲۴۲
عمارات	۳۱	....	
میزان	۳۶۵	میزان	۳۶۵

اگر اس عمل کو اسی طرح جاری رکھا جائے تو بالآخر ہم انھیں حقیقی اعداد و شمار پر جو ابتدا میں پیش کئے گئے تھے پہنچ جائیں گے۔ یہ مفروضہ کہ کاروبار صرف انھی پانچ بنکوں کے

مابین انتقالات کے عمل کی صورت اختیار کرے گا اور ان کے علاوہ دوسرے بنکوں سے کاروبار کا کوئی تعلق نہ ہوگا ہماری پیش کردہ مثال کو بظاہر سطحی اور غیر واقعی بنا دیتا ہے۔ گو اگر ہمیں انگلستان کے سب بنکوں کا مجموعی چٹھا مل سکے تو ہمارا مفروضہ واقعہ ثابت ہوگا۔ اگرچہ ایسا چٹھا طلائی سکوں اور نوٹوں کی ممکنہ واپسی کی وجہ سے کسی قدر پیچیدہ سا ہو جائے گا۔ لیکن پھر بھی ایسے سکوں اور نوٹوں کی مقدار منتقل شدہ رقموں کی مجموعی مقدار کا بہت ہی حقیر جزو ہوگی۔ اور یہ بھی انجام کار پھر بنکوں میں جا کر جمع ہو جائیں گے۔

لیکن اگر ہم دوسرے بنکوں کے مسئلے اور ان کے باہمی عمل اور ردعمل کے مسئلے کو حذف کر دیں تو ہم غالباً اس مسئلے کی بہتر طریق پر توضیح کر سکتے ہیں۔ ہم ایک ایسے چھوٹے مقامی بنک کی مثال فرض کرتے ہیں جو کسی قصبے میں واقع ہے اور جس کو وہاں کے سارے بنک کے کاروبار کا اجارہ حاصل ہے۔ اور بنا بریں وہ ہر شخص کو جو قرض لینے کے قابل ہو قرضہ دیتا ہے اور ہر ایسے شخص کی امانت جمع کرتا ہے جو بنک میں حساب رکھنا چاہتا ہو۔ اور ہم یہ بھی فرض کئے لیتے ہیں کہ اس قصبے کے باشندے، جہاں تک کہ مالی معاملات کا تعلق ہے، بقیہ کاروباری دنیا سے بالکل الگ تھلگ رہتے سہتے ہیں۔ ہم اس بنک کا ایک فرضی اور سیدھا سادا چٹھا حسب ذیل شکل میں مرتب کر سکتے ہیں :-

	ملین پونڈ		ملین پونڈ
نقد بدست	۲۰۰،۰۰۰ پونڈ	اصل	۱۰۰،۰۰۰ پونڈ
مشاغل اصل	۴۰۰،۰۰۰ پونڈ	امانت	۱،۵۰۰،۰۰۰ "
بٹہ اور قرضے	۱،۰۰۰،۰۰۰ "	....	
میزان	۱،۶۰۰،۰۰۰ پونڈ	میزان	۱،۶۰۰،۰۰۰ پونڈ

ان سادہ اور مختصر عددوں کے موجود ہوتے ہوئے اور اس قلیل اور گنجھی ہوئی آبادی پر نظر رکھتے ہوئے جس کے کاروبار کی یہ اعداد نمایندگی کرتے ہیں۔ ہم ان تمام

معاملات کے عملی پہلو کا نقشہ بہ آسانی اپنے ذہن میں قائم کر سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ چھوٹا سا قصبہ ۰۰۰ ۵۰۰ ۱ پونڈ کی امانتیں بنک سے قرضہ لیے بغیر کبھی جمع ہی نہ کر سکتا تھا۔ اس لیے کہ اتنے چھوٹے سے مقام میں اتنی کثیر رقم کبھی موجود ہی نہ تھی۔ اس کے باشندوں نے غالباً صرف ۰۰۰ ۱۰۰ پونڈ بطور امانت جمع کیئے ہوں گے اس لیے کہ بعد نقد بدست بنک میں کل ۰۰۰ ۲۰۰ پونڈ ہیں جن کے منجملہ ۰۰۰ ۱۰۰ پونڈ حصہ داروں کے حصص کی رقم کہی جا سکتی ہے جو بنک کا اصل ہے۔ اور باقی امانتیں خود بنک ہی کی تخلیق کردہ ہیں۔ چنانچہ بنک نے ۰۰۰ ۲۰۰ پونڈ نقد بدست کی بنیاد پر مقامی کاغذ کی گرنی اور کرنسی کے کارخانے کی ہنڈیوں پر بٹہ کاٹا اور ضمانتوں اور اشیاء کی بنیاد پر جو اہل معاملہ کی جانب سے پیش کیئے گئے تھے اور جنھیں وہ عمدہ اور قابل قبول خیال کرتا تھا قرضے دیئے اور خود ۰۰۰ ۴۰۰ پونڈ کے تمسکات خرید کر کے ان تمسکات کی بنیاد پر اہل معاملہ کو اپنے (بنک کے) نام چیک لکھنے کا حق دیا اور اس رقم کی حد تک اپنے کھاتوں میں ان کی امانتیں قائم کریں۔

بنک سے قرضہ حاصل کرنے والے غالباً عام طور سے سب، صناع اور تاجر ہوں گے جنھوں نے پیداوار کی تیاری اور ان کی قیمتوں کی وصولی کے درمیانی زمانے میں ضروری مصارف کے لیے روپیہ فراہم کر لینے کی غرض سے ہنڈیاں جاری کر کے ان پر بٹہ کٹوایا اور ان کی بنیاد پر پیشگی رقم بنک سے حاصل کی۔ اس طرح قرضہ لینے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ان کی تجارتی حالت خراب ہے۔ منافعہ انھیں باقاعدہ وصول ہو رہا ہے۔ لیکن چونکہ ایک مرتبہ منافعہ وصول ہو چکنے کے بعد دوسری مرتبہ منافعہ حاصل کرنے کی جستجو میں وہ کام شروع کر دیتے ہیں اس لیے قرضہ لے کر ضروری مصارف کے لیے اصل فراہم کرتے ہیں اور بنک ان کے مطالبات ادا کر کے اپنے منشاء تخلیق کو پورا کر رہا ہے اور صنعت کے لیے بطور قرض روپیہ فراہم کرنے کا بدیہی اور سب سے مفید کاروبار انجام دے رہا ہے۔ زمیندار، شغل اصل کرنے والے اور پیشہ ور طبقے، جو آخر میں چل کر دولت آفرینوں اور دولت تقسیم کرنے والوں ہی کی کمائی سے پلتے ہیں

اور اس طرح ان سے لگان سود یا فیس کی شکل میں محصول وصول کرتے ہیں، یہی طبقے غالباً سب سے زیادہ بنک میں امانتیں جمع کرتے ہیں۔ چنانچہ بنک سے بٹہ، قرضہ یا اوورڈرافٹ کی بنیاد پر چک لکھنے کا حق حاصل کرنے والوں کے تحریر کردہ چک جب ان طبقوں کو وصول ہوتے ہیں تو وہ بجنسہ انھیں بنک میں واپس بھیج دیتے ہیں اور مندرجہ رقمیں ان کے حساب میں جمع ہو جاتی ہیں۔ صناع اور تاجر، جو بنک سے قرضہ حاصل کرتے ہیں، اس قرضے کا ایک حصہ مزدوروں کی اجرت ادا کرنے کے لیے سکوں کی شکل میں لیتے ہیں۔ یہ سکے مزدوروں سے دُکان داروں کے پاس منتقل ہو جاتے ہیں اور جب دُکان دار اپنی پس انداز کردہ رقم بنک میں داخل کرتے ہیں تو ہر پھر کر یہی سکے پھر بنک میں واپس چلے جاتے ہیں۔ اس لیے کہ سب خردہ فروش دکان دار اپنی تجارت کی نوعیت کی بنا پر سکوں کی کثیر مقدار اپنے ساہوکاروں کے پاس بالعموم رکھتے ہیں اور دوسرے طبقے چکوں کی شکل میں اپنی امانت جمع کرتے ہیں۔ اس طرح ظاہر ہے کہ قرضوں اور بٹے کی شکل میں اہل معاملہ کی ایک جماعت کو بنک جو اعتبار مہیا کرتا ہے وہ قرضوں اور بٹوں کی بنا پر قائم شدہ امانتوں کی شکل میں دوسرے قسم کے اہل معاملہ کے ذریعے سے بنک میں واپس آجاتا ہے۔

متذکرۂ بالا صورت میں ہمیں معلوم ہوا کہ بنک اس مخصوص اور اجارہ داری کی حیثیت میں قلیل سی نقد کی بنیاد پر ہنڈیوں پر بٹہ کاٹ کر اور قرضے دے کر چک تحریر کرنے کا حق تخلیق کر سکتا ہے۔ اور وہ اس بنا پر ایسا کرتا ہے کہ اس کو اس کی پوری توقع ہوتی ہے کہ ایک اہل معاملہ کی جانب سے تحریر کردہ چک دوسرے اہل معاملہ کے ذریعے سے بنک میں واپس آکر جمع ہو جائیں گے یا اس کو یہ توقع ہوتی ہے کہ بعض مخصوص صورتوں میں، جن میں کہ چک تحریر کرنے کا حق سکے یا نوٹ نقد لے کر استعمال کیا جاتا ہے، نوٹ اور سکے گردش کرتے کرتے جن جن کے ہاتھ میں پہنچیں گے وہ انھیں وصول کر کے پھر اپنے اپنے حساب میں جمع کرنے کے لیے بنک میں بھیجدیں گے۔ چنانچہ جب اہل معاملہ بنک سے حاصل کیے ہوئے قرضوں کو ادا کرتے ہیں یا ان ہنڈیوں کی رقم ان کی میعاد ختم ہونے کے بعد ادا کرتے ہیں جن کو انھوں نے بنک میں

بٹہ کاٹنے کے لیے پیش کیا تھا تو اہل معاملہ رقم کی ادائی کا یا تو صرف یہ طریقہ اختیار کرتے ہیں کہ بنک میں اپنی پس انداز کردہ رقم امانت کی بنیاد پر بنک کو خود اسی کے نام چیک تحریر کر دیتے اور اس طرح اپنی امانتوں کو زائل کر دیتے ہیں یا جیسا کہ اغلب ہے یہ طریقہ اختیار کرتے ہیں کہ نقد سکے اور نوٹ بنک میں بھیج دیتے ہیں۔ اور یہ نقد سکے اور نوٹ انھیں ایسے اشخاص سے وصول ہوتے ہیں جو بنک سے اپنی نقد امانت واپس حاصل کرنے کی غرض سے اپنی امانت زائل کر دیتے ہیں۔ اس طرح بنک جب قرضے دیتا اور ہنڈیوں پر بٹہ کاٹتا ہے تو وہ اپنے یہاں اتنی ہی رقم کی امانت قائم کر لیتا ہے اور جب یہ قرضے ادا ہو جاتے ہیں اور ہنڈیوں کی رقم مدت معینہ کے بعد وصول ہو جاتی ہے تو وہ اس قائم کردہ اعتباری امانت کو زائل کر دیتا ہے۔ گو عملی کاروبار میں یہ زیادہ اغلب ہے کہ ایک کا لیا ہوا قرضہ جب ادا کر دیا جائے اور ہنڈی کی رقم جس پر بٹہ کاٹا گیا تھا جب مدت معینہ کے بعد ادا ہو جائے تو از سر نو دوسرے کو قرضہ دے دیا جائے اور دوسری ہنڈیوں پر بٹہ کاٹا جائے۔

اس چھوٹے سے بنک کی مثال سے، جو ایک فرضی دور افتادہ قصبے میں واقع ہے، ہم یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ کس طرح اسی کے بالکل مماثل انگلستان کے بنکوں کا کاروبار بھی بحیثیت مجموعی انجام پاتا ہے۔ اگرچہ انگلستان کے بنکوں کے کاروبار کا جہاں تک تعلق ہے وہاں تک ایک بنک سے دوسرے بنک میں انتقالات عمل میں آنے کی وجہ سے معاملات پیچیدہ ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ بنک کے کاروبار کے نشو و ارتقا کی تاریخ اسی قسم کے عمل کو بیان کرتی ہے۔ ابتداءً جب بنک اجرائے نوٹ کا کاروبار کرتے تھے تو وہ اپنے جاری کردہ کاغذی زر کی شکل میں اہل معاملہ کو زر بطور قرض دیتے تھے اور اس لحاظ سے ان کے رقوم واجب الوصول میں قرضے درج ہوتے تھے اور رقوم واجب الادا میں بالمقابل ان کے جاری کردہ نوٹ درج ہوتے تھے۔ بنک نوٹ جاری کرتا تھا اور ان ہی نوٹوں کو بطور قرض قرض گیرندہ کو دیتا تھا۔ موجودہ زمانے میں بنک اپنے کھاتوں میں اعتباری امانت تخلیق کرتا ہے، اور اس لحاظ سے اس کے چٹھے کے واجب الادا کے خانے میں جاری کردہ نوٹوں کی بجائے مد رواں اور مد امانت درج ہوتے ہیں۔

بنک اپنے اہل معاملہ کی مدد کے بغیر اس اعتبار کی تخلیق نہیں کرسکتا۔ اس بنا پر ممکن ہے کہ یہ معارضہ کیا جائے کہ اس اعتبار کی تخلیق کرنے والے بنک نہیں ہیں بلکہ اہل معاملہ ہیں جو ان کے پاس قرضے کی درخواست پیش کرتے ہیں اور دوسرے وہ ضمانتیں ہیں جو اہل معاملہ کی جانب سے پیش کی جاتی ہیں اور جن کو بنک مناسب کفالت خیال کرتے ہیں۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ بنک اس وقت تک قرضے نہیں دے سکتے جب تک کہ کوئی قرضے کی درخواست نہ کرے۔ اور اس طرح ان کے قرضہ دینے کی صلاحیت کا مدار قوم کی ضرورتوں پر اور اس غیر مکفولہ ملک و جائداد کی رسد پر ہے جس کو قوم بطور ضمانت پیش کرنے کے لیے مہیا کر سکتی ہے۔ لیکن یہ مسئلہ کہ آیا تخلیق کا کام بنک انجام دیتے ہیں یا ان کے قرض گیرندہ اہل معاملہ انجام دیتے ہیں اس وقت تک کوئی اہمیت نہیں رکھتا جب تک کہ یہ واقعہ ذہن نشین رکھا جائے کہ بنک کے چٹھوں میں امانتوں کی جتنی مقدار درج کی جاتی ہے ان کا بیشتر حصہ کتابی اعتبار کی بنا پر (جو بٹہ، قرضہ یا اوور ڈرافٹ[۵] کی شکل میں دیا جاتا ہے) تخلیق کیا جاتا ہے، اور یہ اعتبار اہل معاملہ کی درخواست پر ان کو بنکوں کی جانب سے دیا جاتا اور ان اہل معاملہ کے پاس سے دوسروں کے پاس منتقل ہوتا ہے۔

عام نتیجہ جو اخذ کیا گیا ہے یہ ہے کہ کاروبار کرنے کے دوران میں بنک میں جو امانتیں قائم ہوتی ہیں ان کی بنیاد ایک تو قلیل حد تک اس زر نقد پر ہوتی ہے جو جمع کنندوں کی جانب سے بنک میں جمع کیا جاتا ہے۔ دوسرے بڑی حد تک ان تمسکات پر ہوتی ہے جن کو اعتبار تخلیق کرنے والے خریدتے ہیں (مگر پھر بھی ان کی مقدار نسبتہً قلیل ہی ہوتی ہے) اور تیسرے سب سے زیادہ مقدار میں ان قرضوں پر ہوتی ہے جو اعتبار تخلیق کرنے والے بنکوں کی جانب سے دئے جاتے ہیں۔

لیکن اس اخذ کردہ نتیجے میں کوئی ایسی چیز نہیں جو تعجب خیز ہو۔ اگرچہ وہ لوگ جو بنک کی کل امانتوں کو جمع کنندوں کی جانب سے جمع کردہ زر نقد تصور کرنے کے خوگر ہو چکے ہیں، جب معاملے کا دوسرا رخ ان کو سمجھایا جاتا ہے تو اس سے بعض اوقات

---

۵ Ooverdraft

سخت حیرت زدہ ہوتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ بنک کا قائم کردہ اعتبار گویا بنکوں اور ان کے اہل معاملہ کے مابین ایک قسم کی ناروا سازش ہے۔ خفیف سے غور و خوض سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ کاروبار میں سہولت پیدا کرنے والی اور نہایت باقاعدہ چلنے والی اعلیٰ درجے کی کل ہے، جس کی وجہ سے نہ صرف سکوں کے استعمال میں کفایت ہوتی ہے، بلکہ غیر معمولی سہولت اور کم مصارف کے ساتھ ایک نہایت مکمل زر رائج الوقت فراہم ہوتا ہے۔ علیٰ ہٰذا اس امر پر بھی ہمیں مایوسی اور استعجاب کی مطلق ضرورت نہیں ہے کہ بنک کی امانتیں، جہاں تک کہ وہ بطور قرض لی جاتی ہیں اگر ایک طرف دولت کی زیادتی کا ثبوت ہیں، تو دوسری طرف قرض داری کی بھی وسیل ہیں۔

ہر شخص جانتا ہے کہ ان تمام قوموں میں، جو مدت دراز سے صفحۂ روزگار پر آباد ہیں، منظم اور صنعتی حیثیت سے ترقی یافتہ ہیں، دولت کے وسیع اور کثیر ذخیرے جمع ہیں۔ اور اگر ان سب اندوختوں اور ذخائر کو بنکوں میں اکٹھا بھی کر دیا جائے اور ان کا عددی تخمینہ کیا جائے تو اس معلومات سے کوئی خاص فائدہ نہ ہوگا۔ لیکن یہ تصور کہ قرض داری کی مقدار اور زرچک کی مقدار، جس کے ذریعے سے قرض داری دست بدست منتقل ہوتی ہے، اتنی ہی کثیر ہے بہت ہی نادر، امنگ افزا اور عدیم النظیر تصور ہوگا۔ یہ انسان کی ذہانت و ذکاوت کی نہایت عجیب و غریب مثال ہے جو تجارت، کوٹھی کے کاروبار اور تخمین میں سہولت اور ترقی پیدا کرنے کے لیے استعمال کی گئی ہے اور اس کی نشو و نما اور ترقی کا امکان محض اس تجربے اعتماد اور اعتبار کی بنا پر عمل میں آیا جو انگریزوں کی کثیر تعداد کو ایک دوسرے کی تجارتی صلاحیت اور راست بازی اور کسی صورت میں بھی خوش معاملگی کو ہاتھ سے نہ دینے پر ہے۔

اس نظام میں اگر کوئی خامی ہے تو یہ کہ وہ بہت کم ہے۔ انگلستان میں بنک کا کاروبار اس قدر قابلیت اور کامیابی کے ساتھ چلایا گیا ہے اور خصوصاً مشترک سرمائے کے بنکوں کی بنیاد قائم ہونے کے بعد سے اور اشاعت معلومات کا طریق (جو ان بنکوں کے

قائم ہونے کی بنا پر ضروری ہوگیا) جاری ہونے کے بعد سے بنک کے کاروبار میں اس درجہ استقلال کے ساتھ ترقی ہوئی ہے کہ بعض اوقات اس امر کا مشکل سے یقین آتا ہے کہ محض اعتبار تخلیق کر کے اور چک تحریر کرنے کا حق مستعار دے کر بنک، تجارتی کاروبار کی رفتار کو کیونکر تیز کر دیتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ بنک محض اس امر کو فرض کر کے چک تحریر کرنے کا حق مستعار دیتے ہیں کہ اس طرح جو چک تحریر کئے جائیں گے وہ تقریباً سب کے سب ایک دوسرے کو زائل کر دیں گے اور نقد زر قانونی کے لیے بنکوں سے مطالبہ کئے جانے کی نوبت نہ آئے گی۔ اور اس طرح تجارتی گرم بازاری کے زمانے میں بنک اعتبار کی کثیر مقدار فراہم کر کے تجارتی کاروبار کے پہیوں کی گردش بہت تیز کر دیتے ہیں، اور خود بھی سالانہ کاروبار سے خاصا منافع کما لیتے ہیں۔ اگر اعتبار نقد بدست کے اندازہ سے بہت زیادہ بڑھ جائے تو اس کو گھٹا دیتے اور ہاتھ روک لیتے ہیں۔ اگرچہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ غلطی سے غیر اطمینانی قرضہ بھی دے بیٹھتے ہیں۔ بنک کا بیوپار کرنے والوں کی موجودہ نسل کے نزدیک عوام کی جانب سے بنک پر رقم نکالنے کی یورش ایک قصۂ پارینہ ہے اور ایک گزشتہ واقعے کی یادگار سے بڑھ کر اہمیت نہیں رکھتی۔ اس لحاظ سے بعض اوقات ممکن ہے کہ انھیں بنک کے کاروبار کا عمل ایسا ہی سادہ اور آسان معلوم ہو جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا۔ لیکن ایسے دور اندیش، محتاط، دیرینہ تجربہ رکھنے والے اور مستقل مزاج ساہوکاروں کی بڑی اکثریت جو اپنے اور اپنے اہل معاملہ کے مابین باہمی قرض داری کی بنیاد پر اس طرح کا عجیب و غریب اور ساحرانہ کاروبار انجام دیتے ہیں، اس بات کو کافی اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس مسئلے کا ایک دوسرا رخ بھی ہے۔ جس طرح کہ ایک سائکل سوار ہجوم سے بھری ہوئی سڑک کو طے کرتے وقت اپنی زندگی کے لیے نہ صرف اپنی مہارت پر منحصر ہوتا ہے بلکہ دوسرے راہ گیروں اور سواریوں کی احتیاط پر بھی اس کی زندگی کا دارومدار ہوتا ہے، ٹھیک اس طرح انگلستان کے بنکوں کے کاروباری نظام کی بقا نہ صرف اس کے عمدہ اندرونی انتظام پر مبنی ہوتی ہے بلکہ عوام اور اہل معاملہ کے عقل و ہوش پر بھی منحصر ہوتی ہے۔

عوام کے عقل و ہوش کے بجا رہنے پر بنکوں کا یہ انحصار اس بنا پر پیدا

ہوتا ہے کہ بنک کی امانتیں عندالطلب یا نظری حیثیت سے ایک ہفتہ قبل اطلاع دینے پر بصورت نقد قابل ادائی ہوتی ہیں، ایک ہفتے کی اطلاع دے کر جو امانتیں واپس طلب کی جاتی ہیں وہ بھی عملاً ایسی رقمیں ہیں جو عندالطلب واجب الادا ہو جاتی ہیں۔ اس لیئے کہ اگر کوئی شخص اپنی جمع کردہ امانت کو اطلاع دے کر دفعۃً طلب کر بیٹھے تو بنک کے لیے ادائی سے انکار کر دینا بہت مشکل ہو گا۔ اس لحاظ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر عوام یا ان کا کثیر حصہ اپنے اجتماع جو اس کو بالائے طاق رکھ کر جمع کردہ امانتوں کو دفعۃً واپس لے لینے کا تہیہ کر لے تو بنکوں کی حیثیت، اگر ان کے پاس کافی مقدار میں زر قانونی موجود نہ ہو جس کی مدد سے وہ ابتدائی مطالبات کو استقلال کے ساتھ ادا کر کے شورش کو فرو کر سکیں، متزلزل ہو جائے گی، اور ان کی جان پر آ بنے گی۔

بظاہر یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ چونکہ بنک کی امانتوں کا بیشتر حصہ، جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے، قرضوں اور بٹوں کی شکل میں دیئے ہوئے اعتبار پر مشتمل ہوتا ہے لہذا کسی بنک پر اتفاقیہ طور سے جمع کنندوں کی جانب سے نرغہ ہونے کی صورت میں اپنی جان بچانے کے لیے بنک اپنے دیے ہوئے قرضے واپس طلب کر سکتا اور اس طرح جمع کنندوں کے مطالبات ادا کر سکتا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ معاملات کا تصفیہ اس آسان طریقے سے نہیں کیا جا سکتا۔ اول تو اس وجہ سے کہ بنک قرضے بالعموم مدت معینہ کے لیے دیتے ہیں لیکن اپنے ذمے کی واجب الادا رقموں کو جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے، انھیں عندالطلب ادا کرنا پڑتا ہے اور دوسرے اس وجہ سے کہ اس پر آشوب زمانے میں جبکہ بنک پر سخت یورش ہوتی ہے اکثر قرض گیروں کا ادائے رقم سے معذوری ظاہر کرنا تقریباً یقینی ہے۔ ایسی صورت میں بنک کے لیے صرف یہ چارہ کار باقی رہ جاتا ہے کہ قرضوں کی ضمانت میں جو اشیا یا تمسکات اس کی تحویل میں ہوں انھیں یا دوسرے منقولہ املاک کو فروخت کر کے رقم حاصل کرے۔ لیکن ایسے پر آشوب زمانے میں جو ہمارے موضوع میں فرض کیا گیا ہے، املاک، زیورات، یا تمسکات فروخت کرنا ٹیڑھی کھیر ہے۔ جس قدر تشدد کے ساتھ ادائی کا مطالبہ ہو رہا ہے اسی قدر سرعت کے ساتھ ان کا فروخت کر دینا اس کے لیے ناممکن ہے۔

74

75 اس کے علاوہ، جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، چونکہ ایک بنک کے قرضوں کی بنا پر دوسرے بنکوں میں امانتیں قائم ہوتی ہیں اس لیے ایک بنک کے قرضوں کی رقم واپس طلب کرنے کی کوشش کی وجہ سے دوسرے بنکوں کی امانتوں پر دباؤ پڑے گا اور اس طرح خرابیاں بڑھتی اور دور دور تک پھیلتی جائیں گی۔ لیکن عام بنک کے کاروبار میں آفت کے نازل ہونے سے جو خطرناک صورت رونما ہوگی اس کو تفصیل سے بیان کرنے کی ضرورت نہیں اس لیے کہ موجودہ حالات کے تحت ان کا تصور ناممکن ہے۔ اتنا بھی جو حال بیان ہوا وہ اس غرض سے بیان کرنا پڑا کہ اس فرض منصبی کی اہمیت و عظمت معلوم ہو سکے جو اس کاروبار کی تہ میں مضمر ہے اور جس کی بدولت کاروبار سہولت اور تسلسل کے ساتھ انجام پاتا ہے، اور اس ذمہ داری کا اندازہ کیا جا سکے جو اس کاروبار کو سرانجام دینے والے خلیق اور مستقل مزاج حضرات کے سروں پر ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ بنک کے کاروبار کے ڈھانچے کو گوشت پوست سے الگ کرکے پیش کرنا اس وجہ سے بھی ضروری ہوا تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ عوام کے عقل و ہوش سے ہاتھ دھو بیٹھنے اور اس طرح نقد کا مطالبہ اور تقاضا کرنے کی صورت میں بنکوں کی جانب سے شدید حزم و احتیاط اور رجوعِ کسی کی کس قدر ضرورت ہوتی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ اس معاملے میں عوام اور بنک ایک دوسرے پر عمل اور ردعمل کرتے ہیں۔ ایک کا طرزِ عمل دوسرے کو لازمی طور سے متاثر کرتا ہے۔ چنانچہ اگر عوام کو یہ معلوم ہو جائے کہ بنک کی مالی حیثیت استوار ہے اور وہ بلاوقت اچانک مطالبات کی ادائی کر سکتا ہے تو امانتوں کو بنک میں رکھنے کی بجائے وہاں سے نکال لینے اور گھروں میں اندوختے جمع کرنے کا سودا ان کے سر میں کبھی نہ پیدا ہو۔ اور اس لحاظ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر بنک خطرات سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں تو نقد زر قانونی کی شکل میں ایک مضبوط اور سوچا سمجھا کردہ خطرات کو پیدا ہونے سے قبل ہی بڑی حد تک روک سکتے ہیں۔

76 ہم بیان کر چکے ہیں کہ نوٹ جاری کرنے والے بنک نقد ذخیرے کا مناسب لحاظ کیے بغیر، جس کی مدد سے انھیں عند المطالبہ نوٹوں کو ادا کرنا تھا، اپنے جاری کردہ نوٹوں کی شکل میں قرضے دیکر کس طرح اپنے لیے خطرات مول لیتے تھے۔ اس لحاظ سے موجودہ زمانے کے چیک بنانے والے بنکوں کو بھی اپنے دیئے ہوئے قرضوں اور

دوسرے مطالبات کے ادا کرنے کے لیے نقد زر قانونی کا کافی مقدار میں رکھنا ضروری ہے ورنہ وہ بھی نوٹ جاری کرنے والے بنکوں کی طرح خطرات میں مبتلا ہو جائیں گے۔

بنک جو اعتبار مستعار دیتے ہیں اگر وہ چیکوں کے اجرا کے حق کی شکل میں نہ دیا جاتا جن کی ادائی عند الطلب ضروری ہے تو بنکوں کے قرض دینے کی وسعت محض اہل معاملہ کے مطالبات اور ان ضمانتوں کی حد تک ہوتی جن کو وہ پیش کر سکتے مگر یہ اہم واقعہ کہ قرضہ اجرائے چک کے حق کی شکل میں دیا جاتا ہے، رقوم واجب الادا کے مقابلے میں نقد بدست کا کافی ذخیرہ رکھنے کے مسئلے کو پورے کاروبار کا ایک اہم اور اساسی عنصر بنا دیتا ہے۔

یہ سرمایہ محفوظ بنک آف انگلینڈ کے جاری کردہ نوٹوں پر مشتمل ہوتا ہے، جو وہ اپنے ترخانوں اور گلہ میں رکھتے ہیں۔ اور دوسرے اس نقد ذخیرے پر مشتمل ہوتا ہے جو وہ اپنے حساب میں بنک آف انگلینڈ میں جمع رکھتے ہیں چنانچہ بنک کے فرد حساب کے واجب الوصول رقوم کے خانے میں پہلی مد" نقد بدست در نقد اور بنک آف انگلینڈ" کا مطلب یہی نقد ذخیرے ہیں۔ ہم بیان کر چکے ہیں کہ چٹھے کی دوسری جانب رقوم واجب الادا کے تحت "مد رواں مد امانت اور دوسری مدون" کا اندراج ہوتا ہے۔ اگر ان رقوم واجب الادا کے مقابلے میں نقد ذخائر کی نسبت دریافت کی جا سکے تو معلوم ہو گا کہ بنک جن کی مالی حالت چٹھے میں درج ہے، نقد کی کتنی مقدار رکھنا مناسب اور واجب تصور کرتے ہیں۔

اس تناسب کے تعین کے بارے میں انگلستان میں کوئی خاص قاعدہ یا قانون نہیں ہے۔ اور اگر ایسا کوئی قاعدہ مقرر بھی کیا جاتا تو وہ ناقابل عمل ہوتا اس لیے کہ بنکوں کے کاروبار کے حالات میں اس قدر وسیع اختلاف ہے کہ ایک بنک کے لیے جو شرح تناسب بشکل موزوں ہو وہی دوسرے بنک کے لیے ضرورت سے زائد اور مضر ہو گی۔ بنک کے کاروبار کی عمدگی اس پر مبنی ہے کہ تجارت کو اعتبار کے معاملے میں حتی الامکان زیادہ سے زیادہ مدد بہم پہنچائی جائے، لیکن اسی کے ساتھ اس پر بھی مبنی ہے کہ جب نقد کا تناسب رقوم واجب الادا

کے مقابلے میں اس معیار سے گھٹ جائے جس پر اس کو احتیاط اور دوراندیشی کے اقتضا کے مطابق قائم رہنا چاہئیے، تو قرضہ دینے سے ہاتھ روک لیا جائے۔ یہی اعتدال کے وہ حدود ہیں جن کے اندر کامیاب بنیکر کو رہنے کی کوشش کرنی پڑتی ہے۔ اب ان حدود کے اندر صحیح اعتدال کا راستہ کون سا ہونا چاہیے اس کا بہترین اندازہ صرف کامیاب ماہر فن ہی کر سکتا ہے۔ اگرچہ کثیر منافعہ سمیٹنے کی خواہش اور مسابقت کا دباؤ اس کو بہت شدومد کے ساتھ یہ ترغیب دیتے ہیں کہ وہ اپنے نقد کے تناسب کو بہت گھٹا دے۔ لیکن انگلستان کے بنکوں کے کاروبار کے اعلیٰ روایات اور جائز نکتہ چینیوں اور عوام کے دماغی کیفیات کا خوف دانشمندی اور احتیاط سے کام لینے کی تائید میں ہیں۔

بنک کے کاروبار کی عمدگی عمدہ قوانین بنانے سے نہیں پیدا ہوتی بلکہ عمدہ ماہران فن بنک کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ جس طرح ایک بہترین طریق پر مرتب کردہ نظام کا اس کے منتظموں اور کارفرماؤں کی نااہلی اور خیانت سے تباہ ہو جانا ناگزیر ہے۔ اسی طرح جب تک کہ بنک کے کاروبار کو چلانے والے منتظم خود راست باز اور قابل لوگ نہ ہوں، یا جب تک وہ اہل معاملہ کی بدگمانیوں سے بنک کو محفوظ نہ رکھ سکیں خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ کوٹھی کے کاروبار کی کل کے دوسرے اجزا ناکارہ ثابت ہو چکے ہوں، اس وقت تک کوئی بہتر سے بہتر اور اعلیٰ درجہ کا بنک کا کاروباری نظام کاروبار کی عمدگی کا ضامن نہیں ہو سکتا۔

ریاستہائے متحدہ امریکہ میں وفاقی سرمائے کے نظام کے قائم ہونے سے بیشتر بڑے بڑے شہروں کے قومی بنکوں پر قانون نے یہ پابندی عائد کی تھی کہ وہ اپنے پاس نقد ذخیرہ اتنا رکھیں جو ان کی امانتوں کے ۲۵ فی صد کے مساوی ہو۔ اور اس لحاظ سے حکومت کے عہدہ داروں کی جانب سے معائنہ عمل میں آتا تھا اور اس کی نگرانی کی جاتی تھی کہ آیا نقد ذخیرے کی واجبی مقدار رکھی گئی ہے یا نہیں۔ مگر اتنے بڑے اہتمام کے باوجود جب ۱۹۰۷ء کے موسم خزاں کی آفت نمودار ہوئی تو ریاستہائے متحدہ کے بنک رقم کی ادائی موقوف کرنے پر اس وجہ سے مجبور ہو گئے کہ ان کے خلاف عوام میں

بدگمانی پھیل گئی تھی۔ اگر اس وقت نقد ادا کرنے سے انکار کرنے کی سیدھی سادی عارضی تدبیر اختیار نہ کی جاتی تو عوام اپنا تقریباً سب نقد روپیہ واپس لے لیتے۔ اس میں شک نہیں کہ اس قسم کا سوءظن قائم کرنے میں مبالغے سے کام لیا گیا تھا چنانچہ امریکا کے اکثر بنکوں کی صورت میں یہ سوءظن حق بجانب نہ تھا۔ لیکن امریکا والے ان معاملات کا ذکر کرتے وقت اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ اس سوءظن کے کچھ نہ کچھ واجبی اسباب ضرور تھے۔ غالباً نقد ذخیرے کے قانونی طور پر متعین کر دیئے جانے ہی نے امریکا کے بنکوں کو بقیہ اثاثے کی نوعیت کی طرف سے بے پروا بنا دیا تھا۔

لیکن جیسا کہ آگے چل کر بیان کیا جائے گا امریکا کے زر کا نظام وفاقی سرمائے کے بنکوں کے قیام کی وجہ سے اس قدر کلیۃً تبدیل ہو گیا ہے کہ ۱۹۰۷ء کے واقعات اب صرف تاریخی نقطۂ نظر سے کسی قدر دلچسپی رکھتے ہیں یعنی وہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ امانتوں کے مقابلے میں نقد کا قانونی تناسب مقرر کر دینا بھی بعض حالات کے تحت بنکوں کو آفت سے نہیں بچا سکتا۔

انگلستان میں اس معاملے میں قانون کی جانب سے کسی قاعدے کی پابندی عائد نہیں کی گئی ہے۔ اور عامۃ الناس کو اس کا کامل اطمینان ہوتا ہے کہ ان کی امانت امینوں کی دیانت داری اور قابلیت کی وجہ سے محفوظ ہے۔ جب تک یہ اعتماد قائم رہتا ہے اس وقت تک کوئی آنچ نہیں آسکتی اور معاملات بخوبی انجام پاتے ہیں لیکن جو شخص عامۂ خلائق کے اعتبار کی بنا پر کاروبار کرتا ہے، اسے خود کو اس اعتبار کا مستحق بھی ثابت کر دکھانا چاہیئے، نیز اس کے لیے بھی تیار رہنا چاہیئے کہ اگر مستحق اعتبار ہونے کے باوجود عامۂ خلائق اپنی کسی غلطی سے اپنی رقومات واپس لے لیں تو وہ اس اتفاقی حادثے کی روک تھام بھی کر سکے۔ اسی لئے بنک کا کاروبار کرنے والوں کو اپنی حیثیت مضبوط رکھنے کے لئے ہمہ وقت چوکس اور مستعد رہنا پڑتا ہے۔

ابھی حال میں بنکوں کی کاروباری حیثیت میں جو استحکام عمل میں آیا اس کی وجہ سے اگرچہ زر نقد رکھنے کا مسئلہ بمقابلہ سابق بہت کم اہمیت رکھتا ہے پھر بھی رقوم واجب الادا کے مقابلے میں زر قانونی کی مناسب اور کافی مقدار

رکھنا ساہوکار کے تاج کا بہت ہی ضروری اور قیمتی جواہر ہے۔ اور زر قانونی کے معنی طلا یا بنک آف انگلینڈ کے نوٹ ہیں۔ سونے کے سکوں کا اب رواج نہیں رہا لیکن چونکہ بنک آف انگلینڈ کے نوٹ، ایک معینہ مقدار گزر جانے کے بعد صرف مساوی طلا کی بنیاد پر جاری کئے جا سکتے ہیں اس لیے ہم دوبارہ اس مسئلے پر پہنچتے ہیں کہ طلا اعتبار کی بنیاد کا جزو ہونے کی حیثیت سے بہت اہمیت رکھتا ہے۔

بنکوں کا اعتبار، جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے، ان قرضوں پر مشتمل ہوتا ہے جو اہل معاملہ کو اشیا یا تمسکات کی بنیاد پر دئے جاتے ہیں۔ چنانچہ اس حد تک ان اشیا اور تمسکات کو اعتبار کی بنیاد کہا جا سکتا ہے۔ لیکن چونکہ بنک کے کاروبار میں دور اندیشی کا تقاضا یہ ہے کہ مستعار دئے ہوئے اعتبار کا انحصار لازمی طور سے زر قانونی کی موجودہ مقدار پر ہو اور یہ زر قانونی طلائی سکے یا بنک آف انگلینڈ کے نوٹ ہیں اس لیے طلا، جو بنکوں کی تجوریوں میں یا ان سب کے ساہوکار یعنی بنک آف انگلینڈ کی تجوری میں موجود ہے اعتبار کی رسد پر بہت اہم اثر ڈالتا ہے۔

پھر بھی طلا کی ممکنہ رسد کی مقدار پر زر کے بازار کا، بحیثیت مجموعی شہر لندن کا اور ہمارے سب زر کی رسد کا جو انحصار ہے اس پر حال میں بہت کچھ اعتراضات کئے گئے ہیں۔ اس کی بحث آگے آئے گی۔ سردست یہ کہہ دینا کافی ہے کہ زر کے بازار میں سونے کی طلب اس وجہ سے ہے کہ محض سونا ہی بین الاقوامی ادائی کی ایک عام اور قابل قبول شکل ہے۔ اگر ہم اپنے ملک کے زر کو سونے سے وابستہ کر دیں تو دوسرے تمام سونا استعمال کرنے والے ملکوں سے بھی ہمارا رشتہ قائم ہو جاتا ہے۔ پس یہ بحث ہمیں بین الاقوامی زر کے بازار کی بحث کی جانب لے جاتی ہے۔

81

چھٹا باب

دُنیا کا زر کا بازار

(۱) دنیا کا زر کا بازار۔ (۲) جنگ کے بعد سے مغرب کی سمت دولت منتقل ہونے کی وجہ سے اس بازار میں بہت بڑی تبدیلی و توسیع عمل میں آئی (۳) ۱۹۱۴ء کی حالت، (۴) لندن کا موسومہ "ڈرافٹ"[۱] تجارت بین الاقوام میں زر نقد کی حیثیت رکھتا ہے۔ (۵) موجودہ حالت (۶) امریکا کا نیا نظام (۷) فرانس اور فرانک[۲]۔ (۸) جرمنی کی حالت (۹) بین الاقوامی بے باقی کا بنک۔ (۱۰) لندن کی قوت اور مشکلات۔

یہاں تک زر کے موضوع سے صرف انگلستان کے داخلی تجربے کی حد تک اور انگریز اور اس کے ساہوکے باہمی تعلقات کے نقطۂ نظر سے بحث کی گئی۔ ہنڈی کی ابتدا اور اس کے نشو و نما و ارتقا کے بیان میں البتہ اس حد سے قدرے تجاوز کیا گیا۔ لیکن ویسے عام طور سے ہماری بحث کا تعلق ایک تو زر کی ان شکلوں سے رہا جن کے ذریعے سے انگلستان کے باشندے اشیا و خدمات خرید و فروخت کرتے ہیں، اور

---

[۱] Draft on London

[۲] Franc

دوسرے اس عمل سے جس کے ذریعے سے وہاں کے ساہوکار اور اہل معاملہ زر نقد کی یہ شکلیں اور اشیاء اور تمسکات کی بنا پر قرض لے کر ان کو تحریر کرنے اور استعمال کرنے کے حق تخلیق کرتے ہیں۔

لیکن محض انگلستان کے داخلی حالات کے معائنے سے جو اندازہ ہو اور اصل زر کا بازار اس سے کہیں زیادہ وسیع اور دلچسپ چیز ہے بلکہ زر کا بازار دوسرے سب بازاروں کے مقابلے میں بہت زیادہ دلچسپ ہے اس لئے کہ سوائے گیہوں کے بازار کے اور ہر شے کے بازار کے مقابلے میں وہ روئے زمین کے بہت زیادہ وسیع رقبے میں پھیلا ہوا ہے۔ اور جنگ کے بعد سے اور دولت کی مغرب کی سمت منتقلی سے تو بین الاقوامی زر کے بازار میں عظیم الشان انقلاب واقع ہوا ہے۔ جس کے ابتدائی اثرات ہمیں اب نظر آنے لگے ہیں۔

نقد لین دین میں دنیا میں بظاہر ہر جگہ زر استعمال ہوتا ہے۔ روئے زمین پر جہاں جہاں انسان خرید و فروخت کرتے ہیں وہاں ایسے کسی نہ کسی آلۂ مبادلہ کا استعمال ہونا ضروری ہے جو عام طور سے ان کے ملک میں قبول کیا جاتا ہو، خواہ وہ مرکزی جمہوریۂ امریکا کا من مانا جاری کیا ہوا غیر بدل پذیر کاغذی ڈالر ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن اپنے وسیع تر معنوں میں یعنی بنکوں کے قرضوں یا امانتوں کے مفہوم میں بھی زر ایک ایسی شئے ہے جس کا استعمال تمام روئے زمین پر پھیلا ہوا ہے یا کم از کم جس کی طلب عام ہے۔ اور جب سے افق مغرب میں ایک نیا روشن نگر ڈھلمل برج طلوع ہوا ہے یعنی امریکا کے زر کے بازار کا وجود میں آنا اس وقت سے بین الاقوامی زر کے معاملات میں بہت بڑی حد تک تغیر و تبدل عمل میں آیا ہے۔ راقم الحروف نے جب ۱۹۰۸ء میں یہ کتاب لکھی تو اس میں مندرجۂ ذیل فقرات موجود تھے جو آج داستان فرسودہ ہو گئے ہیں لیکن وہ اس زمانے کے حالات پر بڑی حد تک صادق آتے تھے۔

اس قسم کا زر جس پر اس تعریف کے وسیع مفہوم کا اطلاق ہوتا ہو صرف لندن ہی میں یہ افراط اور آزادی کے ساتھ مل سکتا ہے جس کے معنی یہ ہیں جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ طلا طلب کرنے کا حق اور طلا کی صورت میں مطالبہ وصول کرنے کا یقین لندن میں ہی حاصل ہو سکتا ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ بین الاقوامی مالیات میں کار آمد و سود مند ثابت ہونے کے لیے

82

زر کے واسطے ضروری ہے کہ وہ فوراً بلا تاخیر دنا ل طلا سے بدل پذیر ہو۔ اور صرف طلاہی ادائی کی ایک ایسی واحد شکل ہے جو تمام معاشی ترقی یافتہ ممالک میں عام طور سے اور ہمیشہ قبول کی جاتی ہے۔ اور اس قسم کا زر صرف لندن میں دستیاب ہو سکتا ہے۔
کئی سال ہوے کہ امریکا میں ایک دلچسپ بزمیہ تمثیل شائع ہوئی تھی۔ اس کے ایک سین میں ایک عورت کاغذوں کا ایک پلندہ اٹھا کر استعجاب سے اپنے شوہر سے استفسار کرتی ہے :۔ ”تم نے مجھے روپیہ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ پھر یہ کاغذوں کا پلندہ کیسا؟“ شوہر جواب دیتا ہے :۔ ”یہ زر نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا تم نہیں جانتیں کہ یہ واباش[1] ہے؟“ واباش کسی ریلوے کمپنی کے تمسک کا نام تھا جس کی قیمت بہت مشتبہ تھی اور جو روزمرہ کے چھوٹے موٹے خرید و فروخت میں بطور آلۂ مبادلہ استعمال نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ مثال اس شخص پر بعینہٖ صادق آتی ہے جس نے لندن کے سوا کسی دوسرے مرکز میں روپیہ جمع کیا ہو اور اپنی رقم کو واپس لینا یا قرضہ حاصل کرنا چاہتا ہو۔ کیونکہ اس کو نقد طلا نہیں ملے گا بلکہ واباش کی طرح کی دستاویز ملے گی جس سے اس کی فوری غرض پوری نہیں ہو سکتی۔

”یوں تو اہل فرانس بنک کے کاروبار کے فن کے بہت زبردست ماہر ہیں اور ان کی عدیم المثال کفایت شعاری کی بدولت ملک میں مشاغل اصل کو جذب کرنے کی غیر محدود صلاحیت موجود ہے۔ چنانچہ بین الاقوامی قرضے کے بازار میں پیرس ایک بہت ہی اہم حیثیت کا مالک ہے۔ لیکن فرانس کے باشندے بالطبع بہت ہی محتاط واقع ہوئے ہیں۔ چنانچہ بنک آف فرانس اس قسم کا کاروبار کرنے سے محترز ہے جس کو انگلستان میں حقیقی بنک کے کاروبار سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جس میں ہر قسم کے مطالبات کو بصورت طلا ادا کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہنا بھی شامل ہے۔ بنک آف فرانس کے نوٹ بدل پذیر تو ہیں، مگر یہ امر کلیتہً بنک کی مرضی پر موقوف ہے کہ وہ طلا ادا کرے یا نقرہ، اور وہ اپنے اس اختیار سے اکثر فائدہ اٹھاتا ہے۔ چنانچہ وہ جب کبھی ادائے طلا کو خلاف مصلحت خیال کرتا ہے تو نقرہ ادا کرتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ

[1] Wabash

پیرس میں کسی شخص کی امانت (یعنی بنک میں اس کے نام سے اسکی جمع کردہ رقم یا بنک کا دیا ہوا قرضہ) بین الاقوامی حیثیت سے کوئی قدر و وقعت نہیں رکھتی۔ اس شخص کے لیے اس امانت میں بین الاقوامی قدر البتہ اس وقت پیدا ہوتی ہے جبکہ وہ مبادلے کی کل کے ذریعے سے اس امانت کو لندن کی امانت خریدنے میں استعمال کرے کیونکہ لندن کی امانت طلا میں ہر وقت بدل پذیر ہوتی ہے۔

"برلن میں نظری حیثیت سے تو معیار طلا رائج ہے' اور وہاں کے امپیریل بنک کے نوٹ نظری طور سے عند الطلب طلا میں بدل پذیر بھی ہیں۔ لیکن مالیات کے کاروبار کے لحاظ سے جرمنی ابھی مبتدی ہے' اور اس کے بنک ملک کی تجارت وصنعت کو فروغ دینے میں اس قدر سرگرمی کے ساتھ منہمک رہے ہیں کہ ان کے تمام ذرائع اور تمام قوتیں اب تک صرف اسی کام میں صرف ہوئیں' اور اس کام کو انھوں نے بہت ہی کامیابی کے ساتھ انجام دیا۔ نتیجہ یہ کہ وہاں کے بنکوں کو بین الاقوامی بنک کے کاروبار کے مسئلے کی طرف اور ہر قسم کے مطالبات کو بصورت طلا ادا کرنے کے لیے تیار رہنے کی مسئلے کی طرف توجہ کرنے کا ابھی تک موقع نہیں ملا ہے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص امپیریل بنک سے زر نقد کا زیادہ مقدار میں مطالبہ کرنا چاہے تو بہت ممکن ہے کہ اس کو بڑی دشواریوں اور مزاحمتوں کا سامنا کرنا پڑے اور دوبارہ مطالبہ کی صورت میں اس کو حوصلہ شکن جواب ملے۔ لیکن جرمنی کی حیرت انگیز علمی و عقلی ترقی اور اعلیٰ ذہانت کے مدنظر یہ توقع خلاف قیاس نہیں کہ برلن ایک نہ ایک دن ترقی کرکے زر کے مرکزی بازار کی تمام ذمہ داریوں کو اور بین الاقوامی ساہوکار کے تمام اہم فرائض کو بخوبی انجام دینے کے قابل ہو جائے گا۔ بحالت موجودہ تو جرمنی محض اپنے داخلی مسائل ہی کے حل کرنے میں مصروف ہے۔

"نیو یارک میں طلا حاصل کرنے کا حق بادی النظر میں کم نظر آتا ہے۔ لیکن اگر حالات معمولی ہوں تو عملاً بڑھا ہوا ہے۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں اعتبار کے مفہوم میں زر قانونی حاصل کرنے کا حق بھی شامل ہوتا ہے اور اس کے عوض میں صداقت نامہ طلا حاصل کرنے اور اس کو طلا سے مبدل کرنے کا امکان بھی عام طور پر رہتا ہے۔ لیکن ۱۹۰۷ء کے موسم خزاں میں امریکہ کے بنکوں کا پورا نظام منہدم ہو گیا

اور نہ صرف عوام نے اپنے اندوختوں کو بڑھانا شروع کیا بلکہ بنکوں نے بھی اپنے نقد ذخیروں میں اضافہ کرنا شروع کر دیا جس کی وجہ سے نقد زر کی قلت محسوس ہوئی اور اس قلت کو رفع کرنے کے لیے عارضی زر ایک دلچسپ شکل میں رائج کیا گیا۔ یہ زر جو ذریعۂ مبادلہ کا کام انجام دیتا تھا "حساب گھر کے صداقت ناموں" کی شکل میں امریکا کے بنکوں کی جانب سے جاری کیا گیا تھا۔ لیکن وہ محض برائے نام طلا کا صداقت نامہ تھا اس لیے کہ طلا حاصل کرنے کی کوئی ضمانت یا کوئی یقین نہ تھا۔

"اہل امریکا کی یہ دلی تمنا اور دیرینہ آرزو ہے کہ وہ **نیویارک** کو کسی دن تمام عالم کے زر کے بازاروں کا مرکز دیکھیں، اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ امریکا کے وسیع قدرتی ذرائع اور اس کی کثیر آبادی پر نظر کرتے ہوئے امریکا جو خاص مقصد چاہے حاصل کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ ضروری تجربات حاصل کر لے اور کام کرنے کی مناسب صلاحیت اپنے اندر پیدا کرے۔ موجودہ حالت میں ایک اوسط امریکی کاروباری شخص میں جو خصوصیات وصفات پائے جاتے ہیں وہ بظاہر اس کو بنک کے کاروبار کے سوا دوسرے سب کاروباروں کے لیے زیادہ موزون ثابت کرتے ہیں۔ مثلاً وہ بہت جلد متمول بننا چاہتا ہے، جو شیلا اور مستعد ہے آج خوشی اور امید سے اچھلتا ہے تو کل خوف و مایوسی کے سمندر میں غوطہ کھاتا ہے، وہ نہایت ذکی اور ہر فن مولا ہے، زود حس ہے، تخمینی کاروبار میں نہایت فراخ حوصلگی سے حصہ لیتا ہے، اس میں مبالغہ پسندی اور جدت موجود ہے۔ یہ سب صفات اور خوبیاں اس کو ایک بہت اچھا صنّاع، ایک اعلیٰ درجے کا تاجر، نہایت کامیاب مخمّن، بہترین فروشندہ اور کسی قدر گھٹیا سا ساہوکار ثابت کرتی ہیں۔ یوں تو ریاستہائے متحدہ امریکا میں صدہا ایسے عمدہ ماہران فن بنک موجود ہیں جو اپنے کاروبار کے مسائل پر انگریزوں سے کہیں زیادہ اچھی نظر رکھتے ہیں لیکن یہ زیادہ تر وہی اشخاص ہیں جنھوں نے اپنے ملک کی مستعدی اور اولوالعزمی کی عام فضا کے باوجود یہ بات حاصل کی ہے، امریکا کی فضا میں خشک قوانین کی پابندی اور بنک کی بندشوں سے عہدہ برآ ہونا دشوار ہے۔

"۱۹۰۷ء میں امریکا کے بنکوں کے خلاف خود وہیں کے عامۃ الناس کی جانب سے اس درجہ قوی بدظنی ظاہر کی گئی اور یہ خیال کہ بنک اپنے اختیارات اور مواقع سے ناجائز

فائدہ اٹھا رہے ہیں اس قدر سختی کے ساتھ ان کے دلوں میں بیٹھ گیا تھا کہ عوام نے اپنے روپیہ کی آپ حفاظت کرنا زیادہ مناسب خیال کیا۔ امریکا کے بنکوں نے اس صورت حال کا مقابلہ یوں کیا کہ ان سے جو مطالبات کئے گئے ان کی ادائی سے صاف انکار کر دیا۔ لیکن جو بنک اس طرح بدگمانی کا شکار رہوں اور اس بدگمانی کو رفع کرنے کا یہ طریقہ اختیار کریں وہ بین الاقوامی زر کا مرکز بننے کے لئے "بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے" کا مصداق ہیں۔ اگر امریکہ کے بنک اپنی موجودہ اندرونی خرابیوں کو دور کر لیں، کاروباری اعتماد جس کا اس وقت فقدان ہے مناسب حد تک پیدا کر لیں اور ہنڈی پر بٹہ کاٹنے اور زر کے بازار کا ضروری سازوسامان تیار کر لیں تب کہیں نیویارک کا زر کے کاروبار کی دنیا میں مرکزی حیثیت حاصل کرنا ممکن ہوگا۔ اہل امریکا ہر چیز سیکھ سکتے اور ہر مشکل کو آسان کر سکتے ہیں بشرطیکہ وہ چاہیں اور اس کو مناسب خیال کریں۔

85

"دنیا کے بعض دوسرے چھوٹے چھوٹے مرکز ڈرافٹوں کو طلا کی صورت میں ادا کرتے ہیں۔ لیکن چونکہ ذرائع محدود ہیں اس لیے ان میں اس کی صلاحیت بھی کم ہے۔ اقوام عالم کے فن بنک کے سب عملی ماہر اس امر پر متفق ہیں کہ ایک مرکز سے دوسرے مرکز کو جو ڈرافٹ لکھا جاتا ہے وہ بین الاقوامی نقطۂ نظر سے صرف اس اعتبار سے قابل قدرو وقعت ہوتا ہے کہ وہ بذریعۂ مبادلہ لندن کے ڈرافٹ سے مبدل ہوسکتا ہے جو بین الاقوامی کاروبار اور لین دین کا حقیقی زر نقد ہے۔ کیونکہ زر اپنے اصلی معنوں میں طلا، نوٹ، یا دیگر نمائندگان طلا کی صورت میں ہر وقت اور بلا تاخیر وقت اور بڑی سے بڑی مقدار میں صرف لندن میں ہی دستیاب ہو سکتا ہے۔"

ہملٹ کے قول کے خفیف سے تغیر کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے کہ "یہ باتیں کبھی سچ تھیں"، لیکن جنگ کے اثرات کے بعد وہ سچ نہیں کہی جا سکتیں، اور وہ اسی طرح مٹ گئی ہیں جس طرح ہاتھی کے پیر کے نیچے آ کر چیونٹی کا وجود صفحۂ ہستی سے مٹ جاتا ہے۔ نیویارک کا ستارہ اب عروج پر ہے۔ بین الاقوامی زر کی قوت اور ذرائع کی کثرت اب اس کی پشت پناہ ہے، وہ نت نئی کلوں سے آراستہ و پیراستہ ہے جو سالہا سال کی تحقیق کے بعد دوسرے ممالک کے تجربات سے

استفادہ کر کے اور اغلاط سے بچ کر مرتب کی گئی ہیں۔ برلن ابھی تک نظام زر کے تنزل کے ان اثرات سے پوری طرح نہیں سنبھلا ہے جن کی بنا پر مارک کی قدر و قیمت کئی لاکھ حصے گھٹ گئی تھی، اور مسئلۂ تاوانات جنگ اب تک اس کے سامنے ہے گو یہ خیال کیا جاتا ہے کہ بین الاقوامی کمیٹی نے اس کو حل کر دیا ہے۔ فرانس نے یہ دیکھ کر کہ فرانک کی قدر و قیمت گھٹ کر ۱/۵ رہ گئی ہے اب اپنی حالت کو مستحکم کر لیا ہے چنانچہ جنگ سے قبل فرانک کی جو قدر و قیمت تھی اب بحوالۂ پونڈ و ڈالر اس کے ۱/۵ پر قائم کر لیا ہے، اور اپنی قوت کو مجتمع کر رہا ہے تاکہ اپنی کھوئی ہوئی عظمت کو دوبارہ حاصل کرے یا غالباً اس سے بھی بڑا مالی مرکز بن جائے۔ لندن کو بین الاقوامی زر کے بازار میں جو تفوق و تسلط بلا شرکت غیرے حاصل تھا اب نیویارک بھی اس میں شریک ہو گیا ہے اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پیرس بلکہ غالباً برلن بھی بہت جلد اس کے شریک بن جائیں گے۔

غرض یہ بازار ایک زمانے میں تو زیادہ تر لندن کے فیض رساں تسلط و نگرانی میں کام کر رہا تھا (فیض رساں اس لیے کہ لندن کو علم تھا کہ یہ فیض رسانی خود اس کے لئے منفعت بخش ہے) لیکن اب وہ متعدد آقاؤں کے زیر سرپرستی کام کرنے کی جانب مائل نظر آرہا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ آیا وہ سب مل کر کام کر سکیں گے اور پیدائش و تجارت کی مستقل توسیع و ترقی کے لیے دنیا کو جس چیز کی ضرورت ہے اس کو مہیا کر سکیں گے؟ یعنی آیا وہ ایسا زر دنیا کو دے سکیں گے جس کی قدر و قیمت معقول حد تک ثبات پذیر ہو اور جو مستقل قوت خرید رکھتا ہو۔ یہ ایک نہایت ہی اہم سوال ہے اور اس لیے اور بھی زیادہ دلچسپ ہو جاتا ہے کہ بعض افراد (جیسا کہ متعاقب بیان ہوگا) جن میں سے چند تو اعلیٰ درجے کی سند مانے جاتے ہیں اور چند محض لفاظی برتتے ہیں اس امر کا دعویٰ کرتے ہیں کہ معیار طلا محض ایک ''رسم کہن'' ہے۔ چنانچہ وہ دنیا کو زر کے نئے نظام سے روشناس کرانا چاہتے ہیں۔ (اگر یہ منتخب کردہ نئے نظام کو عمدگی سے نہ چلا سکا اور ہمیں ویسا اچھا زر نہ دے سکا جس کی ہمیں ضرورت ہے تو پھر جب تک مصلحین میں طلا کے نعم البدل کے سوال پر جنگ رہے گی ہمیں اپنی خیر نظر نہیں آتی

سردست ہمیں کسی قدر تعمق کے ساتھ نئے مالی مرکزوں کے رجحانات اور قوتوں پر نظر ڈالنی چاہیئے۔

ان مرکزوں میں امریکا صف اولین میں ہے۔ اور اس کو یہ رتبہ غیر اختیاری وغیر ارادی طور سے اس لیے حاصل ہوگیا کہ دول یورپ اپنی صدیوں کے تدبر اور سیاسی عقل و دانش کے باوجود چار سال تک ایک دوسرے کی تباہی و بربادی کے در پے رہے اور اس طرح امریکا کو گوئے سبقت لے جانے کا موقع دیا۔ ریاستہائے متحدہ کے باشندوں نے ابتداءً غیر جانب دارانہ حیثیت سے اور بعد میں شریک جنگ ہوکر متخاصمین کو زر کے قرضے دئیے اور اشیا کی بہم رسانی کی عملی ہٰذا انھوں نے ان اقوام کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا جو سابق میں متخاصمین کے سامنے زر اور اشیا کے لیے دست طلب دراز کیا کرتی تھیں۔ اور اس کا نتیجہ امریکا کے حق میں اس قدر منفعت بخش نکلا کہ وہ ایک ہی جست میں اس طویل راستہ کو پار کرگیا جس کے طے کرنے میں بصورت معمولی کئی سال لگتے اور کئی نسلیں گزر جاتیں اور اس طرح وہ بجائے ایک قرض گیر اور دین دار ملک کے تمام دنیا کا قرض خواہ اور لین دار بن گیا جنگ کے بعد سے امریکا نے تاراج شدہ یورپ کو رقم ہائے خطیر مفت نذر کردیں اور کاروبار کے لئے بھی کثیر المقدار رقوم تمام دنیا کو بطور قرض دیں۔

جنگ کے زمانے میں امریکا نے قرض کا جو کاروبار کیا اور خاص کر ریاستہائے متحدہ کی حکومت نے جرمنی کے خلاف جنگ میں شرکت کرنے یا لڑنے کی تیاری کے سلسلے میں جو قرضہ دیا اس کی بنا پر اس کے بعض یورپین قرض گیر اور دین دار اس پر اعتراضات کی بوچھار کرتے ہیں کہ وہ لالچی اور قسی القلب ہے، اس لیے کہ وہ ان قرضوں سے دست بردار ہونا نہیں چاہتا جن کو اس کے جنگ کے حلیفوں نے سب کے مشترکہ مفاد کے لیے حاصل کیا تھا۔ ان اعتراضات میں اگر کوئی اصلیت ہے بھی تو بہت کم، اس لئے کہ جنگ کے انجام سے خود امریکا کا مفاد بہ نسبت یورپین مفاد کے اس قدر بعید اور دور افتادہ تھا کہ اس کے سامنے اپنی تمام قوت کو میدان جنگ میں فوراً حاضر کردینے کا کوئی سوال ہی نہ تھا۔ علاوہ بریں خواہ وہ قرضوں سے دست بردار نہ ہوا ہو تاہم اس نے ایسی مراعات بکثرت دیں جن سے

87

دین داروں کو بڑی حد تک سہولتیں حاصل ہوگئیں۔ لیکن امریکا کی اس تجارتی پالیسی پر کہ وہ ہر شخص کے ہاتھ اپنے اشیا فروخت کرتا اور ہر شخص کو اپنا زر قرض دیتا ہے اور دوسروں سے ان کے اشیاء اور خدمات کی شکل میں حتیٰ الوسع بہت کم لیتا ہے ہمارا اعتراض یقیناً حق بجانب ہوگا۔ صرف یہی نہیں کہ امریکا نے اپنے ہاں مصنوعات کے خلاف ایسا محصولی نظام قائم رکھا ہے جو اپنے تشدد میں امتناعی حیثیت رکھتا ہے بلکہ اہل امریکا کو ٹکس سے زیر بار کر کے ملکی جہاز راں کمپنیوں کی مالی اعانت کی جاتی ہے جس کی وجہ سے امریکا کے ان قرض داروں کے لیے مشکلات پیدا ہوگئی ہیں جو بحری نقل و حمل کا کاروبار کرنے کی کوشش کرتے اور کرایہ باربرداری وصول کر کے اپنے قرضے ادا کرنا چاہتے ہیں۔ امریکا کی یہ پالیسی کوتاہ نظری پر مبنی ہے۔ اس لیے کہ جو قوم اپنے قرض داروں کو کاروبار سے ہٹا دے اس کو یہ توقع ہرگز نہ رکھنی چاہیئے کہ وہ اس کا قرضہ ادا کر سکیں گے۔ اس مسئلے کا امریکا نے جو حل کیا ہے یعنی قرضے کی ادائی کے لیے اپنے قرض داروں کو مزید قرضہ دیتا ہے اس حد تک اس کی مالیات کو مالیات نہیں "فسانۂ عجائب" سمجھنا چاہیئے۔ لیکن سردست تو امریکا نے اپنی حیثیت کو جو پہلے ہی قوی ہے بین الاقوامی زر کے بازار میں اور بھی زیادہ مستحکم کر لیا ہے۔ اس لیے کہ مبادلات کو اپنے موافق بنانے اور سونے کو جذب کرنے کے لیے اسے صرف اس کی ضرورت ہے کہ غیر ممالک میں قرضے دینے سے دست کش ہو یا اس کی مقدار گھٹا دے بیرونی ممالک کی سیاحی کو روک دے اور اس مخیرانہ امداد کو موقوف کر دے جو وہ اپنے دور افتادہ افلاس زدہ خویش واقارب کو ارسال کرتا ہے۔

اسی کے ساتھ ساتھ جب اس بیسویں صدی کی ڈانائی[۹] کی گود میں دولت کی بارش ہو رہی تھی تو اس نے ایک ایسے نظام کے بدلے جو بقول ایک تجربہ کار انگریز ساہوسر ایڈورڈ ہولڈن "دنیا کے تمام بنکوں کے کاروباری نظاموں میں

۹۔ Danaë آرگاس کی ایک شہزادی تھی جو زیس کے نطفے سے پرسیس کی ماں بنی۔ کہا جاتا ہے کہ زیس سونے کی بارش بن کر اس شہزادی کی گود میں برسا تھا جبکہ وہ اپنے باپ کے حکم سے ایک مینار میں مقید تھی۔

باعتبار قوت وعمدگی بہترین تھا[۱]" زر کا ایسا نظام جاری کیا جس میں بظاہر نظام زر کی جتنی خرابیاں ہو سکتی ہیں سبھی موجود تھیں۔ بلا شبہ اس نے ان نقائص کو پوری طرح رفع کر دیا جو قدیم نظام میں موجود تھے۔ یہ صحیح ہے کہ امریکا کے معمولی بنک اب بھی اپنے ذمہ کی واجب الادا امانتوں کے مقابلے میں ایک خاص تناسب سے نقد رکھنے پر قانوناً مجبور ہیں" (اور مختلف بنکوں کا، بلحاظ ان کے محل وقوع یہ تناسب بھی مختلف ہے) لیکن ہوتا یہ ہے کہ اگر بوجہ نزاکت حالات وہ قانونی حد تک پہنچ جاتے ہیں تو بجائے اس کے کہ وہ مجبور اور بے دست وپا ہو جائیں ان میں سے ایسے بنک جو وفاقی نظام سرمایۂ محفوظ کے رکن ہیں (جنھیں رکن بنک کہتے ہیں) اپنے مالی ذرائع کی توفیر وفاقی بنک سرمایۂ محفوظ سے قرضہ لے کر کر سکتے ہیں اور یہ (وفاقی سرمایہ کے بنک) ان بنکوں کے سرمایوں کے اسی طرح محافظ وامین ہیں جس طرح کہ بنک آف انگلینڈ انگلستان کے حسابی بنکوں کے زائد رقوم کا محافظ ہے۔ وفاقی سرمایۂ محفوظ کے بارہ بنک ہیں جو ریاستہائے متحدہ امریکا کے وسیع رقبے میں مختلف اہم مقامات پر پھیلے ہوئے ہیں، اور یہ سب (مجلس وفاقی سرمایہ محفوظ) سے وابستہ ہیں جس کا مستقر واشنگٹن ہے، نیز ایک مکمل نظام رسل ورسائل کے ذریعے سے یہ سب آپس میں بھی منسلک ومتحد ہیں۔ نتیجہ یہ کہ ایک علاقے کی احتیاج وضرورت دوسرے علاقے کی توفیر سے پوری کی جا سکتی ہے۔ اور اس طرح پورا ملک ہزارہا غیر مربوط ومنتشر بنکوں کی بجائے جن کا مقصد سوائے ایک دوسرے کی بیخ کنی کے اور کچھ نہیں ہوتا ایک بہت بڑے زر کے بازار کی حیثیت سے متحد ہے۔ بارہ مرکزی بینک قائم کرنے کی عاقلانہ تجویز سے جو متحدہ طور سے مجلس (وفاقی سرمایۂ محفوظ) کی نگرانی میں کام کرتے ہیں اس نئے امریکی نظام کے بانی قدیم دنیا کے طریقوں کی خوشہ چینی سے بے نیاز ہو گئے اور مرکزی بنکوں کے کاروبار کے متعلق سابقہ تلخ تجربات کی وجہ سے عوام کے ذہنوں میں جو مایوسی اور بدظنی پیدا ہو گئی تھی وہ یک قلم مٹ گئی۔

---

[۱] ۔ دیکھو ان کی تقریر جو انھوں نے لندن جائنٹ سٹی اینڈ مڈلینڈ بینک کے حصے داروں کے روبرو ۲۹ جنوری ۱۹۱۹ء کو کی تھی۔

اگر بنک کے کاروباری نظام میں کمال سے مطلب اعتبار کی توسیع کی غیر محدود قوتیں لی جائیں تو نظری اعتبار سے یہ نیا نظام درجۂ کمال سے تا حد سعی انسانی قریب ترین معلوم ہوتا ہے۔ جو بنک وفاق کے رکن ہوں وہ رزرو (سرمایۂ محفوظ) بنکوں سے اس وقت تک قرضہ حاصل کرسکتے ہیں جس وقت تک اوّل الذکر کے یہاں "اطمینانی کاغذ" موجود ہو جس کو موخرالذکر کے یہاں پیش کرکے بٹہ کٹوایا جاسکے اور وفاقی سرمایۂ محفوظ کے بنک اس وقت تک نوٹ جاری کرسکتے ہیں جس وقت تک ان نوٹوں کی بنیاد کے طور پر ان کے یہاں ۴۰ فی صد نقد سونا سرمائے میں موجود ہو، اور ٹکس ادا کرکے وہ اس حد سے بھی تجاوز کرسکتے ہیں جب تک یہ نظام متحدہ طور پر چلتا رہے اور پورے ہم آہنگی کے ساتھ عمل کرتا رہے اس وقت تک وہ دنیا کی متمول ترین قوم کے ہاتھ میں زر کا راگ الاپنے کے لیے ایک نہایت ہی عمدہ آلۂ موسیقی ثابت ہوگا۔ گو اس نظام نے جنگ اور جنگ کے بعد کے زمانے میں نہایت عمدہ کام انجام دیا، لیکن حال میں اس کا جو طرز عمل رہا وہ کپلنگ کے اس قصے کی یاد تازہ کرتا ہے جس کا عنوان "جہاز جس نے اپنے آپ کو پالیا"[1] ہے۔ قصہ یہ ہے جہاز جب اپنے پہلے سفر پر لیورپول سے چلا تو اس کے بادبانوں کی رسی کا چرخ، عرشے کے شہتیر، زینے کا چوکھٹا، دبا و کندا، فشارہ، پیچدار کیلیں، اور دوسرے سب اجزا اور پرزے مختلف آوازوں سے کھڑکھڑاہٹ اور چوں چرا کر رہے تھے یہاں تک کہ انجام کار جب بحر اطلانطک کی موجوں کے تھپیڑے کھا کر ان میں اتحاد و ہم آہنگی پیدا ہوگئی تو جہاز نیویارک کے بندرگاہ میں پہنچ کر اپنی واحد آواز سے بولنے لگا۔ اسی طریقے سے سننے والوں نے ان مختلف سرمایۂ محفوظ بنکوں اور ممبر بنکوں کی بھانت بھانت کی بولیاں سنی ہیں جو مجلس وفاقی سرمایۂ محفوظ سے، وفاقی سرمایۂ محفوظ کی مشاورتی کونسل سے، وال اسٹریٹ کے عمال سے اور نکتہ چین کانگریسیوں اور سینیٹروں سے اختلاف رائے رکھتے تھے۔ مگر وہ توقع کرتے ہیں کہ یہ محض ایک عارضی صورت ہے۔ اور یہ کہ بہت جلد امریکا کے زر کے بازار کی

۱؎ Ship that found perselt

91

واحد آواز سنائی دے گی اور یہ بازار ایک واحد مجموعے کی حیثیت سے امریکا کے اور امریکا کے دین داروں اور گاہکوں کے حقیقی مفاد کے لیے عمل کرے گا۔

انطلانطک کے اس جانب ہم ابھی تک قدیم ملکوں کو اس حالت میں دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے جنگ کے زخموں کو دھو رہے ہیں اور مالی معاملات کو متحدہ طور سے سرانجام دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اگرچہ اس میں انھیں کوئی خاص کامیابی نہیں ہوئی ہے فرانس کو یم پائنکارے کی دلیرانہ قیادت کا ممنون و متشکر ہونا چاہیے کہ اب اس کے فرانک نے از سر نو اعتماد حاصل کر لیا ہے اور فرانس بہت بڑی مالی قوت کا مالک بن گیا ہے جس کا مظاہرہ نہایت بھدے اور بھونڈے پن سے ۱۹۲۷ء کے موسم بہار میں اس طرح کیا گیا کہ لندن اور نیویارک سے جہاز بھر بھر کر سونا کھینچ لیا گیا تاکہ ان ملکوں کی شرحیں بہت بڑھ جائیں اور اس طرح وہ فرانک جو اپنی کم قدری کے خراب ایام میں فرانس سے باہر چلے گئے تھے بہت تیز رفتاری کے ساتھ واپس آ کر کوئی خراب صورت حال نہ پیدا کر دیں خصوصاً ۱۹۲۹ء میں فرانس نے فلزی بازار میں جو کارستانیاں کیں وہ تو اور زیادہ چیستاں، تنگ نظری پر مبنی اور پریشان کن تھیں۔

جرمنی کے لچھن ابھی تک اچھی طرح ظاہر نہیں ہوئے ہیں۔ لیکن اگر ہم ایک امریکن مسٹر پارکر گلبرٹ کی اس غیر متعصبانہ شہادت و تصدیق کو باور کر سکیں جو کہ انھوں نے ادائی تاوان کے ایجنٹ جنرل[1] کی حیثیت سے اپنی رپورٹوں میں پیش کی ہے تو ماننا پڑے گا کہ جرمنی کی ترقی کی رفتار اس سے کہیں زیادہ سریع اور مستقل ہے جتنی کہ اس کے مدبرین نے بیان کی ہے جو قدرتی طور سے جنگ کے قرض خواہوں کو سنانے کے لیے باتیں کرتے ہیں۔ اس نے رئش بنک کی شرح سود کے متعلق جو پالیسی اختیار کی اس کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی وجہ سے بین الاقوامی زر کے بازار میں سخت دقتیں پیدا ہو گئیں اور بظاہر جرمنی کے سونے کے ذخیرے میں اضافہ نمودار رہا حالانکہ اس وقت اس کو

[1]: Agent General for Reparations Payments.

جس چیز کی ضرورت تھی وہ صرف ممالک غیر کے زروں کا ذخیرہ تھا جو تاوان کے مطالبات کی ادائی کے لیے کام آسکتا تھا۔

بین الاقوامی زر کے معاملات میں مذکورہ بالا بے شمار نئی خصوصیات کیا کم تھیں کہ ۱۹۲۹ء کے تاوان کے کمیشن نے ان کو نظر انداز کر کے اور اپنے راستے سے ہٹ کر بین الاقوامی ادائیوں کے بنک کے قیام پر غور کرنا شروع کر دیا جس کے مستحسن و مذموم امکانات دونوں حد درجہ حیران کن ہیں۔ کسی دن جب دنیا حقیقت میں مہذب بن جائے گی تو وہ ہمیں ایسا بین الاقوامی زر کاغذی یا بین الاقوامی کھاتہ بہی دے گی جو تجارت اور مالی فاضلات کے تصفیے میں سونے کا جانشین ہوگا۔ لیکن سردست تو اس کا بڑا اندیشہ ہے کہ قبل اس کے کہ دنیا اس نئی تجویز کے لیے پوری طرح تیار ہو کہیں یہ نیک خیال عمل میں آکر خراب نہ ثابت ہو، نزاع و نفاق اور زیادہ نہ بڑھ جائے، اور جلب طلا کے لئے مرکزی بنکوں کی اس کشاکش اور مقابلے میں کوئی تازہ دم اور قوی الجثہ نو وارد بھی نہ جا گھسے۔

یہی وہ چند حالات ہیں جن کے تحت لندن اپنے تجربات و روایات کی روشنی میں عقل سلیم کی اس چٹان پر کھڑا ہو کر بحال شدہ معیار طلا کو چلانے کی کوشش کر رہا ہے جسے نہ تو منطق کا زور اور نہ داخلی و خارجی، پختہ اور خام نکتہ چینیوں اور معترضوں کے حملے متزلزل کر سکتے اور نہ ان سیاست دانوں اور ادبی ظرافت نگاروں کی باتیں اس راہ سے اس کے قدم ڈگمگا سکتی ہیں جو بہ زعم خود یہ خیال کرتے ہیں کہ زر کا کاروبار نہایت سادہ ہے اور ہر کوئی سیول ملازم بنک کا انتظام کر سکتا ہے۔
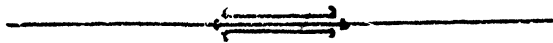
ساتواں باب

چک بھنانے والے بنک

(۱) بنکوں کی مختلف قسمیں اور ان کی تعریف (۲) بنکوں کی نشوونما کا ابتدائی زمانہ (۳) ان کے متعلق بعض لطائف اور قصے۔ (۴) مشترک سرمائے کا کاروبار (۵) تشہیر معلومات کے عمدہ نتائج۔ (۶) اس کی توسیع ۱۹۰۰ء میں ضروری تھی (۷) اس کے بعد سے بنکوں کا استحکام۔ (۸) نمائشی اعداد اور ماہواری تختے (۹) بنک کا کاروبار شاخوں کے ذریعے سے (۱۰) اس کے فوائد اور نقص (۱۱) امریکا کا تجربہ چھوٹے واحد بنکوں کے بارے میں (۱۲) بنک شرح بنک کے ذریعے سے لندن میں عام طور سے زر کی قیمت کا تعین کرتے ہیں۔ (۱۳) ان کا اثر سٹے کی بازاری شرح پر (۱۴) وہ صرافے کے کاروبار کے لیے اعتبار فراہم کرتے ہیں۔ (۱۵) ان کے کاموں کی عظیم اہمیت۔ (۱۶) بعض حالیہ اعتراضات۔ (۱۷) بنک کے کل کی ایک خرابی۔ (۱۸) منافع و نقصان کے اعداد۔ (۱۹) مدرواں۔

پچھلے بابوں میں زر نقد کی مختلف شکلیں، زر کے کاروبار اور ایزاد کا طریق یا بنکوں اور قرض گیروں کے مابین اجرائے چک کا حق عطا کرنے اور حاصل کرنے کا طریقہ بیان ہوا۔ اور یہ بھی بتا دیا گیا کہ انگلستان میں چک لکھنے کے حق کے ساتھ فوراً

براہ راست طلا کا مطالبہ کرنے کا حق بھی ملتا ہے، اس طرح گویا دنیا کے دیگر سونا استعمال کرنے والے ممالک سے لندن ایک رشتۂ اتحاد میں منسلک ہو جاتا ہے۔ اس سے انگلستان کے ذخیرۂ طلا کا مسئلہ اور طلا کی بیرونی مانگ کا مسئلہ اتنی اہمیت کے ساتھ رونما ہوتا ہے کہ بعض لوگ اس کو وقت طلب بلکہ مہمل خیال کرتے ہیں۔ لیکن اس سوال پر بحث کرنے سے قبل ہمیں اس بڑی کل کے پہیوں کو جانچنا باقی ہے جن کے ذریعے سے لندن کا بازار اپنا کاروبار انجام دیتا ہے۔

کسی گزشتہ باب میں جس میں ہم نے زر کی ایزاد اور زر کے کاروبار کی بحث کی تھی ہمیں ان پہیوں میں سے سب سے بڑے پہیئے کا حال معلوم ہو چکا ہے چنانچہ ہم دیکھ چکے ہیں کہ انگلستان کا زربشکل چک بنک تیار اور جاری کرتے ہیں اور اس کی صورت یہ ہے کہ قرضے دے کر اور ہنڈی پر بٹے کاٹ کر امانتیں تخلیق کی جاتی ہیں۔ اور یہ امانتیں گویا بنکوں کے اور ان کے اہل معاملہ کی ایک دوسرے کی قرض داری کو ظاہر کرتی ہیں۔

اس طرح بڑے کاروبار کے لیے زر کی سربراہی کا کام دوسرے بنکوں کے ہاتھوں میں چلا گیا ہے۔ بنک آف انگلینڈ کے جاری کردہ نوٹ ساورن کے جانشین بن گئے ہیں جس کو ہم جنگ سے قبل روزمرہ کے استعمال کے لیے جیب میں ڈالے پھرتے تھے نیز دیگر بنکوں کے جاری کردہ زربشکل چک کی بنیاد کے طور پر بھی زیادہ تر استعمال کئے جاتے ہیں اور دیگر بنک ان نوٹوں کو اپنے ذخیرۂ محفوظ میں رکھتے اور جب کبھی کسی کو چک لکھنے کا حق دینا ہوتا ہے تو مطالبات کی ادائی کا کام انھی نوٹوں سے لیتے ہیں۔ لیکن مزید بحث کرنے سے قبل بنکوں کے مفہوم کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا ضروری ہے۔ اس باب کا عنوان "چک بھنانے والے بنک" رکھا گیا ہے اور اس امید میں کہ تفہیم اچھی طرح ہو گی کسی قدر بھونڈی سی اصطلاح تراش کی گئی ہے۔ اس لیے کہ بہ لحاظ نوعیت کار انگلستان کے بنکوں میں اور دوسرے اداروں میں جو قریب قریب ان بنکوں کا سا کاروبار کرتے ہیں بین فرق موجود ہے۔ چنانچہ بنکوں کا اساسی کام یہ ہے کہ وہ اپنے گاہکوں کے اعتبار پر جو بعض اوقات امانت جمع کرنے سے اور زیادہ تر مسک پر قرضے دینے یا ہنڈی پر بٹہ کاٹنے سے

پیدا ہوتا ہے گاہکوں کو اپنے نام چک لکھنے کا حق دیتے ہیں اور ان چکوں کے پیش ہونے پر عند المطالبہ ان کی ادائی نقد نوٹوں کی شکل میں کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ اگرچہ ہمارے مجوزہ نام میں منطقی جامعیت نہیں ہے تاہم اس سے ایک حد تک حقیقت حال کا اظہار ہو جاتا ہے۔ اس میں انگلستان کے وہ سب بنک شامل ہیں جو اپنے طور پر لندن کے بنکوں سے معاملہ کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ موجودہ بحث کے اغراض کے لیے چک بھنانے والے بنکوں میں بنک آف انگلینڈ کے سوا سب ملکی بنک شامل کرنے چاہئیں۔ بنک آف انگلینڈ کو یا تو کل بنکوں کے کاروبار کی عمارت کا سنگ بنیاد یا پھر اس عمارت کی چوٹی خیال کیا جا سکتا ہے۔ بہر حال بہ لحاظ نوعیت وہ سب سے الگ ہے۔ لیکن ان بنکوں میں وہ تجارتی انجمنیں اور سکار گھر (یعنی ہنڈی سکارنے والے صراف خانے) شامل نہیں ہیں جن کے کاروبار کو بھی اکثر بنک کے کاروبار کا نام دیا جاتا ہے، مگر جو اپنے پاس پیش شدہ چک یا ہنڈی کی مندرجہ رقم خود ادا نہیں کرتے بلکہ محض ان بنکوں میں سے کسی ایک کے نام چک لکھ دیتے ہیں جنھیں ہم نے "چک بھنانے والے بنک" کا لقب دیا ہے۔

95

یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے کہ موجودہ زمانے میں بنکوں کی جو مکمل اور منتظم صورت ہے وہ مدتوں تک دقتیں اٹھانے اور غلطیاں کر کے سنبھلنے کے بعد حاصل ہوئی ہے۔ انیسویں صدی کے اوائل میں ایک شاہی کمیشن نے اس بارے میں تحقیقات کی اور اس حقیقت کو واضح کیا کہ ۱۷۹۳ء میں انگلستان کے اضلاع کے سَو سے زیادہ بنک دیوالیہ ہو گئے تھے اور یہ کہ ۱۸۱۰ء تا ۱۸۱۷ء میں چھ سو بنکوں کو اپنا کاروبار بند کرنا پڑا۔ ابتدائی زمانے کے ناول نویسوں نے اپنی ناولوں کا خاکہ مرتب کرنے میں بنکوں کے ناقص کاروبار سے بڑی حد تک اور نہایت موثر طریقے سے کام لیا ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ ایسے زمانے میں جبکہ راستوں کی حالت رہزنوں کی وجہ سے نہایت خطرناک تھی، وسائل باربرداری کی ناقص حالت کی وجہ سے دشواریاں پیش آتی تھیں اور جب کسی آفت نصیب بنک کی گلوخلاصی اس سے ہوا کرتی تھی کہ قیمتی فلز لے جانے والی ڈاک کی

بگھیوں کی رفتار تیز کر دی جائے۔ واقعات، من گھڑت افسانوں سے بھی زیادہ بدرجہا عجیب ہوا کرتے تھے۔ ۱۷۹۳ء میں "لندن پر بہت بڑی مالی آفت نازل ہوئی، متعدد بنک جن میں سے چند شمالی بنکوں کے گماشتے تھے دیوالیہ ہو گئے۔ نئے نئے گماشتے مقرر ہوئے اور مقامی اخباروں میں اس کی مناسب طریقے سے تشہیر کی گئی۔ اس سے پریشانی بجائے اس کے کہ کم ہو اور بڑھی جس شخص کے پاس نوٹ تھے وہ اسے طلائی سکّے میں بدلنے کے لیئے بے تاب نظر آتا تھا۔ اضلاع کے بیسیوں بنکوں کے گماشتے لندن پہنچے اور ان کی کوشش یہ تھی کہ جس طریقے سے ہو قیمتی فلز حاصل کریں اور قیمتی فلز حاصل کر کے راستوں میں چوری ڈاکے کا خیال کئے بغیر فوراً اپنے صدر مقامات کو ڈاک گاڑیوں کے ذریعے سے روانہ ہو گئے۔ اس پر آشوب زمانے میں کسی کو اطمینان حاصل نہ تھا۔ چنانچہ ایک بنک نے ۲۰ مارچ کو یہ اعلان کیا تھا کہ اس کی حالت قابل اطمینان اور پر سکون تھی مگر اس مہینے کے ختم سے پیشتر اس نے پہلے ایک محرر اور اس کے بعد ہی دوشریکِ کار نقد طلا حاصل کرنے کے لئے لندن روانہ کئے اور انھوں نے تھوڑا بہت طلا حاصل کرتے ہی فوراً شمال کا راستہ لیا۔ رولنڈ برڈن جو نیو کاسل ایکسچینج بنک میں شریک کار تھے اسی غرض سے لندن آئے تھے۔ واپسی میں ڈاکوؤں نے ان کی ڈاک گاڑی کا راستہ روک دیا اور سیٹھ صاحب کے ہاتھ پاؤں باندھ کر ان کی جیبوں کی تلاشی لی۔ لیکن خوش قسمتی سے ان کی نظر قیمتی فلز پر نہ پڑی"[1]

جس دلچسپ کتاب سے مذکورۂ بالا عبارت نقل کی گئی ہے اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ ڈارلنگ ٹن کا ایک مشہور خاندان بنام بیک ہوز بنک کا کاروبار کرتا تھا۔ انھیں جب کبھی نقد طلا کی ضرورت محسوس ہوتی اور بد گمانیوں سے اپنے کو محفوظ رکھنا مقصود ہوتا تو چند آدمی کسی مقامی جلسے میں شرکت کرنے کے بہانے سے چپکے سے گاڑی میں سوار ہوتے اور اس کے بعد نارتھ روڈ پر ایک مشہور مقام اسکاٹش کارنر کا راستہ لیتے جہاں چھکڑا ان کا منتظر ہوتا تھا اور وہاں سے وہ لندن

[1] دیکھو Moberly Philips, History of Banks, Bankers & Banking

چلے جایا کرتے تھے۔ یہ عمل نہایت دلچسپ طریقے سے یہ بات ظاہر کرتا ہے کہ ابتدائی زمانے میں بنک اپنی بے اعتباری کی تشہیر نہ ہونے دینے اور اپنے آپ کو خفیف سی بھی بدگمانی سے بچانے کے لیے کس قدر حزم و احتیاط سے کام لیتے تھے۔ چنانچہ بیک ہوز کے خاندان کا ذکر کرنے کے بعد ایک اور لطیفہ اسی کے متعلق بیان کر دینا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ یہ ایک بہت ہی مشہور قصہ ہے کہ لارڈ ڈارلنگ ٹن نے اوائل انیسویں صدی میں بیک ہوز بنک کو تباہ کر دینے کی کوشش کی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ لارڈ صاحب نے اپنے آسامیوں کو ہدایت کر دی کہ وہ اپنے ذمے کا لگان بیک ہوز بنک کے نوٹوں کی شکل میں ادا کریں اور اس حرکت سے ان کا منشا یہ تھا کہ نوٹوں کی خاصی مقدار انھیں وصول ہو جائے تو وہ ان سب کو اکٹھا اچانک طور سے بنک میں پیش کر کے طلا طلب کر بیٹھیں، اور اس طرح بنک کو اپنے دروازے بند کرنے پر مجبور کر دیں۔ جونا تھن بیک ہوز کو کسی طرح اس کی اطلاع ہوگئی چنانچہ وہ ضروری طلا حاصل کرنے کی غرض سے ڈاک گاڑی میں فوراً سوار ہو لندن پہنچے۔ واپسی کے وقت وہ اس قدر تیز آ رہے تھے کہ ان کی گاڑی کا اگلا پہیا نکل گیا اور بجائے اس کے کہ کہیں اور پہیے کو گاڑی میں لگائیں سیٹھ صاحب گاڑی دوڑاتے رہے اور اس کے توازن میں جو فرق آگیا تھا اس کو انھوں نے رقم کی تھیلی دوسری طرف باندھ کر ٹھیک کر لیا اور ڈارلنگ ٹن تک انھی تین پہیوں پر پہنچ گیے۔ اس برمحل اور پھرتیلے انتظام کی بدولت بنک کو فلز کی اتنی کافی مقدار مل گئی کہ جب لارڈ ڈارلنگ ٹن کے گماشتے نے نوٹوں کی بڑی سی تھیلی پیش کی تو بنک نے مستعدی کے ساتھ کل نوٹوں کے عوض نقد طلا ادا کر دیا۔ اور ساتھ ہی اکم گو نقدی نویس نے گماشتے کے کان میں آہستہ سے (طنزاً) یہ کہا کہ "اپنے آقا سے کہہ دو کہ اگر وہ ربی[1] بیچنا چاہتے ہوں تو اس کی قیمت کی ادائی بھی طلا سے ہی کر دی جائے گی"[2]

آخر میں راقم الحروف، ایک فنی کتاب میں غیر متعلق قصوں کو بیان کرنے کا الزام اپنے سر لیتے ہوئے ایک اور قصہ بیان کرتا ہے۔ یہ بھی خالی از دلچسپی نہیں ہے۔

97

[1] ربی Raby جاگیر کا نام۔

[2] دیکھو Moberly Philips, "History of Banks, Bankers and Banking'

ایک مالک بنک جب اپنے بنک کی عمارت کے زینے پر چڑھ کر چاہتا تھا کہ اندر قدم رکھے کہ اس کو اندر آنے سے روک دیا گیا اور دروازے بند کر دیئے گئے۔ وہ اپنی تباہی کے صدمے سے ٹھوکر کھا کر اپنے ایک دوست کے آغوش میں گر پڑا اور کہا: "معاف کرنا! میرے دوست۔ واقعہ یہ ہے کہ میرا توازن[1] بگڑ گیا تھا۔"

یوں تو قدیم زمانے کے بنک کے کاروبار کے لطائف اور افسانوں کے بیان کا سلسلہ قائم رکھنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا، لیکن غالباً اس سے زیادہ دلچسپ اور یقیناً زیادہ مفید یہ تحریر کرنا ہے کہ بنک کی ناکامیوں کے خوشگوار اور المناک دونو پہلو موجودہ نسل کے لیے بجائے روزمرہ کی مصیبت کے اب صرف باستانی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس کے باوجود ابھی ان واقعات کو کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا ہے چنانچہ میں نے کسی ضلع کے بنک کے ایک بوڑھے منتظم سے جو اب ایک بڑے سرمائہ مشترک کے بنک کے کاروبار میں مصروف ہے، گفتگو کی۔ اس نے بیان کیا کہ ایک یورش کے زمانے میں جب وہ خود نقد زر ادا کر رہا تھا اس نے ایک گاہک سے جو اپنی امانت واپس لینے آیا تھا پوچھا کہ وہ زر کس صورت میں لے گا تو اس گاہک کے اس جواب کو سن کر اسے حیرت ہوئی کہ وہ اسی بنک کے نوٹ چاہتا ہے۔

انگلستان کے بنک کے کاروبار میں جو اصلاح و ترقی ہوئی وہ سرمائہ مشترک کے بنکوں کے کاروبار کی نشوونما اور ترقی کے ساتھ ساتھ ہوئی۔ یہ واقعہ اس وجہ سے بھی زیادہ دلچسپی حاصل کر لیتا ہے کہ دیرین آدم اسمتھ اب سے بہت پہلے کہہ گیا ہے کہ مشترک سرمائے کا نظام بنک کے کاروبار کے لیے خاص طور سے موزوں ہے۔ اس بارے میں اسمتھ کا جو استدلال ہے وہ بجنسہ نقل کرنے کے قابل ہے۔ کہتا ہے کہ "اگرچہ ممکن ہے کہ بنک کے کاروبار کے بعض اصول بظاہر کسی قدر مشکل معلوم ہوں، لیکن عملاً وہ ٹھوس قواعد کی صورت میں ضبط کیئے جا سکتے ہیں۔ ان قواعد سے کسی موقع پر بھی محض غیر معمولی کثیر منافعہ کے

---

[1] اس قصے میں لطیفہ یہ ہے کہ توازن (Balance) کا لفظ فاضلات کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ ۱۲

لالچ میں انحراف کرنا ہمیشہ بے انتہا خطرناک ہوتا ہے، خصوصاً کاروبار کرنے والی جماعت کے حق میں ایسا کرنا بالعموم مہلک ہوتا ہے۔ لیکن مشترک سرمائے والی کمپنیوں کا نظام کچھ ایسا ہوتا ہے کہ وہ مقررہ قواعد کی سختی کے ساتھ پابندی کرنے پر مجبور ہوتی ہیں۔ اس کے برخلاف دوسری خانگی جماعتوں میں یہ ممکن نہیں۔ پس سرمایۂ مشترک والی انجمنیں بنک کے کاروبار کے لیے بغایت موزوں معلوم ہوتی ہیں"[1]

اس طرح آئین و روایات کے مطابق باقاعدگی کے ساتھ عمل کرنے کے علاوہ سرمایۂ مشترک والی کمپنیوں کے کاروبار کی تشہیر بہ مقابلۂ خانگی انجمنوں کے بعض اوقات بہت زیادہ ہوئی۔ جب حصہ داروں کی بڑی جماعت موجود ہو تو کاروبار کی حالت کے متعلق متین رازداری اور خاموشی سے کام لینا، جیسا کہ خانگی کمپنیوں کے کاروبار کے متعلق عام طور سے ممکن ہوتا ہے، دشوار ہے۔ اور ہر بنک جسے اپنی حالت کے متعلق بیان شائع کرنا ہے اپنی حالت کو نہایت مستحکم ظاہر کرنے پر مجبور رہوتا ہے۔ ورنہ اس پر فوراً بے اعتباری اور بدگمانی کی نظریں پڑیں گی اور اس کے نہایت مہلک نتائج ہوں گے۔ اسی وجہ سے تشہیر کے تازیانے نے بنکوں کو اپنی حیثیت مستحکم رکھنے پر مجبور کر دیا ہے، انھیں اپنے ہمچشموں اور کوٹھی والوں کی جماعت کے دوسرے ارکان کی نکتہ چینی کا جو خوف لگا رہتا ہے وہ مفید نتائج پیدا کرتا ہے۔ یہ بات بہت جلد معلوم ہوگئی کہ جو بنک فرد حساب اچھی حالت میں پیش کرے گا وہ آخر میں چل کر فائدہ میں رہے گا۔ اور بنکوں کو بھی معلوم ہوگیا کہ اپنی حالت کے متعلق معلومات فراہم کرنے سے وہ فائدے میں رہے اور اپنا اعتبار قائم کر لیا۔ یہاں تک کہ تقریباً سب خانگی بنک بھی اپنے ترقی یافتہ مشترک سرمایہ والے حریفوں کی صف میں جا ملنے سے پہلے ہی سے سالانہ یا ششماہی چٹھا شائع کرنے لگے تھے اگرچہ وہ قانوناً ایسا کرنے پر مجبور نہیں تھے۔

اس طرح اشاعت معلومات نے بنک کے کاروبار کو بہت فائدہ پہنچایا۔

99

---

[1] دیکھو "دولت اقوام" Wealth of Nations حصۂ پنجم باب یکم۔

گو اس کو جو کچھ ترقی ہوئی وہ قدیم وضع کے لوگوں کے علی الرغم ہوئی جو اس طریقے کو وقار و متانت کے منافی تصور کرتے تھے ششماہی چٹھوں کا شائع کرنا یقیناً بہت بڑا قدم تھا جو ترقی کے راستے میں اٹھایا گیا لیکن یکم جنوری اور ۳۰ جون کے مابین اور پھر یکم جولائی اور ۳۱ دسمبر کے مابین اتنا کافی وقفہ ہے کہ اس میں بہت کچھ نئے واقعات رونما ہو سکتے ہیں چنانچہ انگلستان کے بینک کے کاروبار کا نظام جس آزادی اور سہولت سے کام کرتا ہے اس سے لالچ میں آکر بینک کے منتظمین اس قابل تعریف کل سے جس کے ذریعے سے وہ تجارتی اور کاروباری طبقے کو زر اور اعتبار فراہم کرتے ہیں، بہت زیادہ آزادی کے ساتھ کام لینے لگے اور نقد کی بہت ہی قلیل بنیاد پر اعتبار کی بہت بڑی عمارت تعمیر کرنے لگے چونکہ ان کے ایسا کرنے سے تجارت اور کوٹھی کے کاروبار میں سہولت پیدا ہوتی تھی اور تجارت کے کل پرزے بہت خوبی کے ساتھ عمل کرتے تھے اس لیے تاوقتیکہ کوئی ناگوار نتیجہ رونما نہ ہو اس نظام کی اصلاح کی تائید کرنا دشوار تھا۔ کیونکہ ایک کثیر اور قوی جماعت کے اغراض کو متاثر کئے بغیر اصلاح ناممکن تھی بیس سال قبل جب یہ کتاب پہلی مرتبہ لکھی گئی تھی تو مصنف کو متعدد بنکوں کے طریق عمل کے اختلاف عظیم کے متعلق بہت کچھ لکھنا پڑا تھا کہ وہ کس طرح اپنے رقوم واجب الاداو واجب الوصول کے بارے میں اپنے جمع کنندوں اور حصہ داروں کو اطلاعیں بہم پہنچاتے تھے۔

یہ استدلال کیا گیا تھا کہ اس زمانے میں جو طریقہ رائج تھا یعنی بعض بنک اپنے کاروبار کے متعلق سالانہ کیفیت شائع کرتے تھے، بعض ششماہی اور بعض ماہانہ کیفیت یہ غیر منصفانہ اور غیر منطقی تھا نیز یہ بھی لکھا گیا تھا کہ اعلان اور اشاعت معلومات کے خلاف جو سخت ترین مقاومت کی جا رہی ہے (خاص کر بعض دیہاتی بنکوں کی جانب سے) وہ خود ان چیزوں کے ضروری ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ یہ اعتراضات ان بنکوں کی تختہ چینیوں کی ہمنوائی میں کئے گئے تھے جو اپنے صحیح بیانات اور کیفیتیں جلدی جلدی پیش کرنے میں بقیہ بنکوں سے گوئے سبقت لے گئے تھے اور اپنے پس ماندہ حریفوں کو اپنے قدم بہ قدم چلنے پر اکساتے تھے۔ ان کی نظروں میں یہ بات پر از خطرات ہونے کے علاوہ بہت نامناسب اور ناواجب بھی تھی کہ ان کے بعض حریفوں کو جیسا کہ گمان کیا جاتا تھا نقد کے تناسب سے زیادہ کاروبار کرنے کا موقع ملے

100

اور وہ دنیا کے بنک کے سب سے زیادہ روشن خیال قائدوں کے عمل کے برخلاف اپنے ذمے کے واجب الادا رقوم اور نقد کے تناسب کو نسبتہً زیادہ طویل وقفوں کے ساتھ شائع کریں۔ مصنف نے ۱۹۰۸ء میں لکھا تھا کہ "ممتاز اور عملی ماہران فن بنک اس امر پر بار ہا زور دے چکے ہیں کہ رقوم واجب الادا کے مقابلے میں نقد کا موجودہ تناسب خاص کر دیہاتی بنکوں کی صورت میں ناکافی اور غیر موزوں ہے اور یہ کہ اس خرابی کو رفع کرنے کے لیے مقررہ وقفوں سے ان کی مالی حالت کا شائع کرانا نہایت اہم اور ضروری ہے۔ بنکوں سے جو استدعا کی جاتی ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ وہ اپنے کاروبار کی حقیقی صورت حال کو ظاہر کر دیں۔ لیکن بعضوں کو ایسا کرنے میں جو پس و پیش ہے وہ کوئی اچھی علامت نہیں ہے۔"

اس کے بعد سے اس مسئلے کی اہمیت بہت کچھ گھٹ گئی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ بنکوں کے انضمام و استحکام کے عمل میں تیزی کے ساتھ ترقی ہوئی ہے جس نے بنکوں کے گروہ اور برادری سے متعدد کمزور ارکان کو خارج کر دیا ہے، اور وہ اب ہمہ گیر بڑی بڑی انجمنوں میں جذب ہو چکے ہیں۔ ۱۹۰۸ء میں انگلستان اور ویلس میں بہ استثنائے بنک آف انگلینڈ ۷۰ بنک موجود تھے۔ ۱۹۲۸ء میں ان کی تعداد صرف ۲۰ رہ گئی، جن کے منجملہ صرف نو بنک ماہوار کیفیتیں شائع کرتے تھے۔ لیکن ملک کے جو وسائل بنکنگ بنک آف انگلینڈ کے حلقہ اثر سے باہر ہیں ان کے نوے فی صد پر ان نو بنکوں کا تصرف تھا۔

جب سے چھوٹے چھوٹے کمزور بنکوں میں خود بخود کانٹ چھانٹ ہوئی ہے اس وقت سے غیر مکتفی نقد ذخائر کا مسئلہ جو سال بہ سال ضرور بیان کیا جاتا تھا بنک کے صدر نشینوں کی سالانہ تقریروں میں نظر انداز کیا جانے لگا۔ وہ لوگ جو چھٹے میں پورے اور متوازن اعداد و شمار دیکھنے کے آرزومند ہیں بعض اوقات یہ رائے دیتے ہیں کہ اگر سب بنک پورے اعداد جلدی جلدی شائع کرنے پر مجبور کئے جائیں تو یہ طریق بہت زیادہ اطمینان بخش ہوگا۔ لیکن آج کل یہ دعویٰ اس وجہ سے زیادہ نہیں پیش کیا جاتا کہ اب اعتبار کی تخلیق بہت زیادہ مقدار میں کی جاتی ہے اور اس کو جاری کرنے والے ماہوار کیفیتیں نہیں شائع کرتے یا اپنے

چھٹے میں فروغ وتفصیلات نہیں پیش کرتے بلکہ اس خواہش کی بنا پر دعوی زیادہ تر پیش کیا جاتا ہے کہ صنعت وتجارت کی حالت پر بنک کاری کے اعداد اب جتنی روشنی ڈالتے ہیں اس سے بہت زیادہ روشنی پڑے۔

لیکن بنک کاری پر جو اعتراضات کئے جاتے تھے ان میں سے ایک سنگین مستقل اعتراض جو گزشتہ ایڈیشن کے اس باب میں نمایاں حیثیت سے پیش کیا گیا تھا اب بھی بدستور باقی ہے سابقہ ایڈیشن میں بیان کیا گیا تھا کہ "ہر مہینے کے آخر میں جب سب بنک اپنی اپنی کیفیت شائع کرنے کی تیاریاں کرتے ہیں، تو زر کے بازار میں "تنگی کا دور پیدا ہوجاتا ہے"، جیسا کہ لمبارڈ اسٹریٹ کی مروجہ اصطلاح ہے۔ یہ عمل اس نتیجہ کی جانب بلاشبہ رہبری کرتا ہے کہ بعض بنک دیئے ہوئے قرضے واپس طلب کرتے یا نسبتہً کم ہنڈیوں پر بٹہ کاٹتے ہیں اور اس طرح اپنے نقد بدست کی مقدار کو بڑھا لیتے ہیں تاکہ جس دن چھٹا شائع ہو اس دن ان کی مالی حالت قوی ثابت ہو۔ اس عمل کو ان ظریفوں میں سے ایک نے جو شہر لندن کی زندگی کو خوشگوار بنانے میں بہت بڑا حصہ رکھتے ہیں۔ بجا طور پر ظاہرداری یا "لیپ پوت" کا نام دیا ہے اور یہ عمل اب تک باقی ہے گو اس کی شکل کسی قدر بدل گئی ہے۔ جنگ کے بعد سے جو بنک ماہوار کیفیتیں شائع کرتے ہیں وہ اپنے چھٹوں میں مہینے کے آخر کی حالت نہیں پیش کرتے بلکہ متعدد مدات کے بارے میں ہفتہ وار اوسط اعداد پیش کرتے ہیں۔ توقع تھی کہ اس طریقے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بنک اپنے حسابی تختوں کو خوشنما بنانے کی خاطر باقاعدہ دور کے ساتھ بازار سے نقد واپس حاصل کرنا ترک کردیں گے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس طریق کی بدولت نقد واپس نکالنے کا عمل اگرچہ وسعت میں کم ہوگیا ہے، لیکن تعداد میں بڑھ گیا ہے اس لیے کہ پہلے تو چھٹا پیش کرنا صرف ایک ماہواری مصیبت ہی تھا لیکن اب ہفتہ واری نحوست بنا ہوا ہے۔ مسٹر فریڈرک۔ ہائلڈ نے اپنے صدارتی خطبے میں جو بحیثیت انسٹی ٹیوٹ آف بنکرس کے صدر کے ۱۲ نومبر ۱۹۲۸ء کو پڑھا گیا تھا، اس ظاہرداری یا لیپ پوت کو ایک ایسا عمل بتایا ہے "جو زر کے بازار میں ہر ششماہی کے ختم پر بہت بڑے پیمانے پر اور ہر ہفتے خفیف حد تک خلل پیدا کردیتا ہے۔ گو یہ عمل قدیم زمانے

سے رائج ہے اور اس کو عام طور سے روا رکھا گیا ہے۔ لیکن میرے خیال میں کوئی شخص بھی اس کی مدافعت میں سنجیدہ استدلال نہیں پیش کر سکتا۔ دیگر امور کے قطع نظر اس کا مقصد خود اس امر سے فوت ہو جاتا ہے کہ کوئی شخص اس (ظاہر داری) سے دھوکا نہیں کھاتا۔ اخباروں میں ہر ہفتے اس ظاہر داری کے موضوع پر نقد و تبصرہ کیا جاتا ہے۔ ایسی نمائش سے دھوکے اور فریب کا سب رنگ تو اڑ ہی جاتا ہے لیکن ساتھ ہی اشاعت معلومات کا ذریعہ ہونے کی حیثیت سے بھی اس کی قدر و اہمیت کم ہو جاتی ہے۔ بات بہت قرینے سے کہی گئی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ پھر یہ عمل اب تک برابر جاری کیوں ہے؟

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ انگلستان کے بنکوں کے کاروبار کی عظیم الشان ترقی انجمن ہائے سرمایۂ مشترک کے اصول پر کاروبار کرنے کے طریق کی نشو و ترقی کے ساتھ ساتھ ہوئی جس کی وجہ سے جیسا کہ اس باب کے آغاز میں ذکر کیا گیا ایک عجیب و غریب و بجیپ نظام ایک ٹھوس یکسانی رکھنے والے نظام سے مبدل ہو گیا ہے۔ اسی سلسلے میں یہ بیان کر دینا خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ ملک کے قوانین نے حتی الوسع اس ترقی کی راہ میں ایک ناقابل عبور مزاحمت پیدا کی یعنی بنک آف انگلینڈ کو لندن میں سرمایۂ مشترک کے اصول پر کاروبار کرنے کا اجارہ تو دیدیا مگر بنک کی تعریف اس کاروبار کے مطابق جو اجارہ ملنے کے وقت بنک انجام دیتے تھے، یہ کی گئی کہ وہ اجرائے نوٹ کا حق ہے۔ لیکن جب بنک کے کاروبار کی نوعیت بدل گئی اور بنک کے منتظم کا کام اہل معاملہ کو قرضہ دینا اور اس کو نوٹ حاصل کرنے کا مجاز کر دینا نہ رہا بلکہ اہل معاملہ کو قرضہ دینا اور اس کو چک لکھنے کا حق عطا کرنا منتظم بنک کا کام ہو گیا تو یہ معلوم ہوا کہ بنک آف انگلینڈ کا اجارہ لندن میں سرمایۂ مشترک کے اصول پر دوسرے بنکوں کے قیام کو روک نہیں سکتا۔ اور اس طرح قانون کا جو ظاہری منشا تھا وہ بنک کے کاروبار کے طریق کی تبدیلی کی وجہ سے پورا نہ ہو سکا اور وہ عملاً منسوخ ہو کر رہ گیا۔ اس کی وجہ غالباً یہی خیال کی جا سکتی ہے کہ واضعان قانون اس ہونے والی تبدیلی کا پہلے سے اپنے ذہن میں اندازہ نہ کر سکے۔

104

غرض قانون کی اس عملی بے اثری کا اختتام ہوا تھا کہ انجمن سرمایۂ مشترک کے اصول پر ۱۸۳۴ء میں لندن میں ایک بنک بنام لندن اینڈ ویسٹ منسٹر بنک[1] قائم ہوگیا اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کے بعد سے انگلستان کے بنکوں کا کاروبار سرمایۂ مشترک کے بنکوں کی شکل میں مبدل ہوتا گیا۔ چنانچہ ان کی رفتار ترقی اس قدر سریع ہوگئی اور انھوں نے اس قدر مستعدی کے ساتھ خانگی بنکوں کو اپنے میں جذب کرنا شروع کردیا کہ انجام کار ۱۸۹۶ء میں ان خانگی بنکوں کی ایک بہت بڑی تعداد متحد ہوکر ایک بڑے سرمایۂ مشترک کے بنک کی صورت میں قائم ہوگئی اور ان میں سے جو سب سے بڑی انجمن تھی اسی کے نام سے بنک بارک لے اینڈ کمپنی موسوم کیا گیا۔

اس طرح بنکوں کا جو نیا کاروباری نظام وجود میں آیا اس کی خصوصیت امتیازی یہ ہے کہ بنک کا کاروبار بنک کی شاخوں کے ذریعے سے ہونے لگا۔ قدیم زمانے میں ہر بنک اپنی علحدہ حیثیت رکھتا تھا اور آس پاس کے اہل معاملہ کی دہی ضرورتیں تنہا پوری کرتا تھا۔ گویا اس کا دائرۂ عمل بہت ہی محدود ہوتا تھا۔ اور اگر اس کی کوئی شاخیں بھی ہوتیں تو ان کی تعداد بہت قلیل اور مقابلۃً بہت ہی تنگ رقبے میں محدود ہوتی تھی۔ لیکن نئے طریق میں ملک کے گوشے گوشے میں شاخوں کا جال پھیلا دیا جاتا ہے یا دوسرے بنکوں کے حقوق خرید لیے جاتے ہیں اور بظاہر یہ کوشش کی جاتی ہے کہ حتی الامکان کاروبار کو وسیع کیا جائے۔ نتیجہ یہ ہے کہ اس وقت انگلستان میں ایسی چھوٹی چھوٹی انجمنیں یا کمپنیاں کثیر تعداد میں موجود ہونے کے بجائے جو اپنے اہل معاملہ کی مختصر جماعتوں کے لیے زر کی سہولتیں مہیا کریں، بنک کا کاروبار ایک ایسے گتھے ہوئے جتھے کی شکل میں منظم ہوگیا ہے جو چند منظم و مستحکم اور اعلیٰ ساز و سامان سے آراستہ جمعیتوں پر مشتمل ہے اور ان میں سے ہر جمعیت کے تحت متعدد شاخیں اور جماعتیں وسیع رقبوں میں پھیلی ہوئی ہیں مگر ان سب کا انتظام ایک ہی مشترک مرکز

---

[1] London & Westminster Bank.

کی جانب سے عمل میں آتا ہے اور ایسی خوبی اور سہولت کے ساتھ عمل میں آتا ہے کہ ہر ہر ضلع اور مقام کی ضرورتوں اور معاملات کو پورا کیا جا سکتا اور ان کی بخوبی نگرانی کی جا سکتی ہے۔

105

اس ترقی سے بڑے بڑے فوائد حاصل ہوئے۔ چنانچہ بادی النظر میں سب سے بڑا فائدہ تو یہی ہوا کہ ابتدائی دور کے قدیم نظام کے بے شمار علیحدہ علیحدہ مختصر بنکوں کے مقابلے میں موجودہ زمانے میں عظیم الشان بنک قائم ہو گئے ہیں۔ چونکہ منظم بنک عامۃ الناس کے اعتماد پر کاروبار کرتا ہے اور بنک کی عظمت و وسعت ہی وہ سب سے موثر خصوصیت ہے جو عوام کے تصور کو مسخر کرتی ہے اس لیے بنکوں کے انضمام اور شاخ بندیوں کے عمل نے بنک کے کاروبار کو ایک نہایت ہی اہم حیثیت سے یقیناً تقویت پہنچائی ہے۔ یہ کہنے کی بھی چنداں ضرورت نہیں کہ زر کی سہولتوں کے مدوجزر کو منظم کرنے میں اور ایسی متعدد نہریں فراہم کرنے میں بھی یہ عمل نہایت موثر ثابت ہوا ہے جو اپنے مشترکہ مخزن سے ملی ہوئی ہیں اور جن کے ذریعے سے کاروبار کے میدان میں مالی آب رسانی بہت آسانی اور ارزانی کے ساتھ انجام دی جا سکتی ہے اور اگر کوئی علاقہ قحط زدہ ہو تو اس میں بھی رسد کی سربراہی نہایت آسانی سے کی جا سکتی ہے۔ تاوقتیکہ کاروباری دنیا میں کوئی خرابی رونما نہ ہو اور یہ کل اچھی طرح چلتی رہے، موجودہ نظام کو اس کے پیشرو نظام کے مقابلے میں بلا خوف تردید ایک عظیم الشان اصلاح و ترقی تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ بنکوں کی شاخوں کے کثیر تعداد میں قائم ہونے اور پھیلنے کی وجہ سے کاروبار کے لیے اسی قدر زیادہ خطرات کے دروازے بھی کھل گئے ہیں۔ چنانچہ اگر کبھی ایسا اتفاق ہو کہ بنکوں کی سب شاخوں کا کاروبار عمدگی کے ساتھ نہ چلے اور ہر شاخ معاون کی حیثیت سے عمل کرنے کے بجائے صدر بنکوں کے حق میں جونک ثابت ہونے لگے تو بنکوں کے خون حیات کے خارج ہونے کے اتنے

گونا گوں راستے ہو جائیں گے کہ ان کے محافظوں اور امینوں کا کام بہت بڑھ جائے گا۔ کسی ایسے ادارے کے لیے جو ایک ہی چھت کے نیچے کام کرتا ہو اور اس کے ذمے کے واجب الادا رقوم اسی جگہ تک محدود ہوں زر نقد کا جتنا تناسب کافی ثابت ہو سکتا ہے اتنا ایسے ادارے کے لیے مشکل مہلک ہو سکتا ہے جس کے ذمے گو نسبتہً قلیل رقوم واجب الادا ہوں مگر یہ رقوم بیسیوں علاقوں میں قائم شدہ مختلف شاخوں پر پھیلی ہوئی ہوں۔

اس نقطۂ نظر سے بنک کی وسعت کا جو عوام کی نظر میں استحکام و قوت کی نہایت بیّن علامت ہے، غور سے دیکھنے پر ایک مختلف پہلو سامنے آتا ہے۔ اس لیے کہ کسی بنک کی وسعت و عظمت کا اندازہ عام طور سے اس کی امانتوں سے یا دوسرے الفاظ میں اس کے ذمے کے رقوم واجب الادا سے اور اس کی شاخوں کی تعداد سے کیا جاتا ہے۔ پس جب بنک کے ذمے کے رقوم واجب الادا نہ صرف کثیر ہوں بلکہ دور دور تک پھیلے ہوئے ہوں تو عظمت کی دلیل ہونے کی حیثیت سے وہ اور بھی زیادہ گمراہ کن بن جاتے ہیں۔ کسی فرد واحد کی دولت کا اندازہ لگاتے وقت ہم ہرگز اس کے لاکھوں کے قرضے کے شمار سے شروع نہ کریں گے اور نہ یہ حساب لگائیں گے کہ اتنے متعدد مقامات کی رقوم اس کے ذمے واجب الادا ہیں ہم اس کے اعتباری کاروبار کی وسعت کی بے شک تعریف کریں گے لیکن اس کی ٹھوس مالیت کا تخمینہ لگاتے وقت ہمیں سب سے اول یہ معلوم کرنا ہوگا کہ اس کی اس قرضداری کے مقابلے میں اس کے پاس نقد زر اور رقوم واجب الوصول کتنی مقداریں ہیں۔ پس بعینہٖ یہی حال بنکوں کا ہے، بنک جتنے زیادہ بڑے ہوں گے اور جتنے زیادہ ان کے کاروبار کے مقامات پھیلے ہوئے ہوں گے اتنا ہی زیادہ پیش بینی اور عاقبت اندیشی کی ان کو ضرورت ہے۔ یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ متعدد شاخوں والے بنکوں کے مالک اور منتظم اس قسم کی پیش پا افتادہ باتوں کو خوب جانتے اور مانتے ہیں۔

یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ موجودہ زمانے میں انگلستان کے بنک کے

کاروبار میں بہت زبردست تنظیم و استحکام عمل میں آیا ہے اس کے باعث اور موجودہ نقل وحمل کے انتظام کی سہولت و سرعت کے باعث شاخوں کے ذریعے سے بنک کا کام انجام دینے کے خطرات بہت بڑی حد تک گھٹ گئے ہیں۔ چنانچہ ریاستہائے متحدہ امریکا کا تجربہ بظاہر اس امر کا شاہد ہے کہ اکثر چھوٹے مفرد بنکوں کے نظام کو نسبتہً بہت بڑے خطرات برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ 107 یہاں گو بعض بنک ایسے ہیں جو انگلستان کے بڑے سے بڑے بنکوں کے مساوی ہیں جن کی مجموعی تعداد تقریباً ۲۶ ہزار ہے لیکن ان میں سے ۶۶۲ بنک جن کی امانتوں کی مجموعی مقدار ۱۹۲ ملین ڈالر تھی ۱۹۱۷ء میں بند ہو گئے۔ اور ۴۹۱ جن کی امانتوں کی مقدار ۳۸ ملین ڈالر تھی ۱۹۲۸ء میں مسدود و معطل ہوئے[۵۲] حالانکہ ان دونوں سالوں میں بنک کے کاروبار پر کسی خاص آفت کا کوئی شائبہ بھی نہ تھا۔

ہم بیان کر چکے ہیں کہ بنک ایک ایسا نیک تخلیق کرکے جس کے ذریعے سے آج کل انگلستان کی تجارت اور اس کا کاروبار چلتا ہے لندن کے زر کے بازار کے داخلی انتظام میں بہت ہی اہم اور ذمہ دارانہ عمل انجام دیتے ہیں۔ اور ان کی مدواجب الوصول میں سب سے بڑا حصہ جیسا کہ صفحہ ۵۶ مندرجہ حاشیہ کے چھٹے میں بیان ہو چکا ہے ان قرضوں پر مشتمل ہوتا ہے جو برطانیہ کی صنعت و تجارت کو دیا جاتا ہے۔ چنانچہ کہا جا سکتا ہے کہ بنک صنعت و تجارت کی اعانت، پرورش و سیرابی میں بہت ہی اہم حصہ رکھتے ہیں۔

بین الاقوامی معاملات میں ان بنکوں کی قوت میں بہت کچھ کمی آج اس وجہ سے واقع ہوئی ہے کہ اب بنک آف انگلینڈ زر کے بازار کی بہت گہری نگرانی کرتا ہے گو اس قوت کی اس لحاظ سے توسیع بھی ہوئی ہے کہ مبادلات خارجہ اور سرکار کے معاملات میں ان کی جد وجہد اب بہت وسیع ہو گئی ہے۔ سابق میں

---

[۵۱] دیکھو اکنامسٹ، بنکنگ سپلیمنٹ ۱۱ مئی ۱۹۲۹ء صفحہ ۶، مضمون موسوم بہ امریکہ کی بنک کے کاروبار میں نظام کی تحریک۔
[۵۲] دیکھو فیڈرل ریزرو بلیٹن مورخہ اپریل ۱۹۲۹ء صفحہ ۲۶۱۔

معمولی اوقات میں یعنی ایسے زمانے میں جبکہ معاملات میں مداخلت کرنا اوران کی نگرانی کرنا بنک آف انگلینڈ کے لیے ضروری نہ تھا یہی بنک لندن میں زر کی قیمت کا تعین کرتے تھے، چنانچہ اس کا اعلان روزمرہ کے قرضوں اور قلیل المدت قرضوں کی شرح سود اور کل تاریخوں کی ہنڈیوں کی شرح بٹہ سے ہوا کرتا تھا۔ یہ سچ ہے کہ یہ شرحیں ہر وقت یا تقریبًا ہر وقت بنک آف انگلینڈ کی دفتری شرح سے بہت ہی خفیف حد تک متاثر یا اس کے تابع ہوتی تھیں اس لیے کہ یہ بنک اپنے جمع کنندوں کو ان کے زر امانت کے استعمال کے صلے میں جو سود ادا کرتے تھے اس کی شرح عام طور سے زمانۂ ماقبل جنگ میں بنک کی دفتری شرح سے ۱½ فی صد کم ہوتی تھی۔ لیکن ان بنکوں میں زر امانت کے علاوہ کثیر رقوم بہ مد رواں بھی جمع رہا کرتے تھے جن پر کوئی سود ادا نہیں کیا جاتا تھا چنانچہ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ وہ اس رقم کو زر کے بازار میں جمع کنندوں کی شرح سے کم پر بطور قرض دیتے یا دے سکتے تھے۔ اور جس شرح پر وہ زر کے بازار میں رقم بطور قرض دیا کرتے تھے وہی بجز شاذ موقعوں کے قرضوں کی بازاری شرح ہوتی تھی۔

اس بحث کو اس طرح بلا تامل جاری رکھنا ناممکن ہے۔ پس ہمیں اب توقف کرنا چاہیے اور "قرضوں کی بازاری شرح" کی اصطلاح کی تشریح کردینی چاہیے۔ اگر اس اصطلاح کی توضیح جامعیت واختصار کے ساتھ کرنے کے بجائے اس کا مطلب سلیس پیرائے میں اور سہولت تفہیم کے خیال سے کرنے کی اجازت دی جائے تو اس کے معنی ایسی شرح کے ہیں جس پر بنک ہنڈی دلالوں کو قرضہ دینے یا چک لکھنے کا حق عطا کرنے کے لیے تیار ہوں۔ "ہنڈی دلالوں" کی اصطلاح بھی تشریح طلب ہے۔ لیکن اس کے لیے آئندہ باب تک توقف کرنا چاہیے۔ اور سردست یہ بیان کردینا کافی ہے کہ یہ ماہروں کی ایک ایسی جماعت ہے جو اپنے آپ کو ہنڈی پر بٹہ کاٹنے کے لیے وقف کردیتی ہے یا ہنڈی پر بٹہ کاٹنے کے کام میں بطور درمیانی وسیلے کے کام آتی ہے۔ اگر آپ صفحہ ۵۹ مندرجہ حاشیہ پر نظر ڈالیں جس پر بنکوں کا مجموعی چٹھا درج ہے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ رقوم واجب الوصول میں

108

دائیں جانب پہلی مد "منقدہ دست و در بنک آف انگلینڈ" کی ہے، جو بنکوں کی حفاظت کا پہلا مورچہ ہے۔ اور اس کے بعد کی مد "عند الطلب اور مختصر المدت اطلاع کے قرضے" ہے۔ یہ قرضے بنکوں کی جانب سے روزمرہ ہنڈی دلالوں کو دیئے جاتے ہیں اور انھیں جو زر قرض دیا جاتا ہے اس کو بنک اپنی حفاظت کا دوسرا مورچہ خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ زر یا تو عند الطلب یا ایسی مدت کے اندر واپس مل سکتا ہے جو عام طور سے ایک ہفتے سے کبھی متجاوز نہیں ہوتی، اور اس طرح کم از کم نظری اعتبار سے یہ قرضے فوراً واپس طلب کر لیے جا سکتے ہیں۔ بعض صورتوں میں اس اصطلاح میں وہ قرضے بھی شامل کر دیئے جاتے ہیں جو بنکوں کی جانب سے تمسک دلالوں کو دیے جاتے ہیں۔ لیکن جب شہر لندن میں زر کی شرح کا نرخنامہ شائع ہوتا ہے تو اس کا مطلب عام طور سے وہ شرح ہوتا ہے جو بنکوں اور ہنڈی دلالوں کے مابین طے پاتی ہے۔ چنانچہ کسی شخص کو، جو اخبار کے کالموں میں زر کے متعلق مضمون کی ابتدائی عبارت کو پڑھتا ہے اور یہ معلوم کر کے حیرت زدہ ہو جاتا ہے کہ "زر کے لیے طلب بہت کم تھی اور روزمرہ کے قرضے بظاہر نہایت ہی کم نفع کی شرح پر بہت آسانی کے ساتھ دیئے گئے" یہ نتیجہ نکالنے کی ضرورت نہیں ہے کہ انسان کی فطرت میں ایک بہت بڑا انقلاب پیدا ہو گیا ہے اور یہ کہ زر اب انسان کے لیے کوئی ایسی شے نہیں رہا ہے کہ انسانوں میں اس کی خواہش ہو۔ اس قسم کی غلط فہمیوں میں مبتلا ہونے والے بالعموم وہی ہوتے ہیں جو شہر لندن کی بازاری اصطلاحوں سے ناواقف ہیں۔ چنانچہ خود مصنف نے ریل کے سفر میں ایک شائستہ آدمی کو اخبار نویسوں کو سخت سست کہتے سنا کہ اخبار نگار لغویات اور خرافات بکتے ہیں۔ واقعہ یہ تھا کہ اخبار پڑھنے میں ان کی نگاہ غلط انداز زر کے مضمون کے کالم پر جا پڑی تھی اور انھوں نے اس میں لکھا ہوا پایا تھا کہ زر" ناقابل استعمال ہو گیا اس کی ضرورت نہیں رہی اور نقد فاضلات کو ایک فیصد پر بھی کوئی نہیں پوچھتا تھا"۔ معلوم یہ ہوا کہ اس سے ایک دن قبل ہی ان حضرت نے کچھ تصاویر کو جو غالباً ان ہی کے قلم کا کارنامہ تھے اور جن کی قیمت مشتبہ سی تھی، اپنے بنک میں پیش کر کے اس سے ان کی

ضمانت پر ایک اوورڈرافٹ[1] لکھوانے کی بے سود کوشش کی تھی اور وہ اس قرضے پر ۱۰ فیصد سود تک دینے کے لیے آمادہ تھے۔ چنانچہ وہ اخبار کے اس بیان سے کہ "۱ فیصد پر بھی زر کی طلب نہ تھی" اس قدر متاثر اور آزردہ خاطر ہوئے کہ انھوں نے شہر کے سب صحیفہ نگاروں کو نقادان فن کی حیثیت سے بالکل نالائق قرار دے دیا، جو گویا ان کے نزدیک کسی کی ہجو کی آخری حد تھی۔

لفظ "زر" شہر لندن میں جن معنوں میں استعمال ہوتا ہے ان کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا بہت اہم ہے اس لیے کہ ہمیں معلوم ہوگا کہ اس زر کی جو شرح ہے اور اس زر کو حاصل کرنے کے لیے جو سہولتیں ہیں وہ بنک کی کل کے سب سے اہم پہیے ہیں۔ چنانچہ اس اصطلاح کے صحیح مفہوم اور محل استعمال کو ذہن میں رکھنا نہایت ضروری ہے۔

پس جب زر کی اصطلاح کو خاص اس کے کاروبار کرنے والے استعمال کرتے ہیں تو اس کے مخصوص معنی ہوتے ہیں۔ اسی طرح معاشیات کے تسمیۂ اصطلاحات میں جو ابہام و تناقض ہے اس کی یہ دوسری مثال ہے۔ اس لحاظ سے اس کا مفہوم بالعموم ایسا قرضہ ہے جو بنک کی جانب سے ہنڈی دلال کو ایک دن کے لیے یا اس مدت کے لیے جو ایک ہفتے سے متجاوز نہ ہو دیا جائے۔ اس طرح اس قسم کے قرضے پر جو شرح سود ہوتی ہے وہ اس حق کی قیمت کی نمایندگی کرتی ہے جو چک لکھنے کے لیے بہتر سے بہتر اعتبار کے قرض گیر کو بہتر سے بہتر قسم کی ضمانت اور تمسک پر اور قلیل سے قلیل مدت کے لیے دیا جاتا ہے۔ پس اس سے کوئی ایسا نتیجہ اخذ کرنا جو دوسرے حالات کے تحت حاصل کردہ قرضوں کی شرح سود سے متعلق ہو بالکل غلط اور گمراہ کن ہوگا۔

اس شرح کا تعین، معمولی اوقات میں، عملاً چک بھنانے والے بنکوں کی جانب سے کیا جاتا ہے۔ یوں تو دوسرے لین دار مثلاً حکومت ہند کے گماشتے یا کوٹھی والے یا ساہوکار بعض اوقات اپنی رقمیں کثیر مقدار میں

[1] over draft

بطور قرض ہنڈی دلالوں میں پھیلائے رکھتے ہیں بیکن قلیل المدت قرضوں کی شرح کی مقدار مقرر کرنے میں فیصلہ کن آواز انجام کار انگریزی بنکوں ہی کی ہوتی ہے۔ اور اس شرح کی انتہائی تغیر پذیری ہی سابق میں ان عظیم دشواریوں میں سے ایک دشواری تھی جن کا مقابلہ لندن کے زر کے بازار کے منتظموں کو کرنا پڑتا تھا۔ اس زمانے میں لندن کو اپنی حیثیت کے سنبھالنے میں جو دشواریاں پیش آتی تھیں ان میں سے اکثر اس واقعے کی بنا پر پیدا ہوئیں کہ زر کے بازار کے اکثر ارکان نے زر کے بازار کی نگرانی کی ضرورت ہی کو محسوس نہیں کیا تھا اور جو لوگ اس ضرورت کو محسوس بھی کرتے تھے وہ اپنے کو دو دائمی مشکلات میں گرفتار پاتے تھے جن میں سے ایک تو خود ان کے فوری ذاتی اغراض کی بنا پر پیدا ہوئی اور دوسری بحیثیت مجموعی بازار کے اغراض اور مستقبل کی بنا پر۔

مثلاً ممکن تھا کہ کوئی مقررہ بنک کسی مقررہ وقت میں اس چیز کو حق بجانب اور مناسب خیال کرے کہ یہ مسئلہ کہ کس شرح پر ہنڈی دلالوں کو قرض دیا جائے ایک ایسا معاملہ ہے جو صرف اس کی ذات سے اور اس کے حصہ داروں کا اس پر جو حق ہے اس سے متعلق ہے اس کے پاس کچھ نقد کا ذخیرہ ہے کچھ نقد تمسکات کی شکل میں مشغول ہے، کچھ اہل معاملہ کو بطور قرض دیا گیا ہے اور ان سب کے علاوہ کچھ جزو اس کے پاس ایسا بھی ہے جس کو وہ حسب قواعد کاروبار عند الطلب یا اطلاع مختصر المدت پر واپسی کے وعدے پر ہنڈی کے دلالوں کو بطور قرض دے سکتا ہے۔ پس اس قرضے پر اس کو جو کچھ شرح بھی مل جائے اس کو وہ نہ ملنے سے بہتر سمجھتا ہے۔ مثلاً اگر ہنڈی کے دلال اس کو صرف ½ فی صد سود بھی دیں تو وہ کیوں اس کو قبول نہ کرے اور انکار کرنے کے بجائے کیوں اس قدر اعتبار تخلیق کر کے منافع نہ حاصل کرے۔ اگر وہ یہ شرح منظور نہ کرے تو غالباً دلال پاس ہی کے کسی دوسرے حریف بنک سے رجوع کر کے شاید ½ فیصد شرح پیش کر کے قرضہ حاصل کر لیں گے۔ اس طرح اس کے کم شرح منظور کرنے سے انکار کا صرف یہ نتیجہ ہوگا کہ اس کے حریف کا منافع زیادہ ہو جائے گا۔ انفرادی بنک کے منتظم کے نقطۂ نظر سے اس قسم کا استدلال ناقابل تردید ہوتا لیکن بازار کے نقطۂ نظر سے اس قسم کے عمل سے جو نتائج رونما ہوتے وہ ناخوشگوار ہوتے

112

ہوتے وہ ناخوشگوار ہوتے ہیں۔ ۱۹۱۰ء میں مصنف نے لکھا تھا کہ کیا ہی اچھا ہو اگر سب بنک بحیثیت مجموعی مل کر ایک ایسا عملی اور متفق علیہ نظام تیار کرلیں جس میں زر کی شرح (شہر کے مفہوم کے لحاظ سے) کی تغیر پذیری کم ہوجائے اور اس کا سد باب ہوجائے کہ یہ شرح گھٹ کر بہت معمولی نہ ہوجائے تاکہ بٹہ کی شرح میں ناواجبی تخفیف نہ ہونے پائے جس سے کہ مبادلات خارجہ لندن کے مخالف ہوجاتے ہیں، ذخیرۂ محفوظ طلا کے ذمہ دار منتظمین کی مشکلات بڑھ جاتی ہیں، طرح طرح کی سٹہ بازی ہوتی ہے اور رکو بھی کی ہنڈیاں تیار ہونا شروع ہوجاتی ہیں۔"

جب یہ کتاب پہلی مرتبہ شائع ہوئی تو مصنف کو اس عبارت نیز ان دوسری عبارتوں کی بنا پر اس کے بعض احباب نے جو ہنڈی دلالی کرتے تھے برا بھلا کہا جن میں مصنف نے شرح بنک اور زر کی بازاری شرح کے مابین ایک لچکدار مگر موثر کڑی قائم کرنے کے بارے میں زور دیا تھا۔ ہنڈی دلالوں کے حق میں، جیسا کہ آگے چل کر جب ہم آئندہ باب میں ان کے کاموں کی بحث کریں گے معلوم ہوگا، ارزاں زر کی افراط گویا مالی خوشحالی کے مرادف ہے مصنف پر یہ الزام عائد کیا گیا کہ وہ بنکوں کو زر کے "احتکار"[۱] کا مشورہ دے رہا ہے۔ لیکن قرضے کی شرحوں میں شدید تغیرات لمبارڈ اسٹریٹ کے لیے مفید نہیں ہیں چنانچہ جنگ کے بعد سے بنکوں نے یہ قاعدہ مقرر کرلیا ہے کہ صرف ہنڈی دلالوں کو ایسی شرح پر قرضہ دیا جائے جو بالعموم بنک آف انگلینڈ کی دفتری شرح سے جس کو عام طور سے شرح کہا جاتا ہے ایک فی صد کم ہو۔

اس طریقے سے انھوں نے بنک آف انگلینڈ کو لندن کے زر کی قیمت پر بہت زیادہ گہری نگرانی کرنے کا موقع دے دیا ہے اور بنک کے کاروبار کے استحکام اور چھوٹے بنکوں کے ضرورت سے زائد کاروبار کی روک تھام سے بھی اس نگرانی کو مزید تقویت پہنچی ہے۔ ہم اس صورت حالات پر پھر عود کر آئے ہیں جس کو

---

[۱] Corner یعنی بازار سے مال ہٹا کر الگ جمع کر رکھنا تاکہ حسب خواہش اضافہ قیمت کیا جاسکے۔

والٹر بیج ہسٹ نے اپنی کتاب لمبارڈ اسٹریٹ میں بیان کیا ہے کہ اس وقت زر اتنی کافی مقدار میں موجود ہی نہ تھا کہ ہر کس و ناکس کو ہر وقت مل جاتا تاوقتیکہ بنک آف انگلینڈ خود کسی کو قرضہ نہ دے۔ جنگ سے قبل ایک طویل مدت تک یہ بات صحیح نہ رہی تھی اور چونکہ زر کے بازار کی کل بالعموم ٹھیک نہیں چلتی تھی اس لیے تاوقتیکہ بنک آف انگلینڈ فالتو زر قرض لے کر اس کو ٹھیک نہ کرتا بازار کی کل سیدھی نہ ہو سکتی تھی۔ لیکن تاوقتیکہ بنک آف انگلینڈ حکومت کو یا بازار کو قرضہ نہ دیتا رہے یہ مصیبت تقریباً ہمیشہ نازل رہتی ہے۔ اس حد تک سابق میں جو نگرانی چک بھنانے والے بنکوں کو زر کی شرح پر کرنی پڑتی تھی وہ اب بنک آف انگلینڈ کی جانب عود کر آئی ہے۔

چک بھنانے والے بنک زمانۂ سابق میں لندن کے بازار میں بٹہ کی شرح کا بھی تعین و انتظام کرتے تھے۔ یعنی وہ اس شرح کو بھی معین کرتے تھے جس پر مستقبل کی کس تاریخ میں ادا شدنی ہنڈیاں، جیسا کہ کسی گزشتہ باب میں بیان کیا جا چکا ہے، میعاد ختم ہونے سے پیشتر فوراً نقد سے بدل ہو سکتی ہیں۔ بٹہ کی اس بازاری شرح کا مسئلہ زر کی بازاری شرح سے بھی بدرجہا زیادہ اہم ہے اس لیے کہ مبادلات خارجہ پر بٹہ کی شرح کا بہت اہم اثر پڑتا ہے۔ چنانچہ یہ ان پیچیدہ مسائل میں سے ایک ہے جن پر آئندہ چل کر بحث کی جائے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ زر کی بازاری شرح کی اہمیت کا باعث زیادہ تر یہ ہے کہ وہ بٹہ کی بازاری شرح کو متاثر کرتی ہے۔ چنانچہ اگر ہنڈی دلالوں کو کسی رکاوٹ کے بغیر بہت ہی ادنیٰ شرحوں پر زر بطور قرض دستیاب ہو اور وہ یہ خیال کریں کہ انھیں اسی ارزاں نرخ پر اور آسانی کے ساتھ آئندہ بھی قرض ملنے کی توقع ہے تو قدرتی طور سے ہنڈیوں پر ادنیٰ شرح سے بٹہ کاٹنے کے لیے ان کے حوصلے بڑھ جائیں گے۔ بس وہ قوت، جو زر کی شرح کو متعین کرتی ہے، اس طرح بٹہ کی شرح پر راست اور قوی اثر ڈالتی ہے۔

گو بنکوں کی یہ قوت و اقتدار اب بڑی حد تک سلب ہو گیا ہے پھر بھی ان کا قوی اثر اس طرح پڑتا ہے کہ وہ خود ہنڈیوں پر بٹہ کاٹنے کا کاروبار وسیع پیمانے پر

114

کرتے ہیں، چنانچہ ان کا کاروبار واقعتاً اس قدر کثیر المقدار ہے کہ ہنڈی دلال خود یہ استدلال کرتے ہیں کہ دراصل بنک ہی بٹہ کی بازاری شرح کا براہ راست تعین کرتے ہیں۔ اور یہ بات غالباً صحیح بھی ہے اس لیے کہ اکثر ہنڈی دلال بائع اور مشتری کے مابین زیادہ تر ایک واسطے کی حیثیت رکھتے ہیں اور محض اس مقصد اور ارادے سے ہنڈی پر بٹہ کاٹتے ہیں کہ اکثر ہنڈیوں پر دوبارہ بٹہ کاٹ سکیں۔ اور ان کے خریدار زیادہ تر بنک ہی ہوتے ہیں اور اپنی خریدی ہوئی ہنڈیاں بنکوں ہی کے ہاتھ فروخت کرنا دلال زیادہ مناسب خیال کرتے ہیں؛ نتیجہ یہ کہ جب یہ خبر مشہور ہو جاتی ہے کہ بڑے بنکوں میں سے دو یا تین بنک کم شرح مثلاً ۳ فی صد سے کم کی ہنڈیاں نہیں لے رہے ہیں تو بٹہ کی بازاری شرح پر یعنی ہنڈی دلالوں کی متعین کردہ شرح پر اس واقعے کا نمایاں اثر پڑتا ہے۔ اور چونکہ بٹہ کی بازاری شرح مبادلات خارجہ کو متاثر کرنے میں ایک نہایت اہم عامل ہے اور مبادلات خارجہ، طلا کی درآمد و برآمد پر اثر ڈالنے والے اہم عامل ہیں، اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ بنک جس اصول پر ہنڈی پر بٹہ کاٹتے ہیں اس کی اہمیت کتنی زبردست ہے۔

بنکوں کے فرائض اس سے بھی زیادہ اہم اور نازک اس وقت ہو جاتے ہیں جبکہ ہنڈیوں کی مختلف قسموں کے مابین امتیاز کرنے کا سوال پیش ہوتا ہے خواہ اعتراض کسی خاص قسم کی ہنڈیوں کے بارے میں ہو یا کسی خاص ساہوکارے کے نام لکھی ہوئی ہنڈی کے بارے میں ہو۔ بنک کا منتظم ہنڈی دلالوں کو محض یہ اطلاع دیکر کہ اس کو "گھریلو ہنڈیوں" کی کثیر تعداد میں ضرورت نہیں ہے (یعنی ایسی ہنڈیوں کی جو ایک ہی نام سے لکھی ہوئی ہوں) یا وہ ایسا کاغذ قبول نہیں کرے گا جو محض تنگہ بازی کی نوعیت رکھتا ہو اپنے اس فعل سے کوٹھی کی کاروباری کل کے اندرونی عمل کو بھی ہر وقت بڑی حد تک متاثر کر سکتا ہے۔ لیکن اس قسم کے اقتدار کو کام میں لانے کے لیے بڑی دانشمندی اور فراست کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ اس قسم کے اقتدار سے کام لینے سے خاص کر اس صورت میں جبکہ کسی خاص ساہوکار کے لکھے کاغذ پر اعتراض کیا گیا ہو

عام طور سے مختلف قسم کی افواہیں اور سرگوشیاں شروع ہوجاتی ہیں اور جس ساہوکارے یا تجارتی گھر کے متعلق یہ بیان کیا گیا ہو کہ وہ اپنے ذرائع اور مقدور سے بدرجہا زیادہ مقداریں ہنڈی سکار رہا ہے، اس کے اعتبار اور ساکھ پر اثر پڑنا ناگزیر ہے۔

سکاری ہوئی ہنڈیوں کی مجموعی مقدار پر نظر رکھنے میں اور اس بات کی نگرانی کرنے میں کہ سکار گھر دوراندیشی کے حدود سے متجاوز نہ ہونے پائیں۔ بنکوں کے ذمے ایک بڑا فریضہ عائد ہوتا ہے، مگر اس میں اس واقعے کی بنا پر اور پیچیدگی پیدا ہوجاتی ہے کہ گزشتہ چند سالوں سے بنکوں نے خود ہنڈی سکارنے کا کاروبار بڑے پیمانے پر اپنے ذمے لے رکھا ہے۔ لیکن زیادہ مناسب یہ ہوگا کہ ان کے کاروبار کی اس خصوصیت پر اس وقت بحث کی جائے جبکہ ہم سکار گھروں کے فرائض اور ان کی حیثیت کی بحث پر پہنچیں۔

بنک ایک اور نہایت ہی اہم کام یہ انجام دیتے ہیں کہ وہ صرافے[1] کے تخمینی کاروبار کے لیے اعتبار کی سہولتیں بہم پہنچاتے ہیں۔ اس کام کو وہ براہ راست اور بالواسطہ دونوں طریقوں سے انجام دیتے ہیں۔ براہ راست اس طرح کہ اپنے اہل معاملہ کو تمسک اور حصص کی ضمانت پر قرضے دیتے ہیں۔ چنانچہ اہل معاملہ تمسک اور حصص کو شغل اصل کے طور پر نہیں خریدتے بلکہ اس خیال سے خرید کرتے ہیں کہ ان کی قیمت میں اضافہ ہوگا یا ساہوکار قرضے دیکر جتنا سود وصول کرے گا اس سے زیادہ مقداریں انھیں ان حصص پر سود وصول ہوجائے گا۔ بالواسطہ اس طرح کہ بنک صرافے کے ارکان کو قرضے دیتے ہیں۔ چنانچہ یہ ارکان ان قرضوں کو حاصل کرکے عوام کے تخمینی کاروبار کی اعانت میں صرف کرتے ہیں۔ اس قسم کے قرضوں پر بنکوں کو جو سود ملتا ہے اس کی شرحیں عام طور سے منفعت بخش ہوتی ہیں اور سب سے تنگ نظر سے تنگ نظر ناصح بھی بنکوں کے اس غرض کی تکمیل کے لیے اعتبار فراہم کرنے کے حق پر اعتراض نہ کرے گا۔ واقعہ یہ ہے کہ اپنے بندھے ہوئے اہل معاملہ کو

[1] (Stock - exchange)

براہ راست قرضے دینے کی صورت میں بنکوں کو لازمی طور سے یہ معلوم کرنے کی ضرورت نہیں کہ قرضہ تخمین کے لیے لیا جا رہا ہے یا کسی اور غرض سے۔ مثلاً فرض کیا جائے کہ تم اپنے بنک سے یونانی تمسکات بطور ضمانت پیش کر کے قرضہ حاصل کرنا چاہتے ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ تمسکات تم یا تو اس وجہ سے خریدو گے کہ تمھارا خیال ہے کہ تمھیں انھیں دوبارہ منافعے پر فروخت کرنے کا موقع مل جائے گا یا اس لیے کہ ان کے خریدنے سے تمھیں ۷ فی صد سالانہ سود وصول ہوگا اور اگر بنک سے قرضہ لینے کی صورت میں تمھیں بنک کو ۵ فیصد سود ادا کرنا پڑا تو بھی تم ۲ فیصد منافع حاصل کر سکتے ہو۔ ایسی صورت میں تمھارے بنک کو کیا علم کہ تم مکان خریدنے کی غرض سے قرضہ طلب کر رہے ہو یا کسی پیداآور تجارتی کاروبار میں مشغول کرنے کے لیے۔ پھر بھی اکثر صورتوں میں بنک بالکل صحیح اندازہ قائم کر لیتا ہے۔ چنانچہ وہ جب صرافہ کے ارکان کو براہ راست قرضہ دیتا ہے تو دس حالتوں میں سے نو حالتوں میں وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو تمسکات کی خریداری کے لیے روپیہ فراہم کر رہا ہے جو کسی سبب سے ان کی قیمت ادا کرنے کے قابل نہیں ہیں، اور اس طرح تمسکات کے تخمینی کاروبار میں سہولتیں بہم پہنچا رہا ہے۔ یہاں یہ نکتہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ تمسکات کی حقیقی خرید و فروخت، تخمینی کاروبار سے مختلف ہوتی ہے۔ اول الذکر صورت میں لوگ اپنے پس انداز کردہ رقوم سے تحفظ اصل کے خیال سے تمسکات خرید کرتے اور ان پر اپنا قبضہ و تصرف قائم رکھتے ہیں۔

غرض بنک کا مناسب حدود کے اندر رہ کر اس قسم کا کاروبار کرنا بالکل جائز ہے اور ایسی معاملت میں اس کی شرکت اور اعانت قوم کے لیے بحیثیت مجموعی مفید ہے۔ اکثر مخمنوں کی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ جتنا کماتے ہیں اس سے زیادہ کھو بیٹھتے ہیں۔ لیکن اگر وہ خود اس بیش خرچ تفریحی مشغلے کو اپنے لیے پسند کرتے ہیں تو ان کے بنکوں کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ اس مشغلے میں مداخلت کریں۔ بہر حال مخمن بھی اپنے اس عمل کے دوران میں، بازاروں میں آزادانہ مسابقت کو فروغ دے کر اور تمسکات کے کاروبار میں سہولتیں پیدا کر کے غیر محسوس طریقے پر

مالی خدمت انجام دیتے ہیں۔ اور اس طرح بالواسطہ کاروبار اور تجارت کو ترقی دیتے ہیں۔

تاہم بعض اوقات مخمنوں کے لیے بنکوں کا اس طرح سہولت اور مستعدی کے ساتھ قرضہ فراہم کرنا خراب نتیجہ پیدا کر چکا ہے۔ اور ان لوگوں کا جو اعتبار کی رسد کا انتظام کرتے ہیں یہ فرض ہے کہ ان مضر اثرات کو بھی پیش نظر رکھیں۔

چنانچہ اس میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا کہ ۱۸۹۶ء تا ۱۸۹۷ء میں جب زر کی غیر معمولی ارزانی کا دور دورہ رہا اور عمدہ تمسکات کی قیمت معمول کے خلاف بہت اعلیٰ سطح پر پہنچ گئی تھی، کنسول[1] کا نرخ بڑھ کر ۱۱۴ ہو گیا تھا اور "سنہری کنارے والے[2]" تمسکات سے خریدار کو ۲½ فیصد منافعہ بہ مشکل ملتا تھا، تو اس کا ایک سبب منجملہ دیگر اسباب کے بنکوں کی مخمنوں کو قرض دینے کے بارے میں یہی مستعدی تھی۔ یہ صورت حالات حقیقی شغل اصل کرنے والے کے لیے سخت تکلیف دہ اور دشوار ثابت ہوئی تھی مگر وہ بلا شبہ ایک حد تک اس وجہ سے پیدا ہوئی تھی کہ اولوالعزم اشخاص نے کثیر تعداد میں اپنے بنکوں سے تقریباً ایک فیصد شرح سے قرضے حاصل کئے تھے اور ان قرضوں کی ضمانت میں وہ سنہری کنارے والے تمسکات پیش کئے تھے جن پر ۲¼ فیصد سود مل رہا تھا۔ اس طرح انھوں نے اس منافع سے خوب اپنی جیبیں بھری تھیں جو تمسکات کے حاصل اور اس کی بڑھتی ہوئی قیمت کے منافع کے فرق سے پیدا ہوا تھا۔ سنہری کنارے والے تمسکات کے بازار کی بدنظمی جو اس یادگار عہد سے شروع ہوئی اور جس کی رفتار بعد کی جنگوں اور دیگر اسباب کی بنا پر بڑھ گئی تھی، افسوس ہے کہ بدستور باقی رہی یہاں تک کہ جنگ عظیم نے بتا دیا کہ ایسی بدنظمی کے کیا معنی ہو سکتے ہیں۔ لیکن یہ معاملہ غالباً ایسا ہے جو براہ راست بنکوں سے متعلق نہیں ہے، اگرچہ بنک بھی تمسکات کے کثیر تعداد رکھنے والوں کی حیثیت سے کسی ایسے رجحانات سے متاثر ہو سکتا ہے جو بازاروں کی صحیح رفتار کو بگاڑتے ہیں۔ پھر بھی بنک کا منتظم یہ استدلال کرنے میں پوری طرح حق بجانب ہے کہ اس کے اہل معاملہ اس سے قرضہ حاصل کر کے اور اس قرضے کو استعمال کر کے اگر قیمتوں پر

118

[1] Consol.
[2] Giltedged.

غیر معمولی اثرات ڈالیں تو اس کی بنا پر وہ مورد الزام قرار نہیں پا سکتا۔
سب سے اہم بات یہ ہے کہ صرافے صرف ایک محدود حد تک نقد میں بدل پذیر ہوتے ہیں یعنی یہ بہت کم ہوتا ہے کہ لمحہ بھر کی اطلاع پر ان کو نقد میں بدلا جا سکے، اور یہ کہ ان کی بنیاد پر جو قرضہ منظور ہوا ہے ساہوکار اس کی واپسی کا جتنا زیادہ طالب ہوگا اسی قدر کم وہ قابل فروخت ہوں گے۔ ایک مرتبہ ایک مہذب شخص نے، جو حکومت کے قرضہ لینے کی پالیسی کے اصولاً خلاف تھے، بہت سنجیدگی کے ساتھ یہ خیال ظاہر کیا کہ اگر کنسولوں کا ہر حامل کنسولوں کو فوراً فروخت کرنا چاہے اور ان کا کوئی خریدار نہ ہو تو قیمت صفر ہوگی۔ نفس واقعیت کے اعتبار سے یہ ان لغو حقیقتوں میں سے ایک حقیقت ہے جن کا ابطال خود ان کی صداقت ہی سے ہو جاتا ہے، لیکن پھر بھی اس میں ایک حقیقی واقعے کو اس طرح مسخ کر کے پیش کیا جاتا ہے کہ اس کی صورت پہچان نہیں پڑتی۔ اس صورت میں نفس واقعہ محض ایک سیدھی سادھی حقیقت ہے جسے ایک حد تک واضح اور سنجیدہ طریقے سے یوں بیان کر سکتے ہیں کہ تمسک فروخت کرنے والے اشخاص جتنے زیادہ ہوں گے اور اس کے خریدار جتنے کم ہوں گے، تمسک کی قیمت اتنی ہی کم ہوگی اور اس کو فروخت کرنا کم آسان ہوگا۔ اس زمانے میں یہ بات فخریہ طور سے بیان کی جاتی تھی کہ کنسولوں کا بازار (کنسول ہی اس زمانے میں ایک واحد برطانوی تمسک تھے) قید و بند سے اس قدر آزاد تھا کہ انھیں یکشنبہ کے دن بھی فروخت کیا جا سکتا تھا اور حقیقت میں کچھ اور ایسے تمسکات بھی ہیں جن کے بازار کو بین الاقوامی بازار ہونے کا فائدہ حاصل ہے یعنی پیرس اور بر اعظم کے دیگر صرافوں میں ان کی خرید و فروخت بہت جلد اور آسانی کے ساتھ عمل میں آتی ہے۔ چنانچہ انھیں کسی وقت بھی قیمتاً فروخت کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ایسے تمسکات کی تعداد زیادہ نہیں ہے۔ اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ مشکلات یا آفت کے زمانے میں، جس کے وقوع کا امکان دور اندیش ساہوکار کے دماغ سے کبھی کلیۃً معدوم نہیں ہو سکتا، ایسے تمسکات بھی جن کا سرکاری نرخ بڑھا چڑھا ہو، کسی

شرح پر بھی نقد سے مبدل نہیں ہوسکتے، اور یہ کہ ممکن ہے کہ لین دار بنک کو یہ تلخ تجربہ ہو کہ اس نے جو اعتباری قرضہ منظور کیا تھا وہ بنک سے اس کا نقد طلا گھسیٹنے کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ ایسی صورت میں وہ اہل معاملہ کو نہ تو قرضے کی واپسی کے لیے مجبور کر سکتا ہے اور نہ اس کے بطور ضمانت پیش کردہ تمسکات کو فروخت کر کے اپنے نقد ذخیرے میں زیادتی کر سکتا ہے۔

اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہیے کہ اس قسم کا کاروبار معتدل حد تک انجام دینے میں یہاں بنک کسی بے عقلی یا بے احتیاطی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ امریکہ میں جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، بنکوں اور صرافے کے باہمی تعلقات پر بہت کچھ بحث مباحث ہو چکے ہیں لیکن بحر اطلانطک کے اس پار حالات مختلف ہیں۔ ان سب مسائل میں جو کچھ فرق ہے وہ کم و بیش کا ہے۔ چنانچہ جس قسم کے تمسک کی ضمانت پر قرضہ دیا جاتا ہے اگر اس کا واجبی لحاظ رکھا جائے اور اس قسم کے کاروبار جس حد تک انجام دئے جاتے ہیں اگر ان پر مناسب توجہ کی جائے تو کوئی معقولیت پسند اور سلیم الطبع نقاد ان کے خلاف کچھ نہیں کہہ سکتا۔ بنک کے نقطۂ نظر سے بہترین قسم کا تمسک جسے رکھا جا سکتا اور جس کی ضمانت پر قرضہ دیا جا سکتا ہے مبادلے کی ہنڈی ہے جو عام صرف میں آنے والی ایسی حقیقی پیداوار کی بنیاد پر لکھی جائے جو صرف کرنے والوں کے ہاتھوں میں جا رہی ہو اور اس طرح مناسب مدت کے اندر اپنی قیمت آپ ادا کر دے۔ اس کے علاوہ دوسرے سب تمسکات میں ایسے خریداروں کا وجود جو فروشندہ کے خیالات سے متفق ہوں ذرا مشتبہ سی چیز ہے۔ موٹی سی بات ہے کہ خواہ آفت کتنی ہی سخت اور پر آشوب کیوں نہ ہو انسانوں کی غذا اور لباس کی ضرورتوں کو کسی نہ کسی طرح پورا ہونا ہے لیکن تمسک فروشوں سے تمسک خریدنا اس آفت کی شدت کے ساتھ نسبت معکوس رکھتا ہے، یعنی جتنی یہ زیادہ ہوگی، اتنا ہی وہ کم ہو جائے گا۔ اور اگرچہ اس بنیاد پر یہ استدلال کرنا لغو ہوگا کہ بنکوں کو چاہئے کہ سوائے پیداواری یا جنسی ہنڈی کے کوئی دوسری ہنڈی قبول نہ کریں، پھر بھی مناسب یہ ہے کہ بعض دوسرے تمسکات کی انتقال پذیری پر جو حدود عائد ہوتی ہیں انھیں ہمیشہ

پیش نظر رکھا جائے۔

گو موجودہ باب نے غیر ضروری طوالت اختیار کر لی ہے لیکن اس کے موضوع کی عظیم اہمیت کے مدنظر یہ طوالت اپنا آپ عذر ہے۔ آدم اسمتھ کا قول تھا کہ "میں طوالت بیان کا خطرہ برداشت کرنے کے لیے ہمیشہ آمادہ ہوں بشرطیکہ مجھے اس کا یقین ہو کہ اس سے بیان میں توضیع اور تفہیم میں سہولت ہو گی" چنانچہ ان کی خوش قسمتی تھی کہ وہ اپنی تحریروں میں اپنے اس قول پر پورے اعتماد کے ساتھ عامل رہے۔ موجودہ کتاب کے مصنف کو اس امر کا تو بیشک اقبال ہے کہ اسکے بیان نے طوالت اختیار کر لی ہے، مگر توضیع و تفہیم کی عمدگی کے متعلق وہ صرف یہ توقع کر سکتا ہے کہ اس نے تھوڑا سا خطرہ برداشت کیا ہے۔ جس چیز کی مصنف نے توضیع کرنے کی کوشش کی وہ انگلستان کے زر کے بازار میں چیک بھنانے والے بنکوں کا نہایت ہی اہم کام ہے۔ چنانچہ اس کام کو اختصار کے ساتھ حسب تفصیل ذیل ترتیب سے بیان کیا جا سکتا ہے:۔

(۱) چیک بھنانے والے بنک اپنے اہل معاملہ کو چیکوں کی کتاب دیکر ایسا زر تخلیق کرتے ہیں جس سے نہ صرف تجارتی کاروبار اور کوٹھی کے کاروبار کا بیشتر حصہ انجام پاتا ہے بلکہ روزمرہ خردہ فروشی کاروبار کا بڑا جزو طے پاتا ہے

(۲) تجارت وصنعت کو قرضہ دے کر، ہنڈی پر بٹہ کاٹ کر اور ہنڈی دلالوں اور دیگر اہل معاملہ کو قرضے دے کر بنک ایسا اعتبار تخلیق کرتے ہیں جس کے ذریعے سے حوصلہ مند کاروبار فروغ پاتا اور تجارت اور کوٹھی کا کاروبار انجام پاتا ہے۔ اور یہی اعتبار بمد امانت و بمد رواں بنکوں کے ذمے کے "رقوم واجب الادا" بن جاتا ہے۔

(۳) لندن کے زر کی بازاری شرحوں اور بٹہ کی بازاری شرحوں پر اثر ڈالنے میں بنک آف انگلینڈ کا نمبر اول ہے اور ان بنکوں کا دوسرا۔ ظاہر ہے کہ ان شرحوں کا مبادلات خارجہ پر اور اس طرح لندن کے ذخیرۂ طلا پر نہایت ہی اہم اثر پڑتا ہے۔

(۴) بنک کثیر تعداد میں ہنڈی سکارتے اور اس طرح پھر کاروبار میں

سہولتیں پیدا کرتے، اور ایسے دستاویزات تخلیق کرتے ہیں جو فوراً نقد یا اعتبار میں بدل پذیر ہو جاتے ہیں۔

(۵) جنگ کے بعد سے ان بنکوں کا مبادلات خارجہ کا کاروبار بہت ترقی کر گیا ہے اور اس طرح تجارت بین الاقوام، کوٹھی کے کاروبار، سیاحت اور آمد و رفت میں سہولتیں پیدا کرنے میں ان کا بڑا حصہ ہے۔

(۶) بنک اہل معاملہ کو یا تمسک کے دلالوں کو صرافے کے تمسکات کی ضمانت پر قرضے دے کر تخمینی کاروبار میں سہولتیں پیدا کرتے اور اس طرح ایک حد تک کاروباری تمسکات[1] اور حصص کی قیمتوں کو متاثر کرتے ہیں۔

122

غرض یہ سب کام نہایت عظیم الشان اور اہم ہیں۔ چنانچہ بظاہر اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ چک بھنانے والے[2] بنک بحیثیت مجموعی مالی معاملات کی دنیا کے سب سے اہم رکن ہیں۔ ہمیں معلوم ہو گا کہ بجز ایک استثنا کے ان کے علاوہ دوسرے سب بنک ان چک بھنانے والے بنکوں پر کم و بیش منحصر ہیں۔ یہ ایک استثنا بنک آف انگلینڈ ہے جس کے خاص وظائف بعد میں چل کر تفصیل کے ساتھ بیان کئے جائیں گے۔ غیر معمولی حالات و اوقات میں بنک آف انگلینڈ زر کے بازار کی پوری رفتار کی تعین و تنظیم کرتا ہے۔ لیکن اس کو بھی جو تقویت اور اقتدار حاصل ہوتا ہے وہ زیادہ تر اس واقعے کی بنا پر ہوتا ہے کہ وہ چک بھنانے والے بنکوں کے ساہوکار ہونے کا فریضہ انجام دیتا ہے۔

یہ باب جس طرح پہلے لکھا گیا تھا اس میں معافی مانگ لی گئی تھی کہ اس کے ختم کرنے میں دیر لگی اور جس طرح شاہ چارلس نے مرنے سے قبل اپنی سخت جانی کی معافی مانگی تھی اسی طرح اس باب کا خاتمہ بھی سابقہ پیراگراف کے آخری فقرے پر ہو گیا تھا۔ لیکن آج کل ایاگو[3] کا دور دورہ ہے اور ہر چیز میں اعتراضات کئے جاتے ہیں۔ "چنانچہ اگر ہم نکتہ چیں نہیں ہیں تو کچھ بھی نہیں ہیں!" یہ معلوم

---

[1] Stocks [2] Cheque paying Banks.

[3] شیکسپیر کے ڈرامے آتھیلو کا ایک فرد۔

کر لینے کے بعد کہ بنک کیا کام انجام دیتے ہیں اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ کیا اہم کام کہ وہ اس سے بہتر طریق پر انجام نہیں دے سکتے؟ ان پر یہ الزام عائد کیا جاتا ہے کہ وہ اتنے بڑھ گئے ہیں کہ ان کا سنبھالنا مشکل ہو گیا ہے اور ماضی کا ثناخواں ہم سے یہ کہنے کا شائق ہے کہ اب جبکہ سب چھوٹے دیہاتی بنکوں کو عفریتی بنکوں نے نگل لیا ہے اور اپنے صدر مرکز شہر لندن میں قائم کر کے شاخیں تمام ملک میں جال کی طرح پھیلا رکھی ہیں تو دیہاتی و قصباتی بنکوں کو ویسا اعتبار میسر نہیں آرہا ہے جیسا کہ قدیم ایام میں آتا تھا جبکہ خانگی بنکوں کے شرکا اپنا کاروبار خود ہی انجام دے لیا کرتے تھے اور اپنے گاہکوں، ان کے خاندانوں اور ان کے حالات سے شخصاً واقف ہوا کرتے تھے اور ان کے قرضہ ادا کرنے کی قابلیت کا صحیح ترین اندازہ قائم کر لیتے تھے۔

اس کے برخلاف عفریتی بنکوں کے پاس بھی اپنی مدافعت میں ان اعتراضات کا جواب دینے کے لیے کافی مواد موجود ہے۔ انضمام و انجذاب کے جس اصول پر وہ عمل پیرا ہیں اس کی تائید و وکالت میں وہ بہت کچھ سچائی کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ انھیں یہ اصول مجبوراً اس وجہ سے اختیار کرنا پڑا کہ صنعت میں بھی اس کے مماثل عمل ظہور میں آیا جس کے باعث صنعتی کارخانے نہایت وسیع پیمانے پر قائم ہونے اور کام کرنے لگے۔ یہاں تک کہ گزشتہ قرن کے چھوٹے چھوٹے بنک اعتباری حد تک ان عظیم الشان کارخانوں کی جائز اعتباری ضروریات کو پورا کرنے سے قاصر ہو گئے۔ ساتھ ہی بڑے بڑے بنک یہ استدلال پیش کر سکتے ہیں کہ گو انھوں نے بلانوشوں کے لیے بڑے بڑے سبو اور خم کھول رکھے ہیں لیکن ساتھ ہی جرعہ نوشوں کے لیے بھی آدھے اور جام تیار رکھے ہیں۔ چنانچہ اس کو ثابت کر دکھانے کے لیے وہ اعداد و شمار پیش کرتے ہیں۔

مسٹر مک کینا نے جو عفریتی بنکوں میں سے سب سے بڑے بنک کے صدر ہیں، اپنے بنک کی مجلس انتظامی کے سالانہ جلسہ میں بتاریخ ۲۲ جنوری ۱۹۲۹ء تقریر کرتے ہوئے مڈلینڈ بنک کے ان قرضوں کا تفصیلی ذکر کیا جو ۳۰ جون ۱۹۲۸ء تک گاہکوں کو دیئے گئے تھے۔ اور ناقابل واپسی اور مشتبہ

قرضوں) کا پورا لحاظ کرنے کے بعد بھی ان کی میزان ۲۱۴ ملین پونڈ کی حیرت آفریں مقدار نکلی جو ایک لاکھ اسی ہزار گاہکوں اور قرض گیروں کو دی گئی تھی۔ اس طرح اوسط رقم فی قرض گیر تقریباً ۱۲۰۰ پونڈ پڑی۔ ان قرض گیروں میں بہت بڑی تعداد خردہ فروشوں اور تھوک فروش تاجروں کی تھی جو کل رقم کے ½ ۱۱ فی صد حصے سے متمتع ہوئے تھے۔ نصف سے زائد حصہ ان خردہ فروشوں کو دیا گیا تھا جن کے کاروبار کا ایک ہی مرکز تھا۔ چنانچہ اس قسم کے قرض گیروں کی تعداد ۲۱۰۰۰ تھی جس کا اوسط ۳۰۰ پونڈ فی کس نکلتا ہے۔ زراعت کے لیے اور دیگر زرعی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے جو قرضے دیئے گئے تھے ان کی مقدار تقریباً ۱۵۰۰۰ اور اوسط رقم فی کس ۵۰۰ پونڈ تھی۔

ان اعداد سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اعتبار کی کم مقدار استعمال کرنے والا محروم رہا ہو اور اس کی کوئی وجہ بھی نہیں معلوم ہوتی کہ بنک کو اس کو محروم رکھنے سے کیا خاص فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ کاروبار کی نوعیت کے لحاظ سے بنک اور اس کے گاہکوں میں اس امر کے بارے میں اختلاف کا ہونا ضروری ہے کہ موخرالذکر کو اعتبار کی کتنی مقدار ملنی چاہیئے۔ اکثر اولوالعزم اور مستعد اہل معاملہ یہ چاہتے ہیں کہ انھیں بیشترین مقدار اعتبار کی ملے اور ان کی یہ خواہش بجا ہے لیکن دراصل انھیں اتنا زیادہ اعتبار نہ ملنا چاہیئے جو مفید ہونے کی بجائے مضر ہو۔ اور اگر ان کے حسب منشا اعتبار انھیں مل گیا تو نہ صرف ان کو بلکہ ان کے بنک کو بھی کسی نہ کسی دن افسوس کرنا پڑے گا۔ اگر وہ اپنے حسب منشا اعتبار نہ پاسکیں جیسا کہ بالعموم ہوا کرتا ہے تو وہ بنکوں کو لعنت ملامت کرتے اور صلواتیں سناتے ہیں کہ تجارتی حوصلہ مندی کا گلا گھونٹنے والے یہی مردود ہیں۔ اگر اس قسم کا کوئی اعتراض نہ ہو اور سب قرض گیروں کو ان کی مرضی کے مطابق قرضہ مل جائے تو پھر بنک کے سب حصص کو تو گویا بیچ ہی ڈالنا چاہیئے۔

اسی کے ساتھ بالعموم یہ بیان کیا جاتا ہے کہ انگلستان کی بنک کے کاروبار کی کل میں ایک بہت بڑا نقص موجود ہے۔ چنانچہ اس کی تصدیق صنعت و تجارت کی کمیٹی کی آخری

ــــــــــــــ

سلہ:- Committee on Industry and Trade

124

رپورٹ سے ہوتی ہے جو مارچ ۱۹۲۹ء میں شائع ہوئی۔ گو کمیٹی مذکور نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ برطانوی صنعت کو ان کی جائز ضرورتوں کی حد تک مالی سہولتیں بہم پہنچانے کے لیے جو انتظام موجود ہے وہ من حیث المجموع کافی اور مناسب ہے، لیکن کمیٹی اس امر کی جانب توجہ منعطف کراتی ہے کہ اشیائے پیدائش کی بعض قسموں کی برآمد کے بارے میں طویل المدت قرضے جاری کرنے کے لیے (مثلاً دو سے لے کر پانچ سال سے زائد مدت کے لئے) کوئی کافی ذرائع موجود نہیں ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس قسم کے اشیا کے تیار کرنے والے دیگر ممالک کے حریفوں کے مقابلے میں، جہاں بنک صنعتی کاروبار میں بہت گہرا عملی حصہ لیتے اور طویل المدت قرضے دیتے ہیں، اپنے آپ کو سخت مشکلات میں گھرا پاتے ہیں۔

اس کمیٹی نے جس کی صدارت ایک مشہور اور عملی ماہر مصنوعات سر آرتھر بالفور نے کی تھی، برطانوی تجارت کی موجودہ و آئندہ حالت کے متعلق اطلاعات کا ایک وافر ذخیرہ اپنی سات جلدوں کی رپورٹ میں فراہم کیا ہے۔ اور وہ یہ خیال ظاہر کرتی ہے کہ بحالت موجودہ طویل المدت قرضے دینے کی جو ناکافی سہولتیں موجود ہیں اس کا الزام انگلستان کے سرمایہ مشترک کے بنکوں پر عائد نہیں ہوتا اس لیے کہ وہ اپنے جمع کنندوں کے زر کو طویل مدت تک مقید کر کے نہیں رکھ سکتے اور کمیٹی کی رائے میں انھیں ایسا کرنا بھی نہ چاہیے۔ بلکہ اس کی دانست میں ان سہولتوں کی عدم موجودگی کا باعث "صنعت کی مالی اعانت کرنے والی موجودہ کل کا نقص ہے۔"

آج صنعت کو جو زبردست بین الاقوامی مقابلہ درپیش ہے اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ ایسے نقص کو باقی نہ رہنے دینا چاہیئے۔ بنک اپنے جمع کنندوں کے زر کو جس کی واپسی کا مطالبہ ہر وقت ممکن ہے، مقید رکھنے سے انکار کرنے میں یقیناً حق بجانب ہیں۔ لیکن کوئی وجہ نہیں کہ وہ اپنے اسل کو نہ بڑھائیں، حصص اور میعادی ڈبنچر زیادہ تعداد میں جاری کریں اور اس طرح صنعت کی طویل المدت ضرورتوں کے لیے ایسی رقم فراہم کریں جو عندالمطالبہ قابل بازگشت نہ ہو۔ یا پھر موزوں اور اہل اصحاب ان معاملات کو اپنے ہاتھ میں لے لیں اور اس خاص غرض کو پورا کرنے کے لئے ایک ادارہ قائم کریں تاکہ انگلستان کا مالی نظام

جو اس بات کا مدعی ہے کہ اسی نے تمام دنیا کو جدید طریق پر بنک کا کاروبار سکھایا اس الزام کا مورد نہ رہے کہ وہ اپنے اہم ترین فرائض میں سے ایک کو انجام دینے میں قاصر ہے۔

انگلستان کے بنکوں پر بعض اوقات یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ ان کے شائع کردہ نفع و نقصان کے اعداد ایک ڈھکوسلا ہیں اور ان کی آڑ میں وہ اپنے ناقابل واپسی قرضوں کی گنجائش اور اپنے مصارف کی زیادتیوں کو چھپاتے ہیں۔ لیکن جب یہ مطالبہ کیا جائے کہ حصے داروں کو اس امر کی اطلاع ملنی چاہیئے کہ بنک کو کتنا نقصان برداشت کرنا پڑا اور کتنے قرضے ناقابل واپسی ہیں تو ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ بنکوں کے پاس مہر بلب رہنے کے بہت سے خاص وجوہ ہیں۔ اس لیے کہ عامۃ الناس کے اعتماد پر ان کا مدار ہے اور بہت ممکن ہے کہ عوام غلط نتائج نکال لیں۔ حصہ داروں اور جمع کنندوں کو وہ سب کچھ معلوم ہو جاتا ہے جس کے معلوم کرنے کے وہ خواہاں ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ بنک کے منتظموں اور نظام پر کامل اعتماد رکھتے اور یہ جانتے ہیں کہ پوشیدہ ذخائر زر کو فراہم کرنے کے قدیم دستور کی وجہ سے (جو محض اس سکوت و خاموشی کی بنا پر ممکن ہوا ہے جس کے خلاف نقاد شکایت کرتے ہیں) بنکوں کی حیثیت و حالت عام طور سے اس سے زیادہ قوی اور مستحکم ہے جتنی کہ ان کے شائع کردہ اعداد سے ثابت ہوتی ہے۔ بنک جس رازداری کے ساتھ اپنا کاروبار انجام دیتے اور جس طرح اپنے خراب قرضوں کی پردہ پوشی کرتے ہیں ان کے خلاف سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ یہ پالیسی اکثر ناواقف اور بھولے انسانوں کو (اور بعض برنارڈ شا کی طرح کے عقلمند انسانوں کو بھی) گمراہ کرنے میں بہت بڑی حد تک اثر انداز ہوتی ہے اور وہ[1] یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ بنک کا کاروبار نہایت ہی آسان کام ہے جس کو ہر سرکاری عہدہ دار بہت ہی سہولت کے ساتھ انجام دے سکتا ہے حقیقت یہ ہے کہ مناسب مہلت کے ساتھ قرضہ دینا اور معقول موقع پر اس قرضے کو واپس لینا

127

[1] دیکھو Intelligent Woman's guide to Socia lism & Capitalism

ایک ایسا کاروبار ہے جس کو سیکھنے اور جس کے متعلق تجربات حاصل کرنے کے لیے مدت العمر درکار ہے۔ اس میں کسی کو شبہ نہیں ہو سکتا کہ انگریزی حکومت کے عہدہ دار بشرطیکہ کم عمری میں سرکاری عہدوں پر ان کا تقرر کیا جائے اور دفتری قواعد کی قید و بند سے انھیں آزادی دی جائے تو ہر قسم کا کام کر سکتے ہیں اس لیے کہ وہ بہت ہی ذہین ہوشیار اور محنتی لوگ ہیں۔ لیکن اگر بنک کے کاروبار ایسے سرکاری عہدہ داروں کے تفویض کر دیے جائیں جو سالہا سال تک وہائٹ ہال کی فضا میں زندگی بسر کر چکے ہوں اور جس کے زیر اثر وہ ہر شئے کو دوسرے کے پاس بغرض رائے یا اجرائے کار حوالہ کرنے کے خوگر بن گئے ہوں تو بہت ممکن ہے کہ کاروبار میں دلیرانہ ہاتھ ڈالنے اور ترقی کرنے کی رفتار سست پڑ جائے۔

اگر بنک کے اعداد تجارت کی حالت پر کوئی روشنی ڈال سکتے ہیں تو ایسی روشنی جتنی زیادہ پڑے گی اتنا ہی ہمارے لیے بہتر ہوگا، اس لئے کہ ہمارے صنعتی رہنماؤں کو ایسی روشنی کی بہت ہی شدید ضرورت ہے۔ لیکن اس بارے میں بھی بُرے اعداد و شمار گمراہ کن ثابت ہو سکتے ہیں۔ یہ سوال کرنا بہت آسان ہے کہ کیوں نہ سب بنک اپنے دیئے ہوئے قرضوں کے متعلق اسی طرح کے تفصیلات ہمیشہ شائع کریں جس طرح کہ مسٹر مک کینا نے اپنی محولۂ بالا تقریر کے سلسلے میں بیان کئے تھے۔ یہ تفصیلات بیشک بہت ہی دلچسپ ہوں گی۔ لیکن کیا ہم محض اس کی بنا پر اس صنعت کی حالت کے متعلق کوئی صحیح نتائج اخذ کر سکیں گے؟ تجارت کو گرم بازاری کی حالت میں بھی، قرضے اور اعتبار کی ایسی ہی شدید ضرورت ہو سکتی ہے جیسی کساد بازاری کی حالت میں۔ لیکن مسٹر مک کینا نے ایک معاملے کے بارے میں یہ ضرور بتایا کہ بنک کے اعداد مفید روشنی ڈال سکتے ہیں اور وہ اس طرح کہ مدرواں اور مدامانت کی تفریق واضح ہو جاتی ہے۔ انھوں نے مڈلینڈ بنک کی مدرواں کو مدامانت میں منتقل کر کے اور مدامانت کو مدرواں میں منتقل کر کے یہ بات اچھی طرح ثابت کر دکھائی کہ تجارت کی حالت اس نقل و حرکت میں بخوبی جھلکتی ہے اور یہ کہ تجارت کی گرم بازاری میں کمی بیشی کے ساتھ ساتھ "معند الطلب امانتیں" دیا جیسا کہ عام طور سے ان امانتوں کو اس ملک میں موسوم کیا جاتا ہے

مدروان) بھی اسی تناسب میں گھٹتی بڑھتی رہتی ہیں۔ چونکہ یہ ایک واقعہ ہے
اور بعض بنک ان اعداد میں تفریق کیا کرتے تھے تو وہ پھر کیوں نہ اپنی ماہوار
یا ششماہی کیفیتوں میں ان کو باقاعدگی کے ساتھ شائع کریں؟

آٹھواں باب

ہنڈی دلال اور سٹہ گھر
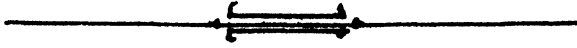
(۱) ہنڈی دلال ابتداءً فروشندوں اور خریداروں کے درمیان محض درمیانی یا بچولیے کی حیثیت رکھتے تھے (۲) سٹہ کے بازار کی اصطلاحوں کی تشریح (۳) دلالوں کے مشکلات ان کے فوری اور مستقبل کے توقعات اور ان میں تغیرات کا امکان (۴) سرکاری مالیات۔ (۵) تخمین (۶) مطالبات خارجہ (۷) بین الاقوامی سیاسیات۔

پچھلے بابوں میں بیان کیا جا چکا ہے کہ اعتبار اور زر کے اجرا کے متعلق اہم کام چک بھنانے والے بنکوں کی جانب سے عمل میں آتے ہیں۔ لیکن ان بنکوں کے علاوہ اور دوسری چھوٹی چھوٹی معاون جماعتیں بھی ہیں جو تمدن جدید کی ضروریات کی بنا پر رونما ہوئی ہیں ہم ان کے اہم اور تخصیص یافتہ کاموں کی تشریح اس باب میں کریں گے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ بنک زر کا کاروبار کر کے اس کی مجموعی مقدار میں اضافہ کرتے ہیں یعنی ہر طرح کی ضمانتیں قبول کر کے قرضے دیتے ہیں اور ہنڈیاں خرید کر

یا بازاری اصطلاح میں ہنڈیوں پر بٹہ کاٹ کر فروشندہ ہنڈی کو اس کی خواہش کے موافق چک لکھنے کا فوری حق یا نقد رقم دیتے ہیں ہنڈی کے خریداروں یعنی بنکوں اور ہنڈی کے بیچنے والوں یعنی تاجروں کے درمیان بطور واسطہ ابتداءً کام کرنے والے بظاہر ہنڈی دلال ہی ہیں۔ یہ ہنڈی کے دلال اب بھی بڑے پیمانے پر اپنا پیشہ کرتے ہیں اور ہنڈی کے خریداروں اور فروشندوں کے درمیان سودا چکانا ہی ان کا خاص کام ہے، مگر تنوع کار کے قدرتی رجحان کی وجہ سے ہنڈی کے دلالوں کی بھی بالعموم کئی طرح پر تقسیم کی جاتی ہے۔ چنانچہ اب یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس باب کے عنوان کے تحت عام طور پر تین جماعتیں ہنڈیوں کا کاروبار کرتی ہیں جو حسب ذیل ہیں :-

(۱) خالص ہنڈی دلال - یہ طبقہ تاجروں سکار گھروں، ممالک خارجہ اور نوآبادیات کے بنکوں اور دوسرے ایجنٹوں کے پاس بذریعۂ ڈاک جو ہنڈیاں جستہ جستہ وصول ہوتی رہتی ہیں ان سب کو یکجا خرید کر کے مختلف اہل معاملہ کے ہاتھ وہیں فروخت کرتا ہے اور کوشش یہ کرتا ہے کہ ان کی اعلیٰ سے اعلیٰ قیمت وصول ہو تاکہ ان دونوں قیمتوں کے فرق سے اس کو اپنا محنتانہ جو بازاری حالت کے علم کا صلہ ہوتا ہے۔ بطور کمیشن مل جائے، یہ طبقہ اصلی ہنڈی دلالوں کا حقیقی جانشین اور یادگار ہے مگر اب وہ کسی قدر مفقود ہوتا جا رہا ہے۔ اس طبقے کو اصطلاحاً عام طور پر Running Brokers "دوڑتے دلال" کہتے ہیں۔

(۲) خوردہ فروش ہنڈی دلال - اگرچہ یہ طبقہ کمیشن وصول نہیں کرتا بلکہ براہ راست ہنڈی خریدتا ہے مگر اس کو اب تک بالعموم ہنڈی دلال ہی کہتے ہیں یہ طبقہ دوڑتے دلالوں کے پاس سے یا تاجروں سکار گھروں اور خارجی ایجنٹوں کے پاس سے بطور خود ہنڈیاں خرید کر لیتا ہے مگر ان کی میعاد ختم ہونے تک ان کو اپنے پاس نہیں رکھتا بلکہ بالعموم بنکوں اور دوسرے خریداروں کے ہاتھ جس جس قسم اور تاریخ کی ہنڈیاں درکار ہوں قیمتاً فروخت کر دیتا ہے۔ اس قسم کے خردہ فروش ہنڈی دلال اپنے کام کی نوعیت کے اعتبار سے بمقابلہ خالص ہنڈی دلالوں کے زیادہ مقدار میں اصل یا قرضہ فراہم کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

کیونکہ بعض اوقات اس کی ہنڈیوں کے خریدار نہیں آتے اور اس کا مال اس وقت تک بیکار پڑا رہتا ہے جب تک کہ کوئی گاہک اس کی خواہش ظاہر کرے لیکن اس کا اصل بالعموم قلیل المقدار ہوتا ہے۔ خاص کر اس کے کثیر المقدار کاروبار کے مقابلے میں تو بہت ہی کم ہوتا ہے۔ اس لیے وہ قرضوں اور اعتبار پر منحصر ہوتا ہے جس کا بیشتر حصہ بنک اس کو فراہم کر دیتے ہیں اور جس کی مدد سے وہ ہنڈیوں کا کاروبار روزمرہ انجام دیتا ہے یہ تو تمھیں یاد ہوگا کہ بنکوں کے کھاتوں میں ایک کثیر المقدار مد "قلیل المدت وعند الطلب قرضوں" کی رہتی ہے جو ہنڈی دلالوں کو بطور قرض دی جاتی ہے جس کے متعلق یہ کہا جا چکا ہے کہ یہ بنکوں کی حفاظت کا دوسرا مورچہ ہے اس لیے ان رقموں کی بہت جلد بازگشت ممکن ہے' اب اس بات کے یہاں یہ دہرانے کی چنداں ضرورت نہیں کہ بنکوں کی حفاظت کا پہلا مورچہ "نقد بدست و نقد در بنک آف انگلینڈ" ہے۔

(۳) **ہنڈی کا کاروبار کرنے والی تیسری جماعت بٹہ گھر ہے** یہ خوردہ فروش ہنڈی دلال کی ایک ترقی یافتہ حالت کو ظاہر کرتی ہے۔ اگرچہ بٹہ گھر اب بھی چھوٹے پیمانہ پر کاروبار انجام دیتا ہے مگر اصل کا کافی ذخیرہ رکھنے اور آسانی کے ساتھ بڑی مقدار میں قرضہ حاصل کرنے پر قادر ہونے کے باعث وہ بڑے پیمانے پر بھی کاروبار کرسکتا ہے یا جیسا کہ بازاری اصطلاح ہے "اس کا کھاتہ ہنڈی دلالوں کے کھاتے سے زیادہ لانبا چوڑا ہوتا ہے" جس کے معنی یہ ہیں کہ بٹہ گھر زیادہ مدت تک ہنڈیوں کو اپنے پاس رکھتا ہے اور قرضوں کی قیمت کے عارضی تغیرات سے بہت کم متاثر ہوتا ہے تاہم بٹہ گھر قرضے پر حاصل کی ہوئی رقم کو بڑی حد تک اپنے کام میں لاتے ہیں اور جمع کنندوں کو ادا کردہ شرح سود کا باقاعدہ اعلان کرتے رہتے ہیں' بنکوں کی شرحوں کی نسبت یہ شرحیں کچھ اعلیٰ ہی ہوتی ہیں' چنانچہ ان کی شرحیں کسی قدر اعلیٰ ہونے کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ بٹہ گھر تاجروں اور متمول جمع کنندوں کی جیبوں سے بیش قرار رقمیں کھینچ سکتے ہیں۔ اگرچہ خردہ فروش ہنڈی دلالوں کے مقابلے میں وہ بنکوں سے بہت کم قرضے حاصل کرتے ہیں لیکن بایں ہمہ وہ بنکوں سے اس قدر قرضہ لے لیتے ہیں کہ اگر بنک اپنے قرضوں میں تخفیف کرنے

یا ان پر زیادہ سود وصول کرنے کا تہیہ کریں تو بٹہ گھروں کے کاروبار پر مضر اثر پڑ سکتا ہے۔

132

اس طرح ہم نے محض تشریح کی خاطر تاجران ہنڈی کی متذکرۂ بالا تین قسمیں قرار دیں مگر موجودہ زمانے کے حالات پر نظر کرتے ہوئے اس فہرست سے ہم خالص ہنڈی دلال کو خارج کر سکتے ہیں، کیونکہ آج کل ایسے ہنڈی دلال بالکل کم بلکہ نایاب ہیں جو کمیشن پر کام کرتے ہوں۔ آج کل "ہنڈی دلال" کا اطلاق ان دونوں جماعتوں پر کیا جاتا ہے جو اصل میں خالص ہنڈی دلال ہی سے وجود میں آئی ہیں اور اسی کے نام سے اب تک موسوم ہیں، جو ایک مثال ہے اس امر کی کہ لندن کا ساہوکارہ القاب اور تعریفات کے استعمال کے بارے میں کس قدر غیر منطقیانہ رویہ رکھتا ہے۔

باقی دو قسموں کے درمیان جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، صرف درجوں کا فرق ہے یعنی فرق صرف اس لحاظ سے ہے کہ یہ دونوں طبقے کس حد تک ہنڈیوں کو مستقلاً اپنے پاس رکھ سکتے ہیں اور بنکوں سے کس حد تک قرضہ حاصل کرکے کاروبار کر سکتے ہیں۔ ان جماعتوں کے اور بعض خانگی کمپنیاں ہیں جو نہایت قدیم اور مالدار ہیں اور ان کا اعتبار بھی اچھا ہے، ان کے علاوہ انجمنہائے سرمایۂ مشترک میں سے دو بڑی کمپنیاں بھی ہیں جو ہنڈی کا کاروبار نہایت کامیابی کے ساتھ کرتی ہیں، نیز ایک نہایت ہی قدیم کمپنی ہے جو اب سرمایۂ مشترک کے اصول پر کام کر رہی ہے۔ غرض ان سب کی سیادت و سرپرستی میں بازار نہایت استحکام اور انتظام کے ساتھ قائم ہے۔ ہنڈیوں کے کاروبار میں اعلیٰ درجے کی قابلیت اور غیر معمولی ہوشیاری کی ضرورت ہے، اور لندن میں بٹہ کی جو بازاری شرح ہوتی ہے، وہ گویا بین الاقوامی زر کے بازار کی حالت کا نہایت ہی قابل اعتبار اور بہت ہی حساس بارپیما ہے۔

گزشتہ باب میں بیان کیا جا چکا ہے کہ معمولی حالات میں بٹہ کی بازاری شرح کا تعین بنک آف انگلینڈ اور دوسرے بنکوں کی جانب سے ہوتا ہے۔ مگر اب یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ قرضہ حاصل کرنے اور ہنڈی خریدنے کی حد تک ہنڈی دلالوں کا مدار بڑی حد تک بنکوں پر ہوتا ہے یہ بات بہت صاف طور سے سمجھ میں آ سکتی ہے کہ بنک آف انگلینڈ اور بنکوں کی جانب سے اس شرح کا تعین کیوں عمل میں آتا ہے۔ تاہم گو اوسط شرح

133

کا تعین اس طرح عمل میں آتا ہے لیکن شرح کے روزمرہ کے تغیرات پر خود ہنڈی دلالوں

کے عمل کا بہت ہی اہم اثر پڑتا ہے اور اس طرح یہ عمل مبادلات خارجہ کی شرحوں کے تغیرات پر بھی بڑی حد تک اثر انداز ہوتا ہے۔

ہنڈی دلال جب کبھی ہنڈی خرید تا یا فروخت کرتا ہے تو اس کو ایک نہایت ہی پیچیدہ سوال حل کرنا پڑتا ہے' اس پیچیدگی کی نوعیت معلوم کرنے کے لیے ہم چند خاص خاص امور کو بیان کرنے کی کوشش کریں گے' جو خرید و فروخت کے متعلق اس کی قوت فیصلہ یا اصابت رائے کو متعین کرتے ہیں۔ فرض کرو کہ بازار میں بہترین ہنڈیاں جون کے آخری ہفتے میں فروخت کے لیے اس کے سامنے پیش کی جاتی ہیں اور ہنڈیوں کی میعاد تین ماہ ہے۔

مگر اس پر مزید غور کرنے سے قبل ان اصطلاحات کا مفہوم اچھی طرح ذہن نشین کر لینا ضروری ہے جو بٹہ کے بازار میں کاروباری موقع پر استعمال ہوتی ہیں۔

فرض کرو کہ ہنڈی دلال کو ۴ فی صدی شرح پر ہنڈی پیش کی جاتی ہے' **۴ فی صد شرح** کا مطلب یہ ہوا کہ اس کو ۴ فی صدی سالانہ شرح سود کے حساب سے تین ماہ کا سود ہنڈی کی قیمت مرقومہ سے منہا کر کے نقد قیمت ادا کرنے کیلئے کہا جاتا ہے یا بالفاظ دیگر اس سے یہ کہا جاتا ہے کہ وہ ہر ۱۰۰ پونڈ کے معاوضے میں صرف ۹۹ پونڈ نقد ادا کرے اور اس شرح پر حساب کر کے کل قیمت دے دے۔ عام طور پر بٹہ کا حساب کتاب ایک ناواقف شخص کے لیے بے انتہا پیچیدگی اور پراگندگی پیدا کرنے والا ہے اس لیے اس کی مزید حسابی تشریح کر دی جاتی ہے۔ سالانہ شرح سود ۴ فی صدی ہے' اور ہنڈی کی میعاد تین ماہ ہے' معمولی اکائی کے طریقے سے تین ماہ کا سود ایک فی صد ہوتا ہے ($\frac{3 \times 4}{12} = 1$)۔ اس لیے ہر ۱۰۰ پونڈ میں سے ۱ پونڈ منہا کر لیا جاتا ہے' علیٰ ہذا القیاس ہنڈی کی قیمت مرقومہ میں سے اسی تناسب سے رقم بطور سود منہا کر لی جاتی ہے۔ یہ بٹے کے حسابات کی سیدھی سی مثال ہے' ہنڈی دلال یا اس کے محاسب دفتر اس سے بدرجہا زیادہ پیچیدہ سوالات کو ہنڈی کی میعاد کے لحاظ سے بآسانی تمام فوراً حل کر لیتے ہیں' مگر اس تشریح سے ہمارا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ ہنڈی ایک باقیمت تمسک ہے ٹھیک اسی

134

اسٹاک کی طرح جس کا کاروبار یہ قیمتاً صرافے میں طے پاتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ تمسکات،
حصص اور اسٹاک کی نقد قیمتوں کا نرخنامہ مرتب ہوتا ہے، اور ہنڈیوں کے
بازار میں ہنڈیوں کی نقد قیمت شائع کرنے کی بجائے بٹہ کی شرح شائع کی جاتی ہے
یعنی ہنڈی کی نقد قیمت اور ختم میعاد پر اس کی جو قیمت مرقومہ ہوگی ان دونوں کا
فرق شائع کیا جاتا ہے۔ اس طرح یہ امر بخوبی سمجھ میں آسکتا ہے کہ اگر بٹہ کی بازاری
شرح ۴ فی صدی ہو تو تین ماہ کے عرصے میں جس دستاویز کی قیمت ۱۰۰ پونڈ ہوجائے گی
یہ زمانۂ موجودہ اس کی قیمت ۹۹ پونڈ ہوگی۔ اگرچہ بٹہ کے سوالات نہایت پیچیدہ
ہوتے ہیں مگر بہت ہی سہل طریقے پر سمجھ میں آسکتے ہیں بٹہ کے بازار میں جس طرح
کاروبار ہوتا ہے اگر لوگ اس کے سمجھنے سے اب بھی قاصر رہیں یا پراگندہ ہوجائیں
تو سخت حیرت کی بات ہے، اور ہم نے جس طرز پر اس کی تشریح کی ہے اس سے
زیادہ سہل اور عام فہم تشریح ناممکن ہے۔ ہم نے اس سیدھے سادھے مسئلے کی
نہایت مفصل طریقے پر تحلیل کی ہے جو فی نفسہ اتنا ہی آسان ہے جتنا کہ ۱ + ۱ کا ۲ کے
مساوی ہونا۔

بٹہ کے سوالات میں ایک دوسری قسم کی پیچیدگی بھی عام طور پر پیدا
ہوتی ہے اگرچہ تھوڑا سا غور کرنے پر وہ رفع ہوجاتی ہے اور وہ پیچیدگی اس واقعے
سے پیدا ہوتی ہے کہ بازار اس وقت مستحکم کہا جاتا ہے جب کہ بٹہ کی شرحوں میں
اضافہ ہو یعنی جب کہ ہنڈیوں کی قیمت میں تخفیف ہوجائے مثلاً فرض کرو کہ شرح
۴ فی صد سے ۴½ فی صد ہوجائے بالفاظ دیگر ہنڈی کی قیمت ایک سال میں ۹۶
ہونے کی بجائے ۹۵½ ہوجائے تو ہم اس بنا پر بازار کو مستحکم کہہ سکتے ہیں۔ یہ امر
نہایت واضح اور معقول ہے کہ اگر زر کا نرخ گراں ہو تو ایک سال کی میعاد کی
ہنڈی کی موجودہ قیمت کم ہوجاتی ہے کیونکہ ہنڈی کا خریدار نقد رقم موجودہ زمانے میں
محض اس وعدہ کے معاوضے میں ادا کرتا ہے کہ ایک سال کے بعد نقد رقم اس کو
مل جائے گی مگر صرافے میں اس کے برعکس اصطلاحیں مروج ہیں اسی لیے ان سے جو لوگ
مانوس ہیں ان کو مستحکم بازار کا مذکورۂ بالا مفہوم یعنی "قیمتوں کی تخفیف" ایک نہایت ہی
انوکھی چیز معلوم ہوتی ہے کیونکہ صرافے میں تو بازار اس وقت مستحکم کہلاتا ہے جبکہ تمسکات کی

135

مانگ شدید ہوا اور اس کی وجہ سے قیمتوں میں اضافہ ہوجائے چنانچہ جب کنسول کا بازار مستحکم ہوتا ہے تو کنسول کی قیمت بڑھ جاتی ہے۔ جب بٹہ کا بازار مستحکم ہوتا ہے تو ہنڈیوں کی قیمت گھٹ جاتی ہے جس کے معنی دوسرے الفاظ میں یہ ہیں کہ ہنڈی کے بازار میں جس شئے کا کاروبار ہوتا ہے وہ حقیقت میں بٹہ ہے جو بڑھ جاتا ہے۔

خیر یہ تو ایک معمولی سی بات ہے مگر تعجب تو اس بات پر آتا ہے کہ ایک مرتبہ شہر کے ایک ذی وقار شخص نے ایک ماہر مالیات اخبار نویس کو اس بنا پر سخت سست کہا تھا کہ اس نے زر کے متعلق اپنے ایک مقالے میں یہ لکھ دیا تھا کہ "بٹے کا بازار نہایت سست ہے، بٹے کی شرحیں نہایت ادنیٰ ہیں اور اس کی وجہ ہنڈیوں کی رسد کی قلت ہے" چونکہ اس صورت میں معترض صاحب ایک بڑے تجربہ کار عملی ماہر بنک تھے، اس لحاظ سے اگر مصنف ناواقف حضرات کو اس قسم کے غلط اعتراضات سے باز رکھنے کی کوشش میں انھیں متنبہ کرنے کی غرض سے اس کتاب میں زیادہ جگہ لے تو وہ قابل معافی ہے ذرا سا غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ جب ہنڈیاں قلیل تعداد میں ہوتی ہیں اور ان کی مانگ ہوتی ہے تو جو خریدار ان کے خواہشمند ہوں انھیں ان کو کم شرح پر یعنی زیادہ قیمت پر لینا پڑے گا گویا اس طرح اخبار کا بیان جس پر اعتراض کیا گیا تھا بالکل صحیح ہے۔

غرض ان اصطلاحات کو اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد ہم پھر ہنڈی دلال کی جانب متوجہ ہوتے ہیں جو یہ غور کرتا ہے کہ آیا اس کو جون کے آخری ہفتے میں تین ماہ کی میعادی ہنڈی ۴ فی صد شرح پر خریدنی چاہیئے یا نہیں اور جن وجوہ کی بنا پر وہ فیصلہ کرتا ہے ہم ان پر غور کریں گے۔

سب سے پہلے جس امر کا اس کو لحاظ کرنا پڑتا ہے وہ اول تو بازار کے موجودہ حالات ہیں اور دوسری بات یہ کہ آیا وہ اس ہنڈی کو منافع کے ساتھ فوراً فروخت کرسکتا ہے یا ان کے فروخت نہ ہوسکنے کی صورت میں ان کو اپنے ہاں رکھنے کی دقت گوارا کرسکتا ہے اور اصل کی بیکاری کو برداشت کرسکتا ہے۔

اس نقطۂ نظر سے جون کا آخری ہفتہ بالکل امید افزا نہیں ہے سال کی

136

دونوں ششماہیوں کے اختتام کے زمانے میں بالعموم بازار سرد رہتا ہے، نقد اور قرضوں کا دستیاب ہونا دشوار ہوتا ہے وجہ یہ کہ جون اور دسمبر کے آخری ہفتے میں بڑی بڑی رقوم کی ادائیاں کی جاتی ہیں اور اس کی وجہ سے سب بنکوں پر نقد رقوم کے شدید مطالبے ہوتے ہیں، اس کے علاوہ اس زمانے میں اکثر بنک اور کمپنیاں ششماہی چٹھے مرتب کرنے کی تیاریاں کرتی رہتی ہیں جس کے باعث ان کو ہاتھ روک روک کر قرضے دینے پڑتے ہیں اور نقد بدست کے تناسب میں اضافہ کرنا پڑتا ہے۔ چونکہ بنک قلت نقد کی وجہ سے ان دونوں مطالبوں کو پورا نہیں کر سکتے، اس لیے بنک آف انگلینڈ پر تقریباً ہمیشہ لازم ہوتا ہے کہ وہ اس کمی کو پورا کرے، چنانچہ ان دونوں ششماہیوں کی ابتدا سے کچھ قبل قرض گیر عام طور پر بنک آف انگلینڈ کی طرف رجوع ہوتے ہیں اور اس سے قرضے حاصل کرتے ہیں، اس قسم کے قرضوں کی مقدار بیس ملین پونڈ سے تیس ملین پونڈ تک بلکہ اس سے بھی زیادہ ہوتی ہے[۱]۔ ان قرضوں کا کچھ حصہ تو زر نقد کی شکل میں حاصل کیا جاتا ہے جس سے ملک کے نقد رقم کے مطالبوں کو پورا کیا جاتا ہے اور باقی قرضے قرض گیروں کے نام (یا جن کے نام یہ لوگ اپنی امانتوں کو منتقل کریں، ان کے حساب میں) بنک آف انگلینڈ کی کتابوں اور کھاتوں میں لکھے جاتے ہیں، یہ لوگ چکوں کے ذریعے سے اپنے مطالبات کی ادائی کرتے ہیں اور اس طرح کوٹھی کا کاروبار کرنے والی جماعت "نقد بدست و در بنک آف انگلینڈ" کی مد کے تحت ایک معقول رقم دکھانے کے قابل ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ بنک آف انگلینڈ کے کھاتوں میں اعتبار یا امانت حاصل کرنا عام طور سے ایسا ہی عمدہ اور ایسا ہی محفوظ خیال کیا جاتا ہے جیسا کہ نوٹوں کے بلندے کا جیب میں پڑا رہنا۔

ہنڈی دلال کو یہ سب باتیں سوچنے کی دراصل ضرورت ہی نہیں ہے، اس کو ان باتوں کا بخوبی علم ہوتا ہے کیونکہ وہ اس کے پیشے کا جزو ہیں۔ مگر جو سوال

---

[۱]۔ چنانچہ ختم جون ۱۹۲۹ء پر جبکہ سونے کی کثیر برآمد کی وجہ سے زر کی مانگ شدید تھی، بنک آف انگلینڈ سے حاصل کردہ قرضوں کا تخمینہ ساٹھ ملین پونڈ تک کیا گیا۔

137

اس کے سامنے حل طلب ہے اس میں اس چیز کو بڑا دخل ہوتا ہے، کیونکہ پہلا نتیجہ جو رونما ہوتا ہے وہ ظن یا یقین ہے کہ وہ اس قسم کی ہنڈیوں کو بنکوں کے ہاتھ یا دوسرے باقاعدہ خریداروں کے ہاتھ دوبارہ فروخت نہ کر سکے گا۔ ایسے موسم میں اس کا بہت کم امکان ہوتا ہے کہ بنک زیادہ ہنڈیوں کی خریداری کریں بلکہ جن ہنڈیوں کی میعاد ختم ہو کر رقم کی ادائی ہو جاتی ہے ان کی جگہ بھی وہ غالباً بند نہیں کرتے ان کے قلمدان ایسی ہنڈیوں سے بھرے ہوتے ہیں جن کی میعاد تقریباً اسی ہفتے میں ختم ہونے والی ہو اور ان کو اس ششماہی کے ختم پر جن کی مندرجہ رقم وصول ہونے کی توقع ہو چنانچہ ان ہنڈیوں کی میعاد ختم ہو جانے سے ان کو ایسا تمسک دستیاب ہوتا ہے جس کی مدد سے وہ نقد رقم حاصل کر کے نہ صرف اپنے اہل معاملہ کی بلکہ خود اپنی بھی ضرورتیں پوری کر سکتے ہیں۔

اس طرح چونکہ ہنڈی دلال کے پاس کی ہنڈیاں آسانی کے ساتھ فوراً نقد سے مبدل نہ ہوں گی، اس لیے ہنڈی دلال کے سامنے یہ سوال پیش ہوتا ہے کہ آیا وہ ان کو بطور خود خرید کر ان کے خریداروں کا انتظار کرے، مگر اوپر جو کچھ کہا گیا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آئندہ چند روز کے دوران میں اس قسم کا سودا ممکن ہے کہ اس کے لیے بہت گراں پڑے۔

جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں ہنڈی دلالوں کا مدار زیادہ تر بنکوں پر ہوتا ہے کیونکہ ان ہی سے وہ قرضہ حاصل کر کے کاروبار کرتے ہیں اور اغلب یہ ہے کہ ہمارے فرضی ہنڈی دلال کو بنکوں اور دوسری قرض دہندہ جماعتوں کی جانب سے یہ اطلاع مل چکی ہو کہ وہ اس موسم میں کسی کو قرضے نہیں دے سکتے کیونکہ ان کو اپنی ضرورتیں خود پوری کرنی ہیں۔ یہ تو واضح کیا جا چکا ہے کہ بنک دلالوں کو جو قرضے دیتے ہیں وہ ان کی حفاظت کا دوسرا مورچہ ہے چنانچہ جب وہ اپنے پہلے مورچے یعنی "نقد بدست و نقد در بنک آف انگلینڈ" کو مستحکم کرنا چاہتے ہوں یا اس مد کو اپنے گاہکوں کے زر کے مطالبے کی وجہ سے پیدا شدہ کمی کو پورا کر کے برقرار رکھنا چاہتے ہوں تو وہ ان قلیل المدت قرضوں کو فوراً واپس طلب کر لیتے ہیں جو ہنڈی دلالوں کو دیے گئے تھے۔ اس طرح زیر بحث ہنڈی دلال کو بنکوں سے قطعی ناامیدی ہو جاتی ہے

اور معمولی طریق پر قرضے ملنے اور ہنڈیاں خریدنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی ' اگر بفرض محال اس نے ہنڈیاں خرید کرنے کا تہیہ بھی کر لیا تو یہ لازمی امر ہے کہ وہ بنک آف انگلینڈ کی طرف رجوع ہوتا کہ یہاں سے قرض لے کر ہنڈی کی قیمت ادا کرے۔ لیکن بنک آف انگلینڈ سے قرضہ حاصل کرنا بیش خرچ عمل ہے اس لئے کہ وہ قرضوں پر مقررہ دفتری شرح بٹہ سے جو خود عام بازاری شرح سود سے زیادہ ہوتی ہے ½ فی صد زیادہ سود وصول کرے گا۔

یہاں تک تو فوری حالات کا تاریک پہلو پیش کیا گیا۔ اب اس کے مقابلے میں فروشندے کی ہوشیاری کو پیش نظر رکھنا چاہئے جو اس کو یہ ترغیب دیتی ہے کہ اعلیٰ درجے کی ہنڈیوں کا پلندہ ایسی شرح پر پیش کرے جو خریدار کو خریدنے کی تحریص دلائے یعنی اعلیٰ شرح بہ بالفاظ دیگر ہنڈی کم قیمت پر بیچے یہ واقعہ بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ چونکہ ہنڈیوں کے اکثر خریدار محولۂ بالا موسمی مطالبات کی وجہ سے قرضہ حاصل کرنے سے محروم رہتے اور اس طرح مستعدانہ مقابلے سے عاجز ہوتے ہیں اس لیے موجودہ وقت ہی ایسا زمانہ ہوتا ہے جس میں کہ حوصلہ مند جویائے منافع عارضی مشکلات کو برداشت کرنے کے لیے ہمہ تن تیار رہ کر اور فوری نقصان کی پروا نہ کر کے بعموم معقول منافع کما سکتا ہے۔

غرض فوری حالات کی ناگوار صورت دو طرح سے اثر انداز ہوتی ہے۔ ہنڈی دلال بخوبی جانتا ہے کہ ہنڈیاں خریدنے کے لیے اس کو بنک آف انگلینڈ سے کم از کم ایک ہفتے تک کے لیے قرضہ لینا ہوگا اور یہ کہ زیادہ شرح سود ادا کرنے کی وجہ سے اس کو ہنڈی کے چلن کے زمانے میں جو منافع حاصل ہونے والا ہے اس میں اس طرح کمی واقع ہو جائے گی' لیکن اگر آئندہ توقعات حوصلہ افزا ہوں تو اس کو ایک قسم کی ترغیب و تحریص ہوگی اور وہ قرضہ لینے پر آمادہ ہو جائے گا گویا آئندہ توقعات ہی اس کے فیصلے کو متعین و متاثر کرتے ہیں۔

اس مسئلہ کی حقیقی وسعت کا اندازہ دراصل اسی مقام سے ہوتا ہے ہمارا فرضی ہنڈی دلال اگر اس کا تخیل بلند پرواز ہے تو وہ اپنے ذہن میں اپنی اس وقت کی حالت کا اس طرح پر نقشہ کھینچ سکتا ہے کہ گویا وہ ایک غیر جانب دار شخص کی

حیثیت سے ایک پہاڑی کی چوٹی پر کھڑا ہوا گھرے کہر میں سے اور کسی قدر ناکارہ دوربین کی مدد سے دور سے میدان جنگ کا معائنہ کر رہا ہے، جس میں متعدد مخالف جماعتیں اپنی پوری قوت کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ سرگرم پیکار ہیں، اور ساتھ ہی وہ یہ بھی جانتا ہے کہ اس کی زندگی کا انحصار صرف اس بات پر ہے کہ وہ فاتح فریق کا شریک کار ہو جائے۔

مستقبل قریب میں بازار میں زر کے عارضی طور پر ارزاں نرخ پر ملنے کا امکان ہے یعنی جب کہ ششماہی کے اختتام پر جو رقمیں رکی ہوئی تھیں وہ سب بازار میں آجائیں گی اور بنک آف انگلینڈ میں سرکار کی جانب سے تمسکات کا جو منافع جمع رہتا ہے وہ ماہ جولائی میں تقسیم ہوگا اور اس سے معمولی بنکوں کے خزانوں میں کئی ملین پونڈ نقد کا اضافہ ہو جائے گا۔ اس وقت یہ بیش قرار رقم بازاری شرح پر قرضے حاصل کرنے کے کام آسکتی ہے اور بنک آف انگلینڈ سے قرضہ حاصل کرنے کی صورت میں نصف فی صد جو زائد دینے پڑتے اس سے بچاؤ ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد زر کے بازار کے سالانہ معمولی اتار چڑھاؤ کے مطابق سیاحوں، چھٹی منانے والوں اور کاشتکاروں کے مطالبات شروع ہوں گے، گویا جس زمانے میں ہنڈی زیر بحث کا چلن ہوتا ہے اس کے آخری حصے میں جب بڑے بڑے زراعتی ملکوں کے کاشتکار اپنی فصلیں کاٹ کر ان کو گوداموں میں بھر کر اور جہاز پر لدوا کر دوسرے ممالک کو روانہ کرنے کی تیاریاں کرتے ہیں تو تمام دنیا میں زر کی طلب بہت بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ گویا ہنڈیوں کی میعاد کے ختم ہونے کا زمانہ ساز گار زمانہ ہوتا ہے اور ہنڈی رکھنے والا اس قابل ہوتا ہے کہ ان کی بابجائی موافق نرخ پر کرے۔

حاصل یہ کہ زر کے بازار کے معمولی حالات کے مطابق جون کے آخر میں جو ہنڈی عمدہ قیمت پر ملتی ہے اس کا خریدار ارزانی زر کے مختصر دور پر بھروسہ کرنے کے قابل ہوتا ہے اور ہونا بھی چاہیئے۔ اس لیے کہ اس دور میں وہ اس قابل ہوگا کہ ہنڈیوں کی خریداری کرنے کے لیے قرضے کی فراہمی بہت ہی ارزاں نرخ پر کر سکے۔ اغلب یہ ہے کہ اس کو قرضہ ادنیٰ شرح سے یعنی ۲ فی صد

پر مل جاتا ہے حالانکہ ہماری فرضی مثال میں وہ ۴ فی صد شرح بٹہ پر ہنڈی خریدتا ہے۔ رفتہ رفتہ زر کے بازار کا رجحان زرِ سخت ہوتا جاتا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہنڈی سے جتنا منافع حاصل ہونے کی توقع ہو اس سے زیادہ شرح پر اس کے لیے قرضہ لینا ضروری ہو یا وہ اپنی ہنڈی کو نقصان کے ساتھ فروخت کرنے پر مجبور ہو جائے۔

لیکن یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ اول تو زر کے بازار کے حالات ہمیشہ اپنی معمولی رفتار پر نہیں رہتے اور اگر رہیں بھی تو ذرا سے سہو سے وہ تمام اندازے اور تخمینے غلط ہو سکتے ہیں جن کا لندن کے بٹہ کے بازار کے سخت مقابلے کی حالت کو دیکھتے ہوئے پوری طرح صحیح ثابت ہونا از حد ضروری ہے۔ ممکن ہے کہ تجارت سرد پڑ جائے اور اس کی وجہ سے اہل کاروبار کے جو مطالبات بنکوں پر ہوتے تھے ان میں کمی واقع ہو اور اس طرح جو امانت بنکوں کے پاس بیکار بچ رہے اسے وہ ہنڈی والوں میں جی کھول کر پھیلا دیں برخلاف اس کے تجارتی گرم بازاری اس کی برعکس سمت میں ویسے ہی نمایاں اثرات پیدا کر سکتی ہے یعنی ممکن ہے کہ زر اتنی آسانی اور ارزانی کے ساتھ نہ مل سکے اور اس طرح ہنڈیوں سے جو منافع حاصل کرنے کی توقع تھی اس پر پانی پھر جائے۔ موسم گرما میں جب بارش ہوتی ہے اور کچھ کچھ سردی پڑنے لگتی ہے تو سیر و سیاحت رک جاتی ہے اور سیاحوں کا روپیہ ان کی جیبوں ہی میں بند رہتا ہے' اس کے برعکس اگر موسم خوشگوار اور اچھا ہو تو سیاحوں کی جیبوں سے ہوٹل والوں اور دوسری ضرورتیں پوری کرنے والی جماعتوں پر زر کی بوچھار ہونے لگتی ہے۔ اس طرح لمبارڈ اسٹریٹ میں جو رقم قرضوں وغیرہ کے لیے مل سکتی ہے اس کی مقدار میں اس مد کی وجہ سے اچھا خاصہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ فصل کٹنے کی تاریخ اور فصل کی عمدگی بھی زر کے بازار کے حالات پر اثر ڈالتی ہے اور ان حالات کے متعلق اندازے قائم کرنے کے لیے پھر موسم کا لحاظ کرنا پڑتا ہے' اس لیے کہ اگر فصل کاٹنے کے موسم میں انگلستان کے بہترین گرما کا دور دورہ ہو اور کاشتکاروں کو یقین ہو کہ موسم کی یہ حالت مدت تک قائم رہے گی تو وہ کٹائی کے کام میں عجلت نہ کریں گے بلکہ

بہ اطمینان تمام کام کریں گے، گویا عجلت کرنے کی صورت میں جو زر ان کو درکار ہوتا وہ اب بنکوں کے پاس بیکار پڑا رہیگا۔ لیکن اگر موسم تغیر پذیر ہوا اور یکا یک بارش کے آثار نمودار ہو جائیں تو ہر کاشت کار فطرتاً اپنی فصل کو بچانے کی کوشش کرے گا اور حتی الامکان بہت سے مزدوروں کو جو اجرت بہ شکل زر حاصل کرنے کے خواہاں ہوں لگا کر کھیت کی کٹائی میں مصروف ہو جائے گا اور ان تمام مصارف کو برداشت کرنے کے لیے تیار ہو گا جو غلہ کی منتقلی اور بار برداری میں لاحق ہوں گے۔

لیکن ہنڈی دلال کو محض تجارت، سیاحت اور کھیت کی کٹائی کے موافق و مخالف حالات پر پورا غور کر کے اپنے مواقع کے متعلق ذہن میں ایک نتیجہ قائم کرنے ہی پر اکتفا نہ کرنی چاہیئے اور ایک دوسرے گریزپا اور غیر معین عامل کے ممکنہ اثرات کو فراموش نہ کر دینا چاہیئے۔ یہ عامل "سرکاری مالیہ کے مطالبات" ہیں مثلاً اس زمانے میں، جس میں یہ فرض کیا گیا ہے کہ فروخت کے لیے پیش کردہ ہنڈیاں رائج ہیں، سرکاری مالیہ کے مطالبات کا وہ زور و شور نہیں رہتا، جیسا کہ جنوری اور مارچ کے دو مہینوں میں بالعموم رہا کرتا ہے۔ اس زمانے ہی میں سرکار کی طرف سے آمدنی پر محصول وصول کیا جاتا ہے اور زر کے بازار سے بہت سی رقم کھنچ کر بنک آف انگلینڈ میں بمد "سرکاری امانت" جمع ہو جاتی ہے۔ لیکن پورے سال کے دوران میں ہر وقت اس بات کا امکان رہتا ہے کہ اچانک طور پر خزانۂ شاہی کی طرف سے خزانے کی ہنڈیوں کا غیر متوقع طور پر اجراعمل میں آجائے یا اس کے برعکس سرکار اپنے فاضلات کی مقدار کو معمولی سطح سے کم کر دے اور اس طرح بازار میں زر کی مقدار میں غیر متوقع طور سے اضافہ ہو جائے چونکہ بنک سرکار کا ساہوکار ہے اور سرکار کا روپیہ اس کے پاس جمع رہتا ہے، اس لیے جب سرکار کے پاس رقم زیادہ مقدار میں ہوتی ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اسی قدر زر مقید ہے اور بنک سے باہر بازار میں دستیاب نہیں ہو سکتا۔ جنگ کے بعد سے رواں قرضے کی کثیر مقدار کا انتظام خزانۂ عامرہ اور بنک آف انگلینڈ کے ہاتھوں میں آگیا ہے۔ اور اس قسم کے کثیر المقدار قرضے کی موجودگی و انتظام نے جیسا کہ آگے معلوم ہوگا بنک اور خزانے کے اختیار و اقتدار کو زر کے بازار پر بہت قوی کر دیا ہے۔ اگرچہ

143

ساتھ ہی وہ اس بات پر بھی مجبور ہو گئے ہیں کہ اپنے مرکب زر کے بازار کو دھیما چلائیں اور برابر تھپکتے اور پچکارتے رہیں۔

اس مسئلے میں موسم، **تجارت** اور **سرکاری مالیات** کے غیر معین حالات پیچیدگی پیدا کرنے کے لیے کیا کم تھے، کہ ان کے علاوہ ایک اور بھی عنصر الجھن پیدا کرتا ہے اور وہ ایک خالص نفسیاتی معاملہ ہے یعنی یہ کہ صرافے میں تخمین کس حد تک ہو گی۔ ایک طرف تو بنک ہنڈی دلالوں کو قرضے دیتے ہیں اور دوسری طرف ان لوگوں کی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے کثیر رقم بہم پہنچاتے ہیں جو قرضے حاصل کر کے تمسکات اور حصص خریدتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ اگر معمول سے زیادہ تعداد میں اشخاص اس نتیجے پر پہنچیں کہ قرضے حاصل کر کے تمسکات کی خریداری کرنا پر منفعت ثابت ہو سکتا ہے تو ہنڈی دلالوں کو جتنا زر بصورت دیگر دستیاب ہو سکتا تھا اب اس میں معقول کمی واقع ہونا اغلب ہے۔ لیکن اس بات کے وجوہ کا متعین کرنا کہ عامۃ الناس بعض اوقات کیوں رہ رہ کر پورے زور و شور کے ساتھ تخمینی کاروبار کرنے کی جانب مائل ہوتے ہیں، نہایت ہی پیچیدہ اور لاینحل نفسیاتی سوالوں میں سے ایک سوال ہے۔

ہم اب تک صرف ہنڈی دلال کے ابتدائی مشکلات تک پہنچے ہیں۔ اس لیے کہ یہ سب باتیں ملک کے اندر اسی کی آنکھوں کے سامنے واقع ہوتی ہیں یا واقع نہیں ہوتیں۔ لیکن وہ جب مطالبات خارجہ کے امکان پر غور کرتا ہے جیسا کہ اس کو غور کرنا چاہیئے تو ایسے سوالات اس کے سامنے آجاتے ہیں جن کا حل کرنا بدرجہا زیادہ مشکل ہوتا ہے، اور جو باعتبار نتائج کے نسبتاً بہت زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ جب ملک کے اندر زر ایک مقام سے دوسرے مقام کو منتقل ہوتا ہے، خواہ وہ منتقلی فصل کی کٹائی اور سیاحت کی غرض سے ہو یا بنک آف انگلینڈ میں سرکاری فاضلات اکر جمع ہونے کی بنا پر ہو یا اچانک طور پر تخمینی کاروبار بڑے پیمانے پر شروع ہو جانے کی وجہ سے زر کے مطالبے کی بنا پر تو اس کا عام طور پر یہی نتیجہ ہو سکتا ہے کہ ہنڈی دلال کی راہ میں مشکلات پیدا ہوں اور اگر سب عاملین کے اثرات مجتمع ہوں تو ہنڈیوں کے منافع میں بہت کمی ہو جانا بھی غالب ہے

144

لیکن کسی اچانک بیرونی مطالبے اور طلا کی بڑی مقدار کی برآمد کی وجہ سے اس سے کہیں زیادہ اہم اثرات پیدا ہونے ممکن ہیں، یعنی پورے بازار کی حالت کچھ سے کچھ ہوسکتی ہے مثلاً شرح بنک میں اضافہ ہو جائے گا اور قرضے کی شرح نہ صرف اندرون ملک کے لیے بلکہ ممالک خارجہ کے لیے بھی کم از کم فی الوقت از سر نو قرار پائے گی۔

غرض ہنڈی دلال کو جو سوال حل کرنا پڑتا ہے، اس پر اس قدر تفصیلی بحث کرنے کے بعد معلوم ہوا تو یہ ہوا کہ ابھی صرف ہم اس پیچیدہ اور عمیق سوال کی سطح ہی تک پہنچے ہیں پس مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہنڈی دلال کو ہم اپنی دعاؤں کے ساتھ اسی کے حال پر چھوڑ دیں۔ اس لیے کہ زر کی بیرون ملک طلب کو جو بیشمار اسباب متعین کرتے ہیں ان کی تفصیل میں پڑنے کی کوشش کرنا ایک میدان ناپیدا کنار میں قدم رکھنا ہے۔

ضمنی طور سے صرف اس قدر اشارہ کیا جا سکتا ہے کہ بین الاقوامی نزاعیں ممالک خارجہ کے سیاسیات اور بین الاقوامی شکر رنجیوں کی خفیف سی پرچھائیاں بھی زر کے بازار کے، رجحان کو بہت بڑی حد تک متاثر کرسکتی ہیں، اور یہ بھی اس چیستان کے اجزا میں سے ایک جزو ہے جسے بچارے ہنڈی دلال کو خرید و فروخت کے متعلق قطعی رائے قائم کرنے سے پیشتر حل کر لینا یا اس کا اندازہ کر لینا پڑتا ہے۔ لہٰذا یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ اگر دنیا کے کسی ایسے گوشے میں جو تجارتی حیثیت سے متمدن اور مہذب ہے اعتبار کو کوئی کاری ضرب لگے تو ہنڈی دلال کے سب تخمینے اور اندازے یک لخت تہ و بالا ہو سکتے ہیں۔

مگر ان باتوں کے بیان کرنے سے ہمارا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہنڈی دلال جو روزمرہ ہنڈیوں کی خرید و فروخت کرتا ہے تو خرید و فروخت سے قبل اس کا دماغ فی الحقیقت مذکورۂ بالا تمام امور پر غور کرنے میں مصروف ہوتا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو بٹہ کے بازار کا کاروبار کبھی نہ چل سکتا۔ لیکن یہ امور اور ان کے علاوہ کئی دیگر معاملات ایسے ہوتے ہیں جن پر اس کو غور کرنا پڑتا ہے البتہ ان تمام امکانات اور مفروضات پر وہ محض ایک سرسری سی اور عام نظر ڈالتا ہے اور اس کے لیے

145

اس کو پوری دماغی قوت صرف نہیں کرنی پڑتی بلکہ تھوڑی سی توجہ کرنی پڑتی ہے اور یہ محض مشق و مزاولت کا نتیجہ ہے کہ وہ جملہ حالات کو فوراً بھانپ لینے کا عادی بن جاتا ہے۔

ہنڈی دلال میں اور بنک میں سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ بنک اعتبار (قرضہ) مہیا کرتا ہے اور ہنڈی دلال ارزاں نرخ پر اعتبار خرید نے کی توقع میں اعتبار فروخت کرتا ہے۔ ہنڈی دلال کے لیے سب سے زیادہ موافق حالات یہ ہیں کہ اول تو شرح بٹہ اعلیٰ ہو اور یہی اس کے قرضے کی قیمت ہے جس کو وہ فروخت کرتا ہے، دوسرے یہ کہ قلیل المدت قرضوں کی شرح ادنیٰ ہو اور یہی وہ قرضہ ہے جس کو وہ خریدتا ہے۔ ہنڈی دلال کو تیز فہمی، حاضر دماغی اور حالات سے ہر وقت باخبر رہنے کی ضرورت ہے، اس کے برعکس ماہر فن بنک میں سب سے بڑی خوبی یہ ہونی چاہیئے کہ وہ محتاط، اعتدال پسند اور عاقبت اندیش ہو۔ لیکن ہنڈی دلال کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ بنکوں کی حفاظت کا دوسرا مورچہ ہے۔ چنانچہ جب کبھی مالی آفت نمودار ہوتی ہے تو وہی سب سے پہلے اس کے دباؤ سے متاثر ہوتا ہے۔ اگر دوسرے اہل معاملہ اچانک طور پر بنکوں کی طرف رجوع ہو کر زر کا مطالبہ کریں تو بنک بشرطیکہ ان کو قرضہ دینا مناسب خیال کریں پہلے انھیں کے ضروریات کو پورا کریں گے، یا اگر کسی مصلحت کی بنا پر بنک زر کی رسد کو محدود کر دیں یا ہاتھ روک روک کر قرض دیں تو ہنڈی دلالوں کو قرضے ملنا یک قلم موقوف ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس وجہ سے اور بھی زیادہ باخبری ہوشیاری اور مستعدی ہنڈی دلال کی کامیابی کے لوازمات میں سے ہے۔
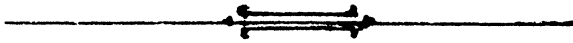
نواں باب

سکار گھر اور ممالک خارجہ کے بنک

(۱) تاجروں کی جماعتوں سے سکار گھروں کا نشوونما (۲) سکار گھر چاپ بھنانے کے معنی میں بنک نہیں ہیں (۳) سکار گھروں کے کام کی اہمیت (۴) ایک حد تک ان کا انحصار بنکوں پر ہے (۵) خود بنک بھی بڑی حد تک ہنڈی سکارتے ہیں۔(۶) نوآبادیات اور ممالک خارجہ کے بنک (۷) تجارت خارجہ کو انگریزی اصل سے بڑی حد تک فروغ ہوا ہے۔(۸) اس کا اثر انگریزی تجارت پر (۹) قرضہ جات خارجہ اور لندن کا طلا۔

گزشتہ بابوں میں جن مباحث کی تفصیلی تشریح کی گئی ہے اگر وہ عام فہم اور سلیس ہے تو اس سے اب تک یہ امر بخوبی واضح ہو گیا ہوگا کہ جس چیز کو زر کہا جاتا ہے اس سے عام طور پر بنک میں امانت کا قیام مراد ہوتا ہے جس کا اکثر و بیشتر حصہ بنک آف انگلینڈ یا دیگر بنکوں کی طرف سے بطور قرض دیا جاتا ہے خواہ چیک لکھنے کا حق دینے کی صورت میں ہو یا ہنڈیوں پر بٹہ کاٹنے کی شکل میں۔ اور یہ بھی واضح ہو گیا ہوگا کہ ہنڈیوں پر بٹہ کاٹنا قرضہ دینے کی ایک خاص شکل ہے۔ ہم یہ بھی بتا چکے ہیں کہ ہنڈی میں دوسرے تمسکات کی نسبت متعدد فوائد

موجود ہیں، چنانچہ ہنڈی کو تمسکات پر ہر حالت میں ترجیح حاصل ہے، اس لیے کہ اول تو ہنڈی کی میعاد کم ہوتی ہے یعنی اس کا چلن قلیل المدت ہوتا ہے جس کی وجہ سے ہنڈی کے حامل و قابض کو بہت جلد نقد رقم مل جاتی ہے اور دوسرے یہ کہ ہنڈی ایسی پیداوار کی ساکھ پر لکھی جاتی ہے جو صرف میں آنے والی ہے (اور ہونا بھی یہی چاہیے) اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے جیسا کہ اس کا کاروبار کرنے والوں کا دعویٰ ہے کہ ہنڈی پر جو قیمت درج ہوتی ہے وہ بلا کم و کاست سالم وصول ہوجاتی ہے۔

یہ یاد ہوگا کہ ہنڈی ابتدائً اصلی فروشندۂ پیداوار کا حکم نامہ ہوا کرتی تھی خریدار کے نام جس میں خریدار کو یہ ہدایت کی جاتی تھی کہ وہ ایک خاص مدت کے اندر خود لکھنے والے کو یا دوسرے شخص کو مندرجہ رقم ادا کردے اور وقفہ اس لیے دیا جاتا تھا کہ خریدار اپنے مال کو بجنسہ یا اس کی شکل بدل کر بصورت مصنوعات استعمال کے قابل بنانے کے بعد فروخت کرکے قیمت ادا کرنے کے قابل ہوجائے۔ جب ہنڈی خریدار کے پاس پہنچتی تھی تو وہ اس پر اپنا نام لکھ کر قبول کرلیتا تھا یعنی وہ اس بات کا رفتہ رفتہ اقرار کرتا تھا کہ مندرجہ رقم کو مدت معینہ تک ادا کردیگا اور اس طرح ہنڈی کا سکارنے والا بن جاتا تھا۔ اس کے بعد ایسی ہنڈی جس کی لکھنے والی اور قبول کرنے والی دونوں جماعتوں کی ساکھ اچھی ہوتی اور ہنڈیوں کے ساتھ بیمے کی رسید اور جہاز پر سامان لدنے کی رسید منسلک ہوتی ایک ایسا بہترین تمسک بن گئی جس کی خوبی میں ایک تنکے سے تنکے ساہوکار کو بھی شک و شبہ نہیں ہوسکتا، بآسانی اس پر بٹہ کٹ سکتا تھا اور اس کی ضمانت پر قرضہ دیا جاسکتا تھا۔

ہم نے یہاں ان امور کا اعادہ کرنا اس وجہ سے ضروری خیال کیا کہ جس وقت ہم زر کی مختلف شکلوں سے بحث کرتے کرتے زر کا کاروبار کرنے والی جماعتوں کی بحث میں جا پڑے تھے تو ان امور کی تشریح نامکمل سی رہ گئی تھی۔ یہ ہم بتا چکے ہیں کہ زر کا کاروبار کرنے والی جماعتوں میں سب سے بڑی جماعت بنک ہیں جو چیک لکھنے کا حق عطا کرتے ہیں اور چیک انگلستان کے کاروبار کا زر ہیں؛ دوسرے یہ کہ قرض داری کے بے باق کرنے کے لیے یہ بنک قرضے بھی دیتے ہیں۔ اور یہ قرض داری محض اس واقعے کی بنا پر رونما ہوتی ہے کہ ایک طرف تو تجارت کا دائمی انحصار اس منافعہ پر ہوتا ہے جو اس کو

فی الوقت وصول طلب ہے مگر ایک زمانے کے بعد ملنے والا ہے اور دوسرے یہ کہ اگر دوسرا کام شروع کرنے سے پیشتر اس منافعہ کے وصول ہو جانے کا انتظار کرنا پڑے تو تجارت موجودہ مسلسل تیز رفتاری کے ساتھ جاری نہیں رکھی جا سکتی اس کے بعد ہم نے ہنڈی کے دلالوں یعنی ہنڈی کا خردہ کاروبار کرنے والوں کے کام اور ذمہ داریوں کی بحث کی جو گویا ان خاص قسم کے بنکوں کی ایک شاخ ہیں جن کا خاص کاروبار یہ ہے کہ وہ ہنڈیوں کی تاریخ اور رقم اور اسی قسم کے امور کو پیش نظر رکھ کر ہنڈیوں کا انتخاب کرتے ہیں اور اہل ضرورت کے ہاتھ فروخت کرتے رہتے ہیں۔ اس قسم کے ہنڈی کے دلال بنکوں سے قرضے حاصل کر کے ان کی مدد سے ہنڈیوں کو خرید کر اپنے پاس رکھ چھوڑتے ہیں اور ضرورت دیکھ کر فروخت کرتے ہیں، غرض یہ سب باتیں معلوم ہو چکی ہیں لیکن اب ان جماعتوں کے کاموں پر غور کرنا ضروری ہے جو ہنڈی مرتب کرتی اور اس کا کاروبار کرتی ہیں اور جن کی مرتبہ ہنڈیوں کی بنیاد پر بٹہ گھر اور بنک مشترکہ یا انفرادی طور سے قرضے دیتے ہیں۔

149

ہم نے چوتھے باب میں ہنڈی کی تشریح کرنے کی غرض سے ایک نہایت سادہ مثال پیش کی تھی تاکہ طالب علم کو ہنڈی کا اصلی مفہوم سمجھنے میں دقت نہ ہو۔ ہم نے فرض کیا تھا کہ امریکا کا ایک کاشت کار **رس پی واٹ** لندن کے ایک تاجر **جان اسمتھ** کے ہاتھ گیہوں فروخت کرتا ہے اور اپنی پیداوار کی قیمت وصول کرنے کی غرض سے خریدار کے نام ہنڈی لکھتا ہے، اس مثال کے پیش کرنے سے نہ صرف سہل طریقہ پر ہنڈی کا مفہوم سمجھ میں آ گیا بلکہ ہنڈی کے جاری ہونے کے بعد جو مراحل طے کرنے پڑتے ہیں وہ بھی سمجھ میں آ گئے، اور یہ بات بخوبی روشن ہو گئی کہ حقیقی پیداواری ہنڈیوں کو جاری کرنے والے اور اس کا کاروبار کرنے والے ایک طرف کاشت کار اور دوسری طرف اس کے خاص ماہر ہیں جو اس کی خرید و فروخت کرتے ہیں۔ ہنڈیوں کے بغیر پیداوار کا تیار ہونا ناممکن ہے اور بغیر پیداوار کے ہنڈیوں کا وجود ناممکن ہے۔ رہا فرضی ہنڈیوں کا لکھا جانا یا قبول کیا جانا، جیسے کہ **مسٹر مکا بر** نے اپنی بیگم صاحبہ کے نام ایک فرضی ہنڈی کسی سامان یا مال کے خرید و فروخت کے بغیر لکھی تھی تو وہ محض

کاروبار کی ایک خاص شکل ہے۔

مگر موجودہ زمانے میں کاموں کے تخصیص طلب ہو جانے کی وجہ سے، اصلی فروشندۂ گندم اور خریدار گندم کے درمیان بعض اور جماعتیں بازار میں پیدا ہو گئی ہیں، چنانچہ موجودہ انتظامات کے مطابق آج کل حسب ذیل طریقے پر عمل ہو گا، پی واٹ اپنے ملک کے کسی تاجر کے ہاتھ اپنے گیہوں فروخت کرے گا اور اس خرید و فروخت کے متعلق جو کاغذات ہوں گے وہ مختلف ہاتھوں میں سے گزرنے کے بعد مال جہاز پر لادا جائے گا، اس دوران میں امریکا کے بنک اس کی قیمت کی رقم کی سربراہی کرکے بطور خود اتنی ہی رقم کی ہنڈی لکھیں گے اور لندن کے جس بنک سے ان کا معاملہ ہے اس کے پاس بذریعۂ ڈاک روانہ کردیں گے اور لندن میں اس قسم کے جو بنک ہیں وہ سکارنے کے اس تخصیص طلب کام میں سب نہیں تو اپنا زیادہ وقت اور اپنی زیادہ توجہ صرف کرتے ہیں۔ 150

چونکہ ہماری بحث کا تعلق لندن کے انتظام زر سے ہے، اس لیے امریکا کے کاشتکار، تاجر اور ان کے بنکوں کی بحث ترک کرکے صرف لندن کے **سکارگھروں** سے بحث کرنا مناسب ہو گا، جن کا نام ہنڈی پر درج ہے۔

یہ سمجھنا بہت ہی آسان ہے کہ لندن میں سکارگھروں کا قیام کس طرح عمل میں آیا اور ان کی ابتدا کیسے ہوئی۔ پہلے پہل تو اشیا درآمد کرنے والے تاجر ہی ہنڈیاں سکارتے تھے مگر چونکہ ہنڈیوں کو فوراً سکارنے اور اس پر بٹہ کاٹنے کا مدار اس بات پر تھا کہ فروشندوں کی ساکھ اچھی ہو، تاجر پرانے اور ذی اعتبار ہوں اور شہرت رکھتے ہوں۔ اسی شہرت اور قدامت کے کم و بیش ہونے کے لحاظ سے ہنڈیوں پر تاخیر سے یا فوراً بٹہ کاٹا جاتا تھا چنانچہ نیک نام تاجروں کی ہنڈیاں اچھے داموں میں ادنیٰ شرح پر لیجاتی تھیں اور کم مشہور تاجروں کی ہنڈیاں نقصان یعنی اعلیٰ شرح پر لیجاتی تھیں، اس کا فطری نتیجہ یہ ہوا کہ جن تاجروں کو شہرت حاصل نہ تھی وہ اپنے سے زیادہ مشہور اور قدیم تاجروں کے دستخط اپنی ہنڈیوں پر حاصل کرنے لگے تاکہ ان کی نیک نامی سے ہنڈی زیادہ وقعت کی نگاہ سے دیکھی جائے اور اس کے معاوضے میں ان کو کمیشن دیا کرتے تھے، اس طرح ان کم مشہور

تاجروں کی ہنڈیوں کی جو زیادہ قیمت اٹھتی تھی اس سے نہ صرف ان کا کمیشن واپس وصول ہو جاتا تھا بلکہ کچھ منافع بھی مل جاتا تھا۔

151 جب اعلیٰ درجہ کی ساکھ رکھنے والے تاجروں کو یہ محسوس ہوا کہ ان کی شہرت اور قدامت دوسروں کے کام آسکتی ہے، وہ دوسروں کی مدد کرکے خود بھی نفع کما سکتے ہیں تو وہ اسی پیشے کو خاص طور پر کرنے لگے اور بتدریج یہ پیشہ تخصیص طلب بن گیا اس قسم کے تاجروں کا کام یہ ہے کہ ان کے پاس جو ہنڈیاں سکار کی غرض سے آئیں ان کو وہ اچھی طرح پرجانچیں اور لکھنے والوں کی مالی حالت اور قدامت کا بھی بخوبی اندازہ کرلیں اور سب باتوں پر غور کرلینے کے بعد جب ان کی نظر میں ہنڈی اچھی ثابت ہو تو کمیشن وصول کرکے اس کو سکاریں۔

ممالک خارجہ کے ساتھ قدیم تجارتی کاروبار پر ان تاجروں کی جماعتوں نے اپنی تجارتی حیثیت کی بنیاد قائم کی تھی اور اس کاروبار کی ترقی کی بدولت ممالک غیر سے جو تعلقات پیدا ہوئے انھوں نے ان تاجروں کی رہبری قدرتاً اس امر کی جانب کی کہ جن ممالک سے وہ تجارت کرتے تھے وہاں کی حکومتوں کو بھی وہ قرضے دینے لگے۔ اس طرح بتدریج شہر لندن میں اس قسم کے کامیاب تاجروں کی صف سے ایک مالدار جماعت تاجر پیشہ **ساہوکاروں، کوٹھی والوں** اور **سکارگھروں** کی قائم ہوگئی اور قدیم خانگی ساہوکار بھی ان میں شامل ہوگئے۔ ان سبھوں نے اپنا ایک اعلیٰ طبقہ لندن میں قائم کرلیا جو ابھی تک ایک حد تک موجود ہے۔ اُن کو عام طور پر تاجر ساہوکار کہا جاتا ہے مگر یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ حقیقی اصطلاحی معنوں میں یہ ساہوکار نہیں ہیں یعنی وہ دوسروں کو اپنے نام چک لکھنے کا حق نہیں دیتے، اور نہ چکوں کے معاوضے میں نقد رقم ادا کرتے ہیں اور وہ اس وجہ سے ایسا نہیں کرتے کہ عام طور پر انھیں کی جماعت میں سے **بنک آف انگلینڈ** کے ڈائرکٹروں کا انتخاب کیا جاتا ہے اور جیسا کہ آئندہ باب میں چل کر معلوم ہوگا **بنک آف انگلینڈ** کا ڈائرکٹر منتخب ہونے کے لیے یہ لازمی شرط تھی کہ وہ شخص ساہوکار نہ ہو۔

سکارگھر کی جو اہمیت ہے وہ ظاہر ہے، اس پر زیادہ زور دینے کی

152 ضرورت نہیں۔ اگر پیداوار کا مالک یا کاشت کار ہنڈی کا اصلی لکھنے والا ہو تو

صرف یہی ہنڈی کے چلن کے لیے کافی نہیں بلکہ سکارنے والے پر بھی اس کے چلن کا انحصار ہے، کیونکہ سکارنے والا اپنی مہر و دستخط ثبت کرکے اس کو رواج دیتا اور لندن کے بازار میں اس کے قابل بیع و شری ہونے کی تصدیق کرتا ہے۔ جب کوئی ساہوکار یا ہنڈی دلال ہنڈی پر بٹہ کاٹتا ہے اور اس کے معاوضے میں نقد یا اعتباری امانت دیتا ہے تو اس سے ہمیشہ یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ ہنڈی لکھنے والے کی مالی حالت اور ساکھ سے بھی بخوبی واقف ہوگا۔ چنانچہ سکارنے والے کی شہرت اور نیک نامی پر اس کو بھروسہ کرنا پڑتا جس کو ہنڈی کی قدر و وقعت معلوم ہے اور اسی کو واحد رہبر قرار دینا پڑتا ہے۔ اس طرح سکار گھر کی نیک نامی ہی پر ہنڈی کے ایک اعلیٰ درجے کا تمسک بننے کا دارومدار ہوتا ہے۔ چنانچہ سکار گھر اپنی نیک نامی سے عاقلانہ طریقے پر کام لے کر اس قسم کے اعلیٰ درجے کے تمسکات، جن کی خوبیاں جیسا کہ ہم متعدد دفعہ خاص طور پر زور دے کر بیان کر چکے ہیں، دوسرے تمام تمسکات اور دستاویزات سے بڑھی ہوئی ہوتی ہیں، کثیر تعداد میں رائج کرتے ہیں۔

بااین ہمہ سکار گھروں کے سارے کاروبار کا مدار بنکوں پر ہوتا ہے۔ جن ہنڈیوں کو سکار گھر قبول کرتے یا سکارتے ہیں وہ ہنڈیاں اگرچہ نقد میں بدل پذیر ہونے کی آخری منزل سے قریب تر ہو جاتی ہیں مگر اس وقت تک نقد سے مبدل نہیں ہو سکتیں جب تک کہ ان پر بٹہ نہ کاٹا جائے اور بٹہ کاٹنے کا کام یا تو ساہوکار کرتے ہیں یا ہنڈی دلال بنکوں سے قرضہ حاصل کرکے اسے انجام دیتا ہے۔ جس ہنڈی پر بٹہ نہیں کٹ سکتا وہ حامل کے لیے بالکل بے کار ہے اور حامل ہنڈی کو اس کی میعاد ختم ہونے تک رقم کا انتظار کرنا پڑے گا۔ گویا میعاد ختم ہونے تک ایسی ہنڈی کسی معنی میں دستاویز نہیں بن سکتی۔ اس طرح لندن کے زر کے بازار میں بنکوں کو جو خاص اور ممتاز اہمیت حاصل ہے اس کا ہم کو مکرر ثبوت ملتا ہے۔

اس لیے کہ گو سکار گھر ہنڈیوں کی خوبیوں اور نقائص کو اچھی طرح جانچ کر ہنڈیاں سکارتے ہیں اور اس کام کو وہی سب سے بہتر طریقے پر انجام دے سکتے ہیں مگر سکار گھروں کو کاغذ سکار کر اس کو جاری کرنے کی جو قوت حاصل ہے اس کے غلط اور خطرناک طریقے پر استعمال کیے جانے کا بھی امکان ہے، کیونکہ یہ جس خانگی نوعیت کا

کاروبار کرتے ہیں اس میں اشاعت معلومات کی قید و بند نہیں ہے اور ششماہی چھٹے شائع کرنے کی جو عام طور پر رسم ہے، اس سے بھی ان کا کاروبار آزاد و مستثنیٰ ہے۔ اگر اس اصول کے بارے میں ذرا سی بے احتیاطی یا منافع کی توقع میں ذرا سی غلطی اور بے پروائی سے کام لیا گیا اور اس امر کو فراموش کر دیا گیا کہ اصلی ہنڈی کی بنیاد عام صرف میں آنے والی اصلی پیداوار کی منتقلی ہونی چاہیئے تو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ گویا اعتبار کے خطرناک انتفاخ کا پورا سامان تیار ہو گیا۔ اس کے برخلاف بنک انجام کار وہ ذرائع مہیا کرتے ہیں جن کی بنیاد پر ان کی سکاری ہوئی ہنڈیاں نقد یا اعتباری امانت سے مبدل ہوتی ہیں۔ چنانچہ بنکوں پر اس طرح ایک اہم ذمہ داری عائد ہو جاتی ہے مگر اس ذمہ داری کی اہمیت سے عامۃ الناس قطعاً نابلد ہوتے اور سکار کے کل انتظام کو کم و بیش ایک طلسم خیال کرتے ہیں۔

اس سوال میں اس وجہ سے بھی مزید پیچیدگی پیدا ہو جاتی ہے کہ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے بنکوں نے بطور خود بھی ہنڈیاں سکارنے کا کام اپنے ذمے کر لیا ہے اور ان کے اس کاروبار کی رفتار ابھی حال میں بہت تیز ہو گئی ہے، گر چونکہ بنک نہایت دانائی اور ہوشیاری سے اس قسم کا کاروبار کرتے ہیں اس لیے پیچیدگی صرف سطحی رہ جاتی ہے حقیقی نہیں ہوتی۔ چک بھنانے والے بنکوں کی عمدہ رائے اور پسندیدگی پر سکار گھروں کا جو انحصار سکاری ہوئی ہنڈیوں کے بارے میں ہے اس میں اس واقعے کی بنا پر ترمیم اور اعتدال پیدا ہو جاتا ہے کہ سکار گھر ہنڈی دلال کی وساطت سے انجام کار بنک آف انگلینڈ تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔ بنک آف انگلینڈ صرف دو برطانوی نام چاہتا ہے جن میں سے ایک نام اس ہنڈی پر جس پر وہ بٹہ کاٹنا چاہتا ہو ہنڈی سکارنے والے کا ہونا ضروری ہے۔ لہذا اگر ہنڈی کسی برطانوی کمپنی کی سکاری ہوئی ہو اور اس پر لندن کے ہنڈی دلال کی تحریر ظہری ثبت ہو تو ان سے بنک آف انگلینڈ کے مطلوبہ شرائط کی تکمیل ہو جاتی ہے۔

لہ:- Inflation یا فرط اجرا

154 چنانچہ اس سے بیشتر جب کبھی بنکوں نے ہنڈیوں کی کثرت سے گھبرا کر یا کسی معقول سبب کا اظہار کئے بغیر سکار گھروں کی جاری کردہ ہنڈیوں پر بٹہ کاٹنے سے پہلوتہی یا انکار کیا تو بنک آف انگلینڈ نے ان سکار گھروں کی مدد کو اپنا ہاتھ بڑھایا ہے اور اکثر صورتوں میں بنک کی ایسی بروقت مداخلت موثر اور مفید ثابت ہوئی ہے۔

بایں ہمہ سکار گھر کے حق میں اس کی جاری کردہ ہنڈیوں کے متعلق بنکوں کی رائے نہایت اہمیت رکھتی ہے اور بنکوں کی یہ دوسری حیثیت نہایت عجیب و غریب ہے کہ وہ ایک جانب تو سکاری ہوئی ہنڈیوں کی مقدار کی نگرانی کرتے ہیں اور دوسری جانب خود بھی روز افزوں کثیر المقدار ہنڈیوں کو سکارتے ہیں۔ یہ اغلب ہے کہ اہل معاملہ کو اپنی جانب متوجہ کرنے اور کاروبار کو ترقی دینے کی غرض سے بنک بعض اوقات بہت زیادہ ارزاں نرخ پر ہنڈیاں سکارتے ہیں اور یہ قدرتی امر ہے کہ ان کے روز افزوں بڑھتے اور پھیلنے والی مداخلت کو سکار گھر نظر ناپسندیدگی سے دیکھیں۔ یہ بھی یاد رکھنا بنکوں کے لئے بہت ضروری ہے کہ اگر ان کی طرف سے کاروبار میں ذرا سی بھی بدعنوانی یا غفلت ہو اور سکارنے کی غرض سے ہنڈیوں کے انتخاب میں ذرا سی بھی بے احتیاطی ہو تو اس کے مضر اثرات دور دور تک پھیلیں گے، ان کی بدعنوانیوں کا انکشاف ہونے پر شہر میں ہر طرف سے اعتراضات کی بوچھار ہونے لگے گی اس لیے کہ ان بنکوں کے کھاتہ داروں اور دوسرے اہل معاملہ میں سخت غلط فہمیاں پھیل جانے کا امکان ہے۔ اور یہ کہ چونکہ سکار گھر اپنی بقا کے لیے غیر تربیت یافتہ عوام کے اعتماد پر انحصار نہیں کرتا اس لیے جو شے سکار گھر کے لیے محض خلاف مصلحت و خلاف عقل ہوگی وہ بنک کے لیے جو اپنی بقا کے لیے ناواقف عوام کے اعتماد پر منحصر ہوتا ہے سخت خطرناک اور تباہ کن ثابت ہو سکتی ہے۔

لیکن اسی کے ساتھ اگر بنک پوری احتیاط کے ساتھ سکارنے کا کاروبار انجام دیں تو ان کا یہ کام دنیا کی وسیع تجارت کے روز افزوں ضروریات کو 155 بظاہر بالکل ٹھیک طریقے پر پورا کرتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ قدیم سکار گھروں

کے لیے اس کام میں شریک ہونا بہت دشوار ہے۔ گو چند سال قبل جب یہ کتاب لکھی گئی تھی تو ایسا کرنے میں کامیابی ہوئی تھی۔ لیکن جو جماعت اس قسم کا کاروبار شروع کرنا چاہتی ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ اصل اور اعتبار پر اس کو دسترس حاصل ہو۔ اور اصل و اعتبار ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں بہت شاذ ہی نظر آتا ہے جو ان کو نئے پرخطر کاروبار میں لگانے کے لیے تیار ہوتے ہیں۔ اس قسم کے کاروبار کے گُروں کو سیکھنے کے لیے بہت کچھ صبر اور بیش خرچ تجربے کی ضرورت ہے۔ پرانے سکار گھر جس حد تک ہنڈی سکارنے کا کام کر سکتے ہیں اس پر ایک قدرتی حد عائد ہوتی ہے۔ یعنی یہ کہ صرف ایک جماعت (فرم) کاروبار اور وہ بھی اعتباری کاروبار کسی بڑی حد تک نہیں کر سکتی۔ اس لحاظ سے بنک بہ اعتبار اپنی حیثیت اور شہرت کے اس کمی کو پورا کرنے کے لیے خاص طور پر موزوں ہیں۔

ہندوستان اور نوآبادیات کے بنک ہنڈی سکارنے میں جو حصہ لیتے ہیں وہ بھی نہایت اہم ہے۔ لندن ان ممالک سے جن سے ان کا تعلق ہے جو تجارت کرتا ہے یہ بنک اس کے لئے زر نقد کی سربراہی کرتے اور تجارتی ہنڈیوں کا کاروبار کرتے ہیں۔ ہندوستان کے بنک نہایت نیک نام ہیں، وہ جن ہنڈیوں کو سکارتے ہیں بازار میں ان کی اچھی قیمت اٹھتی ہے اور یہ انھی کے کاروبار کی عمدگی کا نتیجہ ہے کہ ان کی سکاری ہوئی ہنڈیوں کی قیمت بٹے کے بازار کے نرخنامہ میں خاص اثر رکھتی ہے۔

سب سے آخر میں ان بنکوں کے علاوہ دوسرے عاملین بھی ہنڈی سکارنے کا کام کرتے ہیں۔ ان میں براعظم کے بڑے بڑے بنکوں کی شاخوں اور ایجنسیوں کو خاص اہمیت حاصل ہے جو لندن میں قائم ہیں۔ یہ ایجنسیاں ہنڈیوں کے خریداروں اور فروشندوں کی حیثیت سے زمانۂ ماقبل جنگ میں بہت ہی اہم کام انجام دے رہی تھیں۔ جنگ کی وجہ سے جب سے جرمنی کے بنکوں کی ایجنسیاں لندن میں بند ہوئیں ممالک غیر کے بنکوں کی ایجنسیوں کے نام بہت کم ہنڈیاں لکھی جاتی ہیں لیکن اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ ممالک خارجہ کے حساب میں لندن میں جو قرضے حاصل کئے جاتے تھے اور اس طرح جرمن بنک کے لندن کی ایجنسی کے نام جو ہنڈی لکھی جاتی تھی وہ طریقہ موقوف ہو گیا اور اس کے بجائے اب قرضے لندن کے بنک

یا سکار گھر کے نام ہنڈیاں لکھ کر حاصل کئے جاتے ہیں۔ اور اس طرح بیرونی ممالک کے قرض گیروں کے لیے جو اعتبار رہیا کیا جاتا ہے اس کی مقدار غالباً پہلے سے بہت زیادہ ہے۔

ممالک غیر کے کوٹھی کا کاروبار کرنے والے انگلستان کے اعتباری نظام کے فوائد کو فوراً تاڑ گئے چنانچہ انھوں نے اپنے متعلقہ بنکوں کی تجارت کو فروغ و ترقی دینے اور خود نفع حاصل کرنے کی غرض سے اس نظام سے اپنے موافق کام لیا اور اس کی سہولتوں سے فائدہ اٹھایا۔ عام طور سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ جرمنی کی تجارت کو بیشتر فروغ اس وجہ سے حاصل ہوا کہ جرمنی اپنے گاہکوں کی ضروریات اور مانگ کے لحاظ سے اشیا تیار کرنے میں خاص طور پر پیش پیش رہا، لیکن اگر جرمنی کو اپنی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے لندن سے بآسانی ارزاں قرضے نہ ملتے تو اس کی تجارت کو جو عام ترقی و وسعت حاصل ہوئی وہ ہرگز حاصل نہ ہو سکتی، لندن سے اس طرح بہ سہولت قرضے حاصل کرکے جرمنی کے تاجروں نے انگلستان کے مقابلے میں اپنے بدیسی گاہکوں کے ساتھ طرح طرح کی رعائتیں کیں یعنی ان کو اشیا ادھار فروخت کرتے تھے اور طویل المدت قرضے دیا کرتے تھے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگریز صناع اور تاجران کا مقابلہ نہ کر سکے اور جرمن ان کے مقابلے میں ہر جگہ بازی جیت گئے۔

جرمنی کے تاجر اپنے گاہکوں کے ساتھ جس طرح کی انتہائی رعایت کرکے اپنے کاروبار کو بڑھاتے تھے، ان کو جس طرح قرض پر اشیا دیا کرتے تھے اور اس طرح جن بے اعتدالیوں کے مرتکب ہوئے ان کے اثرات دونوں کے لیے مضر و تباہ کن ثابت ہوئے۔ اس کی ایک سبق آموز مثال جرمنی کے تاجروں کی وہ مشکلات ہیں جو ان کو جاپان سے تجارت کرنے میں پیش آئیں۔ رسالہ ایکانومسٹ (Economist) کے ایک نامہ نگار متعینہ ٹوکیو کا ایک مراسلہ مورخہ ۱۹ مئی جو ۳ مئی ۱۹۰۸ء کو اس رسالہ میں شائع ہوا اس میں جاپان کی اسی زمانے کی تجارتی کساد بازاری، کوٹھی کے کاروبار کی خراب حالت اور غیر جاپانی بیرونی تاجروں پر ان کے مضر اثرات پر روشنی ڈالی گئی تھی، اور حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا گیا تھا:-

ممالک خارجہ کے تاجروں میں اس وقت تک سب سے زیادہ جرمنی کے

157

تاجر متاثر ہوئے ہیں اور اس کی وجہ بہت آسانی سے معلوم ہو سکتی ہے۔ بہت عرصہ پہلے جاپان زیادہ تر نقد لین دین کے اصول پر اشیا کی درآمد کرتا تھا چنانچہ اس زمانے میں یہ دستور تھا کہ جاپانی تاجر سامان کی فرمائش کرتے تھے اور اس سامان کی پوری نقد قیمت بنک میں جمع کر دیتے تھے اور جب ان کے پاس سب سامان پہنچ جاتا تو وہ پوری قیمت اسی وقت ادا کر کے سامان وصول کر لیتے تھے۔ مگر جرمنی کے تاجروں نے بتدریج اس طریقے کو رواج دیا کہ قرضے پر یا ادھار سودا فروخت کرنے لگے یعنی ملکی تاجروں کو سامان تو فراہم کر دیتے تھے مگر قیمت فوراً وصول نہیں کرتے تھے، جب تک جاپانی خریداروں کے مال گودام میں سامان نہ پہنچ جائے اس وقت تک ادائے قیمت کا مطالبہ نہیں کیا جاتا تھا۔ انھوں نے یہ رعایت جاپانی تاجروں کی اس معقول استدعا کی بنا پر ملحوظ رکھی تھی کہ جب مال ان کے قبضہ و تصرف میں آ جائے گا اس وقت وہ اپنے ملک کے بنکوں سے قرضہ حاصل کر سکتے اور اپنے ذمے کی واجب الادا رقم ادا کر سکتے ہیں۔ لیکن جرمنی نے اپنی طرف سے اس میں مزید رعایت کی اور ادائی کی مدت بتدریج بڑھا کر یہ اقساط قرضہ ادا کرنے کی سہولت پیدا کر دی۔ نتیجہ یہ کہ حالات اس نوبت پر آ گئے کہ جاپانی تاجر تین ماہ سے چھ ماہ تک کی مدت کا پرایسری نوٹ لکھ کر مال وصول کرنے لگے، اگرچہ انگریز تاجروں نے حتی الامکان اس قسم کے طرز عمل سے احتراز کی کوشش کی مگر مقابلے کی ضد نے ان کو بھی جرمنی کے قدم بقدم چلنے پر ایک حد تک مجبور کر دیا؛ بایں ہمہ انگریزوں نے یہ ضرور محسوس کیا کہ جاپان میں اس قسم کا کاروبار کبھی پنپ نہیں سکتا اور اس احساس کی بنا پر انھوں نے اپنے پیر اس قدر نہیں پھیلائے جس قدر کہ ان کے رقیب جرمنی تاجروں نے پھیلائے تھے۔ ملک کے حالات نے جب تک جرمنی کی مساعدت کی اس وقت تک ان کا اس قسم کا کاروبار اطمینان بخش طریقے پر اور عمدگی کے ساتھ چلتا رہا، چنانچہ جب روسی جنگ کے بعد عارضی طور پر تجارت کا بازار گرم ہوا اور اشیا کی مانگ بڑھ گئی تو جرمنی ہی نے اس مانگ کو مستعدی کے ساتھ تنہا پورا کیا، اور خوب خوب منافع کمائے اور انگریز تاجران پر اس لیئے

سبقت نہ لیجا سکے کہ وہ پرانی لکیر کے فقیر بنے رہے اور جرمنی کے مقابلہ میں ادھار کاروبار بہت کم کرتے تھے، مگر جوں ہی زر کی قلت شروع ہوئی اور تجارت سرد پڑی جرمنی کے تاجروں کے لیے مشکلات رونما ہونے لگے اور ان کو بڑا بھاری نقصان اٹھانا پڑا، بلکہ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ تجارتی سرگرمی اور اعتباری نظام کی توسیع کے اثناء میں دو سال کے اندر انھوں نے جتنا نفع کما لیا تھا اس سے بدرجہا زیادہ نقصان گزشتہ چھ ماہ کی مدت میں ان کو برداشت کرنا پڑا۔ اس طرح یہ بات دوبارہ ثابت ہوتی ہے کہ بے احتیاطی اور ناعاقبت اندیشی کے ساتھ کاروبار کرنے سے اگرچہ عارضی طور پر کچھ فائدہ حاصل ہو جاتا ہے مگر انجام کار سخت مضرت رساں نتائج پیدا ہوتے ہیں۔"

158

یہ سبق آموز مراسلہ اس امر کا ثبوت ہے کہ جاپان کے علاوہ دوسرے ملکوں میں بھی حالات کا یہی رنگ ہے، چنانچہ ایک مثال مراکش کی ہے جہاں اسی ادھار طریقے کے کاروبار کا تخم بہت وسیع پیمانے پر بویا گیا۔ اہل جرمن سے کوئی اس بات پر جھگڑا نہیں کر سکتا کہ انھوں نے اپنی تجارت کو توسیع دینے میں اعتبار کو بطور آلہ کیوں استعمال کیا گو ان کے اعتباری سہولتوں کو حد سے زیادہ وسیع کرنے کی وجہ سے جو نتائج رونما ہوئے وہ خود ان کے علاوہ دوسروں پر بھی پڑے۔ رہا یہ امر کہ اہل جرمنی نے لندن کے زر کے بازار کی سہولتوں سے ہوشیاری اور چالاکی کے ساتھ پورا پورا فائدہ اٹھا کر اور لندن سے قرضے حاصل کر کے ایسے ممالک سے تجارت کی اور ان کو ادھار اشیا فروخت کر کے اپنی تجارت کو فروغ دیا جو ادھار کاروبار کو نعمت غیر مترقبہ سمجھتے تھے اور پھر وہاں انگریز تاجروں کو مسابقت کے میدان سے پسپا کرنے کی کوشش کی، تو اس بارے میں بھی اہل جرمنی پر کوئی الزام عائد نہیں ہو سکتا ہے۔ لیکن جب وہ بے اعتدالی کر کے افراط میں جا پڑے تو قرض دہندوں اور قرض گیروں دونوں کے لیے یہ کاروبار مضرت رساں ثابت ہوا۔

جرمنوں نے اس کاروبار کو جس حد تک انجام دیا، اغلب یہ ہے کہ اس میں بہت کچھ مبالغہ کیا گیا ہو، اس لیے کہ اس قسم کی مثالوں میں اعداد و شمار لازمی طور سے دستیاب نہیں ہوتے اور ہمارے سامنے جو مثال ہے اس میں کسی قسم کے اعداد و شمار

نہیں پیش کئے گئے ہیں جن سے بیان کی تصدیق ہوتی، تاہم یہ امر دلچسپی سے خالی نہیں ہے کہ جب فریڈرک[1] اعظم کے زمانے میں پروشیا کشمکش کے نازک دور سے گزر رہا تھا تو اس وقت انگلستان ہی کی دستگیری اور اعانت سے جرمنی کی فوجی اور سیاسی عظمت کی بنیادیں مستحکم ہوئی تھیں اور اب پھر انگلستان ہی نے لندن کے بٹّے کے بازار کی جملہ سہولتیں ارزاں نرخ پر فراہم کرکے جرمنی کی تجارت کی مدد کی۔

159

ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارے جرمن دوست ضرور ہمارے ممنون احسان ہوں گے۔ رہا ہمارا یہ خیال کہ ہم نے ان کی مدد کرکے اپنے آپ کو نقصان عظیم پہنچایا ہے تو یہ غلطی پر مبنی ہے اور اس کو دل میں جگہ نہ دینی چاہئے۔ تمام بنی نوع انسان کا معاشی مفاد اسی میں مضمر ہے کہ صنعت و پیدائش کو ترقی ہو اور بنی نوع انسان کا معاشی مفاد ہی انگلستان جیسے عظیم الشان اور عالمگیر تجارتی ملک کا معاشی مفاد ہے۔ جس طرح جرمنی نے صنعت و پیدائش کو ترقی دینے کے خیال سے انگلستان کی اعانت حاصل کی اسی طرح معاشی حیثیت سے دنیا کا ہر تہذیب یافتہ ملک انگلستان کے قرضے کی سہولتوں سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔ تقریباً سب تہذیب یافتہ ممالک بشمول نوآبادیات اوّل اوّل انگلستان سے قرضے حاصل کرکے یا انگلستان کا اصل اپنے ہاں لگا کر اپنے مادی ذرائع کو ترقی و وسعت دیتے ہیں اور جب ان کی صنعت و تجارت ترقی کرلیتی ہے تو انگلستان کی پیداوار اور مصنوعات پر کسی رعایت و مروت کے بغیر محصول لگانا شروع کر دیتے ہیں۔ اس واقعے نے بعض سطحی مبصروں کو اس غلط فہمی میں مبتلا کر دیا ہے کہ گویا انگلستان دوسروں کو قرضے دے کر خود اپنی ہی تجارت کو مٹانے کی صورت پیدا کر رہا ہے۔ لیکن عملی حیثیت سے دیکھو تو ان کا یہ بیان خلاف واقعہ ہے، اس لئے کہ اول تو جو ممالک انگلستان سے قرضے لے کر اپنے ذرائع کو ترقی دیتے ہیں ان کا مقصد دراصل اپنی خارجی تجارت کو ترقی دینا اور انگلستان کے ہاتھ اپنے اشیا فروخت

---

[1] دیکھو کارلائل کتاب موسوم بہ "فریڈرک اعظم"

کرنا ہوتا ہے، مگر چونکہ ان ممالک میں ابھی اتنی قوت اور صلاحیت نہیں پیدا ہوئی ہے کہ وہ ایثار کر کے دوسروں کی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے ادھار سودا فروخت کر سکیں، اس لیے ان کی پیدائش کے شعبوں کی ترقی کے معنی یہ ہیں کہ انگلستان کے اشیا اور خدمات کی مانگ میں بھی روزافزوں اضافہ ہو، اور دوسرے یہ کہ انگلستان کو اپنے قرضے اور اصل پر کافی مقدار میں سود وصول ہوتا ہے اور آلۂ مبادلہ کو چلانے میں بیش قرار کاروباری منافع ملجاتا ہے جس سے قومی آمدنی میں اچھی خاصی توفیر ہوجاتی ہے۔

اگرچہ بظاہر ہم اصل بحث سے گریز کر رہے ہیں، لیکن دراصل یہ انحراف اصل بحث سے اس قدر غیر متعلق نہیں ہے جس قدر کہ وہ بظاہر معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے کہ انگلستان کے اہل حرفہ میں اس امر کا نہایت قوی احساس پیدا ہوگیا ہے کہ لندن کے زر کے بازار میں غیر ممالک کے قرض گیروں کو جو سہولتیں حاصل ہیں وہ انگلستان کی تجارت کے منافی ہیں۔ اس اعتراض اور شکایت کو اسں قدر سہولت کے ساتھ نظرانداز نہیں کیا جا سکتا جس سہولت کے ساتھ بنکوں کے نظام کے حامی اس کو بعض اوقات رد کرتے ہیں۔ بظاہر اس کا جواب یہ ہے کہ انگلستان اپنے اعتباری کاروبار سے منفعت حاصل کرتا ہے اور اس کو اس میں اس قدر منافع وصول ہوجاتا ہے کہ دوسرے اشیا و مصنوعات کی تجارت کے نقصان کی بھی تلافی ہوجاتی ہے۔ مگر یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ یہ استدلال اعتراض کا محض جزوی جواب ہے اور یہ کہ اگر حقیقت میں اشیا کی تجارت میں کوئی نقصان ہوتا تو انگلستان محض ایک ساہوکار اور صراف یا ہنڈی کا دلال بنا رہتا، اور تجارت وصنعت سے یک قلم ہاتھ اٹھا لیتا، بالفاظ دیگر انگریز قوم کی تمام تر توجہ بہی کھاتے کے حساب اور قرضوں کے کاروبار میں صرف ہوتی اور اشیا کی تیاری کی طرف کوئی بھی توجہ نہ کرتا، اس میں شک نہیں کہ اس قسم کا رجحان لازمی طور پر خرابی پر دلالت نہیں کرتا مگر اس سے اہم معاشی و معاشرتی نتائج پیدا ہو سکتے ہیں اور اگر ایسا رجحان عملاً رونما ہو تو ہرگز اس سے غفلت نہ برتنی چاہئے۔ ممالک غیر کے بنکوں نے یہ انتظام کر رکھا ہے کہ وہ لندن کے بازار سے قرضے

160

حاصل کرتے اور پھر انگلستان کے باہر صناعوں کو قرضے دیتے ہیں، یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس کی انگلستان کو بھی نہایت احترام کے ساتھ تقلید کرنی چاہئے، اور آیندہ اس قسم کی شکایت کا کوئی موقع باقی نہ رہنے دینا چاہئے جیسی کہ بعض اوقات سننے میں آتی ہے کہ لندن میں ممالک غیر کے باشندوں کو جس سہولت سے اور ارزاں نرخ پر قرضہ مل جاتا ہے اس سے خود انگریز محروم ہیں، بالفور کمیٹی نے انگلستان کے کوٹھی کے کاروبار کی کل میں جس چیز کی کمی کو محسوس کیا اور جس کی پابجائی کی ضرورت پر زور دیا ہے اس کی جانب پہلے اشارہ کیا جاچکا ہے[1]۔

ممالک غیر کے بنکوں کی ایجنسیاں ان اہم اداروں میں سے ہیں جن کے ہنڈی کو سکارنے پر ہنڈی جاری ہوتی اور اس قابل بنتی ہے کہ اس پر بٹہ کٹے یا وہ نقد کے معاوضے میں فروخت ہو۔ مگر ان کے بیان سے بین الاقوامی تجارت کے پیچیدہ سوالات کی بحث لامحالہ چھڑ گئی۔ ان ایجنسیوں کا وجود اس حیثیت سے کہ وہ بازار کی دوسری جانب انگلستان کی ہنڈیوں کی خریداری کرتی ہیں بٹے کی شرحوں پر اثر ڈالتا ہے۔ اور یہ دونوں کاروباران ایجنسیوں کو لندن کے طلا پر دسترس حاصل کرنے کا موقع دیتے ہیں، خواہ وہ خود انگلستان میں اپنی ہنڈیوں کو فروخت کرکے یہاں امانتیں قائم کریں یا انگریزی ہنڈیوں کی خرید و فروخت کے سلسلے میں جو امانت واجب الوصول ہو اس کو بعد میں چل کر وصول کریں۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ ایجنسیاں صرف طلا پر دسترس حاصل کرنے کی غرض ہی سے انگریزی ہنڈیاں رکھتی ہیں۔ براعظم کے بعض ادارے لندن کے نام کی ہنڈیاں خریدکر ان کا ایک پلندہ اپنے قلمدانوں میں ہمیشہ محفوظ رکھ چھوڑتے ہیں اور جیسے جیسے ان ہنڈیوں کی مدت ختم ہوتی جاتی ہے وہ ان کی پابجائی ہمیشہ دوسری ہنڈیوں سے کردیتے ہیں۔ یہ طریقہ جنگ عظیم کے بعد سے بہت عام اور وسیع ہوگیا ہے۔ غرض ان ہنڈیوں کو یہ ایجنسیاں یا تو اپنے جاری کردہ نوٹوں کی قانونی بنیاد کے طور پر رکھتی ہیں یا

161

[1] دیکھو صفحہ 125 (مندرجہ حاشیہ)

محض اس خیال سے کہ وہ عندالضرورت لندن سے طلا حاصل کرسکیں اور یہ بظاہر ایک ایسا واقعہ ہے جسے بنک آف انگلینڈ کے ڈائرکٹروں کو ہمیشہ ذہن نشین اور ملحوظ رکھنا پڑتا ہے اس لیے کہ انگلستان کا ذخیرۂ طلا اسی بنک کی حفاظت و تحویل میں رہتا ہے۔ اس کے علاوہ ممالک خارجہ کاروباری کوٹھیوں کی ہنڈیوں کے لین دین کا جو کاروبار کرتے ہیں اس کا مبادلات خارجہ پر بہت اہم اثر پڑتا ہے۔ اور اس لحاظ سے ہم کو اب اس وقت طلب بحث کی تشریح ضروری معلوم ہوتی ہے۔

I62

دسواں باب
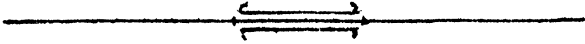
مُبادلاتِ خارجہ

(۱) مختلف مرکزوں میں زر کی اضافی قدر کے تغیرات کے باعث مبادلے کی شرحوں میں تغیرات ہوتے ہیں۔ (۲) زر کی اضافی قدر کے تغیرات کا باعث توازنِ تجارت (اپنے وسیع ترین معنوں میں) اور مروجہ شرح سود ہے (۳) لندن اور سڈنی کا مبادلہ۔ (۴) لندن اور پیرس کا مبادلہ (۵) مبادلاتِ خارجہ کی کل کے ذریعے سے بین الاقوامی قرضداری کی ادائی کی جاتی ہے (۶) یہ قرضداری کس طرح رونما ہوتی ہے۔ (۷) فاضل مطالبات کی ادائی ترسیل زر سے اور کوٹھی کی ہنڈیوں کی مدد سے کی جاتی ہے۔ (۸) تمسکات کی خرید و فروخت کا اثر مبادلات پر۔ (۹) قرضے۔ (۱۰) اٹلی کا اپنے قرضوں کو واپس خرید لینا۔ (۱۱) شرح بٹہ اور مبادلات۔ (۱۲) شرح بٹہ کو منظم کرنے کی ضرورت۔

مبادلاتِ خارجہ کا بیان خاصہ سہل ہے اور آسانی کے ساتھ سمجھ میں آسکتا ہے بشرطیکہ ہم ان پیچیدہ اصطلاحات کو جس طرح سے کہ ماہران فن عام طور پر بطیب خاطر مضمون کی تشریح میں استعمال کرتے ہیں حتی الامکان استعمال نہ کریں۔ جب ایک مقام کے زر کا دوسرے مقام کے زر سے مبادلہ کیا جائے تو اسی طریق کو مبادلہ خارجہ کہتے ہیں۔ ہم نے اس کی ایک سادہ مثال باب اوّل میں پیش کی تھی اور اس میں

بتایا تھا کہ پوسٹل آرڈر[1] ڈاک خانہ کا حکم نامہ کے ذریعے سے یہ مقصد پورا کیا جا سکتا ہے۔ اس مثال میں مبادلہ ڈاک خانہ کی کل کی موجودگی کے سبب سے بہت آسانی سے طے پاتا ہے اور ڈاک خانہ ایک مقررہ شرح وصول کر کے مبادلے کا کاروبار انجام دینے کے لیے تیار رہتا ہے۔

یوں تو تجارت بین الاقوام کی وجہ سے کثیر المقدار رقوم مختلف ممالک کو واجب الادا ہوتی ہیں لیکن ان رقوم کے مبادلات میں ہنڈی بہت ہی اہم کام انجام دیتی ہے۔ لیکن ضروری اور اہم نکتہ سمجھنے کے قابل یہ ہے کہ مبادلہ کی شرحوں میں جو تغیرات ہوتے رہتے ہیں ان کا سبب دو مختلف تجارتی مرکزوں کے سکوں کی اضافی قدر کے تغیرات ہیں۔ اگر لندن والوں کے ذمے پیرس کے کثیر مطالبات واجب الادا ہوں یا اہل لندن کثیر مقدار میں پیرس رقوم بھیجنا چاہتے ہوں تو انھیں فرانک حاصل کرنے کے لیے پونڈ کی زیادہ مقدار پیش کرنی پڑے گی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بحوالہ فرانک پونڈ کی قیمت گھٹ جائے گی اور پیرس کا مبادلہ "لندن کے مخالف" ہو جائے گا۔ اس تغیر یا لندن میں پیرس کو بھیجنے کے لیے زر کی طلب میں اضافے کے سب سے بدیہی اسباب یہ ہوں گے:۔ (۱) توازن تجارت اپنے وسیع ترین معنوں میں یعنی انگلستان اور فرانس کے درمیان اشیا اور تمام قسم کے خدمات کا مبادلہ اور (۲) لندن اور پیرس میں رائج الوقت شرح سود۔ اگر پیرس لندن کو نسبتہً زیادہ اشیا اور خدمات فروخت کرے تو لندن کے زیادہ اشخاص کو پیرس میں زر ادا کرنے کی ضرورت ہوگی اور اگر پیرس میں شرح سود ۳ فی صدی ہو اور لندن میں ۲ فی صدی تو اصلدار منافع کمانے کی خاطر لندن سے پیرس میں زر منتقل کرنے لگیں گے اور اس طرح لندن سے پیرس کو جو رقم واجب الادا ہے اس میں اور بھی زیادتی ہو جائے گی۔

چونکہ مبادلے کے کاروبار میں ہنڈیوں کا بہت ہی اہم حصہ ہوتا ہے، اس لیے یہاں ہنڈی کا مفہوم دوبارہ ذہن نشین کر لینا زیادہ مناسب ہوگا،

163

[1] (Postal order)

ہنڈی الف کا حکم ہے ب کے نام جس میں الف ہدایت کرتا ہے کہ ب مندرجہ رقم الف کو یا کسی تیسرے شخص کو ادا کر دے۔ یہ بھی معلوم کر لینا بے محل نہ ہوگا کہ تم اپنے بنک کے نام جو چیک لکھتے ہو اور اس میں اس کو ہدایت کرتے ہو کہ ۲ پونڈ میرے قصاب کے حوالہ کر دو تو یہ چیک بھی در اصل ایک ہنڈی ہے، مگر ہنڈی سے اس کے عام اور وسیع معنوں میں ایک ایسا حکم مراد ہے جو ایک شخص فاصلے پر رہنے والے دوسرے شخص کو میعادِ ادائی مقرر کر کے لکھے مثلاً نیو ساوتھ ویلس کا ایک دودھ والا لندن کے ایک تاجر کے ہاتھ مکھن فروخت کرتا ہے اور خریدار کے نام ایک ہنڈی میعادی ساٹھ یوم لکھتا ہے۔ جب ہنڈی سکاری جاتی ہے یعنی جب تاجر ہنڈی پر اپنے دستخط کر کے یہ اقرار کر لیتا ہے کہ مندرجہ رقم میرے ذمے واجب الادا ہے تو وہ ہنڈی ایک قابل بیع و شری تمسک کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور اس پر بٹہ کٹ سکتا اور نقد رقم مل سکتی ہے۔

164 دودھ والا اس ہنڈی کے ذریعے سے اپنے لندن کے کسی قرض خواہ کا مطالبہ بھی پورا کر سکتا ہے مثلاً اگر اتنی ہی رقم اس کی جانب سے چرم فروش کو واجب الادا ہو تو دودھ والا اس ہنڈی کو چرم فروش کے حوالہ کر سکتا ہے تاکہ وہ تاجر سے اپنی رقم وصول کر لے اور اس طرح ایک ہنڈی سے دو قرضے ادا ہو جاتے ہیں یعنی ایک تو چرم فروش کو دودھ والے کا قرضہ مل جاتا ہے اور دوم دودھ والے کا تاجر پر مطالبہ ادا ہو جاتا ہے یا اگر دودھ والے کی طرف سے کرۂ ارض کے کسی باشندے کو کوئی رقم واجب الادا ہو تو لندن کے تاجر کی ہنڈی ہمیشہ قابل قبول ہوگی۔ اگر دودھ والے نے امریکہ سے گھاس کاٹنے کی مشین خریدی ہو تو وہ اسی تاجر لندن کے نام ہنڈی کے ذریعے سے اسی عمدگی کے ساتھ مشین کی قیمت ادا کر سکتا ہے کیونکہ امریکا میں ایسے اکثر لوگ ہوں گے جنھیں لندن میں رقم بھجوانے کی ضرورت ہوگی، چنانچہ وہ مشین کے کارخانے والے کو کچھ ڈالر دے کر اس کی لندن کے تاجر کے نام تحریر کردہ ہنڈی خرید لیں گے اور اپنے ذمے کی رقم لندن روانہ کرنے کی بجائے لندن کو اپنے قرض خواہ کے پاس وہی ہنڈی واپس کر دیں گے تاکہ وہ شخص تاجر لندن سے رقم وصول کر لے۔ یہی وہ

پیچیدگیاں ہیں جن کی وجہ سے مبادلات خارجہ کو سمجھنے میں دقت واقع ہوتی ہے۔ لندن اور سڈنی کے مابین مبادلہ رقوم ہو تو دونوں مقامات میں مختلف سکوں کا کوئی سوال ہی نہیں ہوتا اس لیے کہ لندن اور سڈنی میں ایک ہی زر قانونی اور معیار ادائی مطالبات رائج ہے اور وہ پونڈ ہے۔ مگر جب لندن کے نام کا ڈرافٹ (پروانۂ ادائی) امریکا میں فروخت کیا جاتا ہے تو اس میں پونڈ اور ڈالر دو جداگانہ سکے ہوتے ہیں اور ان دونوں کی اضافی قدر معرض حساب میں آجاتی ہے اور ناواقف مبصر کو اس واقعے کی بنا پر پراگندگی ہوتی ہے کہ ان دونوں سکوں کی اضافی قیمتوں میں مسلسل تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں، جن کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مبادلے کی شرحوں کی جدول میں ہمیشہ تغیر ہوتا رہتا ہے اور جب یہ کہا جاتا ہے کہ مبادلے کا نرخ کسی ملک کے موافق یا ناموافق ہے تو یہ اس کو ایک معمہ سا معلوم ہوتا ہے، کیونکہ سکوں کی قدر ذاتی جس کی یہ شرح میں نمایندگی کرتی ہیں، غیر متبدل رہتی ہے۔

165

اگر ہم مختلف سکوں کے مبادلے کے سوال کی بحث کو بالفعل ترک کر کے لندن اور سڈنی کے درمیان ایک ہی قسم کے سکوں کے مبادلے کے مسئلے سے اپنا تعلق رکھیں، تو معاملات کی نوعیت بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے۔ ان دونوں شہروں میں ایک ہی قسم اور وزن کا سکہ رائج ہے اور یہ سکہ دونوں جگہ زر قانونی ہے، چنانچہ جب لندن سے کوئی شخص سڈنی کو ۲۰ پونڈ بھیجنا چاہتا ہو تو اس کو لندن میں کسی نوآبادیاتی بنک کو جو مرسل کے ہاتھ ڈرافٹ فروخت کرے گا ٹھیک ۲۰ پونڈ ہی ادا کرنے پڑیں گے اور اس کے علاوہ کچھ زائد رقم بھی ادا کرنی پڑے گی جو ترسیل زر کا خرچ اور بنک کا محنتانہ ہوگا۔

مگر عملاً ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ چونکہ اسٹریلیا انگلستان کا مقروض رہتا ہے، اور قرضے کے سود وغیرہ کی شکل میں انگلستان کو ہمیشہ رقم بھیجتا رہتا ہے اس لیے آسٹریلیا کا مبادلہ بالعموم انگلستان کے موافق رہتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ سڈنی سے لندن کو زیادہ نقد بھیجنا پڑتا ہے، اور لندن سے سڈنی کو اس سے کم بھیجنا پڑتا ہے۔ اس لیے کہ زر کا بہاؤ بالعموم سڈنی سے لندن کی جانب ہوتا ہے۔

166

پس اگر تم لندن میں کسی آسٹریلوی بینک کی شاخ میں جا کر ویسیٹ منسٹر بنک کے نام کا چک اس کو دے کر سڈنی کے نام کا ڈرافٹ خریدو تو گویا تم سڈنی کے زر کے مبادلے میں آسٹریلوی بنک کی شاخ کو لندن ہی میں زر ادا کر رہے ہو اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ مبادلہ بالعموم لندن کے موافق ہونے کے باعث لندن کا زر سڈنی کے زر کے مقابلے میں نسبتہً زیادہ قیمتی ہوگا۔

نتیجہ یہ کہ آسٹریلوی بنک کا لندن کا دفتر بجائے اس کے کہ تم سے تمھارا ۲۰ پونڈ کا لندن والا چک لے کر اس ۲۰ پونڈ کے معاوضے میں تمھیں ڈرافٹ لکھ دے اور محنتانہ وصول کرے اب اس ترسیل زر کی خدمت کو مفت انجام دیگا۔ اور کوئی زائد رقم بطور محنتانہ وصول نہ کرے گا۔

لیکن اگر اس کے برعکس کوئی شخص سڈنی میں لندن کے نام ڈرافٹ خریدے تو اس کو پورے ۲۰ پونڈ بغرض ترسیل ادا کرنے پڑیں گے اور اس رقم کے علاوہ کچھ بڑھوتری بھی دینی پڑے گی۔ اس لیے کہ مبادلہ لندن کے موافق ہے یعنی یہ کہ لندن کا پونڈ سڈنی کے پونڈ کے مقابلے میں بالعموم ایک پونڈ سے زائد قیمت رکھتا ہے۔

اس طرح یہ ایک ایسی مثال ہے جس میں دو ملک باہم مبادلہ کرتے ہیں اور دونوں میں ایک ہی سکہ رائج ہے اور ایک ہی سکے میں دونوں ملکوں کے ڈرافٹ ہل پذیر ہوتے ہیں۔ ایسی حالت میں مبادلہ کا قانون جس طرح پر عمل کرتا ہے اگر ہم اس کی نوعیت کو بخوبی سمجھ لیں تو مختلف سکوں والے مختلف ملکوں کے درمیان جس طرح مبادلہ ہوتا ہے اس کو سمجھنے میں کوئی پیچیدگی اور دقت محسوس نہ ہوگی۔

اس لیے کہ ہر جگہ عام قاعدہ وہی ایک ہے۔ مثلاً جب کبھی کسی وجہ سے ایک ملک الف کو دوسرے ملک ب میں زیادہ زر روانہ کرنا پڑے اور ب کو الف کے نام مقابلتہً کم مقدار میں زر بھیجنا پڑے تو ب کا زر الف کے زر کے مقابلے میں نسبتہً زیادہ قیمتی ہوگا اور مبادلہ ب کے موافق ہوگا۔

ہم لندن اور سڈنی کی مثال دوبارہ پیش کرتے ہیں۔ فرض کرو کہ تم

کسی بنک کے پاس جانے اور اس کی معرفت سڈنی کو زر روانہ کرنے کی بجائے ایک باقاعدہ بازار میں جاتے ہو جہاں آسٹریلیا کے متعدد بنکوں کے گماشتے اور مبادلے کا کاروبار کرنے والوں کے نمائندے جمع ہوں اور وہاں پہنچکر اپنے ویسٹ منسٹر کے نام کا چاک ان کے سامنے پیش کرکے ان سے سوال کرتے ہو کہ مندرجہ چاک رقم کے معاوضے میں سڈنی میں کتنی رقم دیں گے؟ اگر سڈنی سے لندن روانہ کرنے کے لیے زر کی مانگ زیادہ ہو تو وہ سب تمھارے چاک کو حاصل کرنے کے مشتاق ہوں گے کیونکہ چاک کو خرید لینے اور اس کے مبادلے میں اپنے سڈنی کے فاضلات کی بنیاد پر ڈرافٹ لکھدینے کی وجہ سے ان کی لندن کی امانت سڈنی کے فاضلات میں کچھ کمی کرکے بڑھ جائے گی۔ اور وہ آسٹریلیا سے سکہ یا فلز ارسال کرنے کے خطرہ اور مصارف سے بچ جائیں گے۔

چنانچہ چاک کو حاصل کرنے کے لیے ان سب میں باہم مقابلہ شروع ہوگا اور بالآخر وہ تم کو سڈنی میں ۲۰ پونڈ سے کچھ زائد رقم دینے پر تیار ہو جائیں گے لیکن اس زائد رقم کے ملنے کا مدار طلا اور فلز کی ترسیل کے مصارف پر ہوگا۔

167 اگر ہم سہولت کی غرض سے فرض کرلیں کہ مصارف ترسیل چھ پنس فی پونڈ ہوتے ہیں تو اس میں ان کا فائدہ ہے کہ اگر طلب کافی زیادہ ہے تو وہ تمھارے ۲۰ پونڈ کے چاک کے معاوضے میں تمھیں ۲۰ پونڈ ۱۰ شلنگ ادا کریں۔ لیکن اس سے زائد رقم ادا کرنے میں ان کو نقصان ہوگا مثلاً اگر تم ان سے ۲۰ پونڈ ۱۰ شلنگ ۱۰ پنس کا مطالبہ کرو تو وہ اس پر راضی نہ ہوں گے' بلکہ اس کی بجائے سڈنی سے طلا روانہ کرنے کو زیادہ ترجیح دیں گے، اس طرح اس مثال میں ۲۰ پونڈ ۱۰ شلنگ یا ایک پونڈ ۶ پنس فی پونڈ اس چیز کو ظاہر کرتے ہیں جسے نقطۂ طلا کہا جاتا ہے' اور اگر تمھارے لندن کے چاک سے فی الواقع اتنی رقم مل سکتی ہو تو لندن و سڈنی کا مبادلہ اس نقطۂ طلا تک لندن کے موافق کہا جائے گا اور اس نقطے سے تجاوز کی صورت میں یہ توقع ہو سکتی ہے کہ سڈنی سے لندن کو ترسیل زر یا طلا شروع ہو جائے۔

جب رقم کی مقدار زیادہ ہو اور فاصلۂ بعید پر رقوم روانہ کی جائیں تو وقت کا عنصر نہایت اہمیت حاصل کرلیتا ہے۔ اگر لندن اور سڈنی کے

درمیان مبادلہ مساوات پر ہو تو بھی آسٹریلیا کے بنک کا اس میں فائدہ ہوگا کہ وہ لندن کے ایک پونڈ کے معاوضے میں سڈنی میں ایک پونڈ سے زائد ادا کرے اس لئے کہ لندن میں اس کو پونڈ فوراً وصول ہو جائے گا۔ اور آسٹریلیا میں پانچ ہفتے کی 168 مدت گزرنے کے بعد اس کا ڈرافٹ پہنچے گا، تب کہیں رقم ملے گی۔ اس طرح تمہارا زر اس کو پانچ ہفتے قبل یہیں لندن میں استعمال کے لئے مل جائے گا، اور خصوصاً ایسے زمانہ میں جب کہ شرح سود اعلیٰ ہو یہ امر نہایت اہمیت رکھتا ہے۔

ہم نے اوپر جو مثال دی کہ لندن اور سڈنی کے درمیان مبادلہ ہوتا ہے اور لندن کے موافق ہوتا ہے، اس میں ہم نے فرض کیا تھا کہ لندن کے ایک پونڈ یا اس کے ہمقدر اعتبار کے عوض سڈنی میں ۱ پونڈ ۶ پنس مل سکتے ہیں۔ اگر اس کے برعکس قرضداری کا توازن سڈنی کے موافق ہو اور سڈنی کے نام کے رقعے خریدنے کی زیادہ مانگ ہو تو سڈنی کے پونڈ کے مقابلے میں لندن کے پونڈ کی قیمت میں کمی ہو جائے گی اور لندن کے ایک پونڈ سے سڈنی میں محض ۱۹ شلنگ ۶ پنس وصول ہوں گے۔ مگر یہ تخفیف صرف اسی مقام پر جا کر رکے گی جہاں کہ سڈنی کا قرضہ ادا کرنے والوں کا اس میں فائدہ ہو کہ وہ بطریق مبادلہ تادیہ کرنے کے بجائے نقد طلا بذریعۂ پارسل سڈنی روانہ کریں یعنی اگر کسی شخص کو لندن کے پونڈ کے مبادلے میں سڈنی میں صرف ۱۹ شلنگ دئے جائیں تو وہ بظاہر مبادلہ کا کاروبار کرنے والوں کا توسط ترک کر کے سونے کو بذریعۂ جہاز براہ راست اپنے قرض خواہ کے نام آسٹریلیا روانہ کر دے گا۔

اس بحث کو دوسرے طریقے پر سہولتِ تفہیم کی خاطر یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ سڈنی سے لندن کو جو لوگ جتنا زر بھیجنا چاہتے ہوں اس کی مقدار اگر لندن سے سڈنی کو روانہ کئے جانے والے زر کی مقدار سے زائد ہو تو اہل لندن فائدے میں رہیں گے اور ارزاں نرخ پر ہنڈیاں خرید سکیں گے، لیکن یہ کہ لندن کے 169 پونڈ یا ہمقدر چک کے مبادلے میں سڈنی میں جو رقم مل سکتی ہے وہ ٹھیک ایک پونڈ اور کچھ زائد رقم ہے جو محض ایک مرکز سے دوسرے مرکز کو زر روانہ کرنے کے

مصارف ہوں گے، متجاوز نہ ہوگی۔ جب اس مقام پر مبادلہ پہنچ جاتا ہے تو اس کو مقام طلا یا نقطۂ طلا کہتے ہیں۔ جس چیز کو دو ملکوں کے مابین ٹکسالی مساوات کہا جاتا ہے وہ اس صورت میں پونڈ ہوگا۔ اور اگر ترسیل اور بیمے وغیرہ کے اخراجات ۶ پنس فی پونڈ ہوں، جیسا کہ ہم نے سہولت تفہیم کی غرض سے فرض کیا تھا، تو مبادلے کی شرح کا بیرونی تغیر اشلنگ ہوگا۔ اس لیے کہ اگر لندن کے ایک پونڈ کو خریدنے کے لیے سڈنی کو ۲۰ شلنگ ۶ پنس سے زائد قیمت ادا کرنی پڑے تو سڈنی بجائے اس کے کہ ڈرافٹ خریدے براہ راست لندن طلا روانہ کردے گا اور اسی طرح اگر لندن کے ایک پونڈ کی قیمت سڈنی میں ۱۹ شلنگ ۶ پنس ملے تو سڈنی لندن سے طلا کی درآمد کرے گا۔

اب اس تشریح کے بعد دو مختلف سکوں والے ملکوں کے درمیان قرضداری کے تصفیے کے طریقے پر غور کرنا مناسب ہوگا۔

فرانس میں فرانک رائج ہے، چنانچہ جب ایک فرانسیسی فرانس سے لندن زر بھیجنا چاہتا ہے تو اس کو اپنے فرانک پونڈ سے بدلنے پڑتے ہیں اور اس کے برعکس ایک انگریز کو جو انگلستان سے فرانس زر بھیجنا چاہتا ہے اپنے پونڈ کے مبادلے میں فرانک حاصل کرنے پڑتے ہیں۔

"جون ۱۹۲۸ء میں نئے فرانک کی قدر ریم پائن کیرے کے دور حکومت میں ½ ۶۵ ملی گرام مسکوک طلا کے وزن کے حساب سے جس میں ۹۰۰ حصے خالص سونا ہوتا تھا مقرر کی گئی جس کی بنا پر فرانک اسٹرلنگ کے ساتھ بشرح ۱۲۴ء۲۱ مساوات پر رہتا ہے[۱]"

170

ایک مرکز سے دوسرے مرکز کو طلا بھیجنے کے مصارف، مروجہ شرح سود (اس لیے کہ اثناء راہ میں زر کو کوئی سود نہیں ملتا) اخراجات نقل وحمل کے تغیرات اور پارسل کے مصارف وغیرہ کے مطابق وقتاً فوقتاً بدلتے رہتے ہیں لیکن اس وقت[۲]

---

[۱] دیکھو رسالہ اکنامسٹ مورخہ ۳۰ جون ۱۹۲۸ء صفحہ ۱۳۲۵۔

[۲] یعنی نومبر ۱۹۲۹ء کو۔

اگر لندن سے پیرس طلا روانہ کیا جائے تو پونڈ اثنائے راہ میں تقریباً ۱۲۲ فرانک ۵ ۸ سنٹ کی قیمت کے ہو جائیں گے۔ نتیجہ یہ کہ اگر پیرس کے نام کی ہنڈی اس سے زیادہ شرح پر خریدی جا سکے تو ایسا کرنے میں بہ نسبت سونا بھیجنے کے زیادہ فائدہ ہوگا۔

تمہارے ایسا کرنے یا نہ کرنے کا مدار ایک تو لندن کے مقابلے میں پیرس کے زر کی قدر پر ہوگا اور دوسرے لندن اور پیرس کے مابین قرض داری پر ہوگا۔ اگر لندن کے مقابلے میں پیرس میں شرح سود اعلیٰ ہے تو زیادہ منافع حاصل کرنے کی غرض سے لندن سے پیرس کو زر کی برآمد ہوگی اور اگر پیرس نے انگلستان کو زیادہ قیمت کے اشیا، تمسکات اور خدمات فروخت کئے ہوں اور انگلستان نے نسبتہً کم قیمت کے اشیا، خدمات و تمسکات فرانس کو فروخت کئے ہوں تو پیرس کے رقمی مطالبات لندن پر نسبتہً زیادہ ہوں گے اور لندن کے مطالبات پیرس پر مقابلتہً کم ہوں گے نتیجہ یہ کہ لندن میں پیرس کے نام کی ہنڈیوں کو خریدنے کے لیے زیادہ مانگ ہوگی اور پیرس میں لندن کے نام کی ہنڈیوں کو خریدنے کی مانگ کم ہوگی اس لیے کہ لندن کے ذمے نسبتہً زیادہ رقوم واجب الادا ہیں۔ اس طرح نتیجہ یہ ہوگا کہ پیرس کے نام کی ہنڈی فروخت کرنے والا شخص فائدے میں رہے گا اور منافع کے ساتھ ہنڈی فروخت کرے گا یعنی مبادلہ اس کے موافق ہوگا یا بالفاظ دیگر پونڈ کے مقابلے میں اس کے فرانک نسبتہً زیادہ قیمتی ہوں گے اور پونڈ

171

کی قیمت بحوالہ فرانک کم ہوگی، اور اگر توازن قرض داری خاصہ وزنی ہو اور ان لوگوں میں جو پیرس کے نام کے ڈرافٹ خریدنا چاہتے ہوں یعنی پونڈ کا مبادلہ فرانک سے کرنا چاہتے ہوں مقابلہ خاصہ شدید ہو تو پونڈ کی قدر بحوالہ فرانک ۱۲۴ فرانک سے بھی کم ہو جائے گی اور اس طرح وہ لوگ جنھیں مطالبات کی ادائی کرنی ہے ڈرافٹ خریدنے کی بجائے سونا بذریعہ جہاز روانہ کرنے کے مسئلے پر غور کرنے لگیں گے۔ اس لیے کہ پیرس کا مبادلہ گھٹ کر مقام طلا کی جانب رجوع ہو گیا ہے اس کے برعکس اگر توازن تجارت لندن کے موافق ہو اور لندن پیرس کو اس سے زیادہ قیمت کے تمسکات فروخت کر رہا ہو جتنی قیمت کے پیرس نے لندن کے ہاتھ فروخت کئے تو پیرس کے نام کی ہنڈیاں نسبتہً زیادہ کثیر ہوں گی

اور لندن کے نام کی ہنڈیاں مقابلۃً کم مقدار میں ہوں گی فرانس میں اشیار کی درآمد کرنے والے اپنے ذمے کے مطالبات ادا کرنے کے لیے لندن کے نام کے ڈرافٹ خریدنے کے لیے باہم سخت مقابلہ کریں گے۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ ان کو بغرض ادائی قرض پونڈ حاصل کرنے کے لیے اب زیادہ مقدار میں فرانک دینے پڑیں گے اور اس طرح فرانکوں کی اضافی قیمت میں تخفیف ہوجائے گی اور ان کے مقابلے کی وجہ سے مبادلے کی شرح دوسرے مقام طلا کی جانب چڑھ جائے گی اور اس کے لحاظ سے بذریعۂ جہاز طلا کی ترسیل عمل میں آنے لگے گی، لیکن یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ دو ملکوں کے زر کی اضافی قدر ایک مستقل اثر ہے جو مبادلے کے ان تغیرات کو جو اشیا اور خدمات کی قرض داری کے اثر کے باعث ہوتے ہیں گھٹا بڑھا سکتا ہے۔ اگر لندن نے پیرس کو زیادہ مقدار میں سامان فروخت کیا مگر پیرس میں زر کا نرخ بہت گراں ہے تو ایسی صورت میں پہلا موافق اثر دوسرے مخالف اثر سے زائل ہوجاتا ہے یعنی اشیا کی بکری کے سلسلے میں پیرس سے لندن کو زر کی آمد کا جو رجحان تھا اس میں پیرس کے اعلیٰ شرح سود کی وجہ سے رکاوٹ پیدا ہوجائے گی اور لندن اپنا زر پیرس ہی میں رکھے گا۔ اور جس وقت تک وہ ایسا کرتا رہے گا اس کی فروخت کا کوئی اثر مبادلے پر نہ پڑے گا۔

172

اب یہ واضح ہوگیا ہوگا کہ فرانس کا مبادلہ لندن کے مخالف اس وقت ہوتا ہے جب کہ شرح ادنیٰ ہوتی ہے، اور لندن کے موافق اس وقت ہوتا ہے جبکہ شرح اعلیٰ ہوتی ہے، اور یہ بالکل قدرتی اور ناگزیر امر ہے۔ خاص کر جب یہ ملحوظ رہے کہ مبادلے کا نرخ محض فرانک کی قدر کو بحوالۂ پونڈ ظاہر کرتا ہے۔ جب یہ قدر کم ہوتی ہے تو پونڈ کا حامل بحوالۂ فرانک کم قدر حاصل کرتا ہے اور اس طرح مبادلہ حقیقی معنوں میں اس کے مخالف ہوتا ہے۔ جب کسی کو پونڈ کے مبادلے میں فرانک حاصل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تو جتنے زیادہ فرانک اس پونڈ کے معاوضے میں ملیں اتنا ہی پونڈ کے حامل کا فائدہ ہے۔ جب مبادلے کی شرحیں بحوالۂ انگریزی زر ظاہر کی جاتی ہیں تو حالت برعکس ہوتی ہے۔ مثلاً جمہوریۂ ارجن ٹائن کے ڈالر کا نرخ بحوالۂ پنس ظاہر کیا جاتا ہے۔

چنانچہ اگر اس ڈالر کی قیمت ½ ۸۴ پنس سے بڑھ کر ¾ ۸۴ پنس ہو جائے تو شرح کا یہ اضافہ انگلستان کے مخالف ہوگا کیونکہ اب اس شرح سے ڈالروں کے معاوضے میں زیادہ پنس ادا کرنے پڑیں گے اور جو شخص پونڈ دے کر ڈالر لینا چاہیے اس کو مقابلتاً کم ڈالر ملیں گے۔ یہ ان چھوٹی چھوٹی پیچیدگیوں میں سے ایک پیچیدگی ہے جو ناواقف و ناتجربہ کار اشخاص کے لیے مبادلات کے مسئلے کو سمجھنے میں مشکلات پیدا کرتی ہیں۔ لیکن اس کا حل اس امر کا لحاظ کرنے سے ہو سکتا ہے کہ مبادلہ کی شرحوں سے جس آخری واقعے کا اظہار ہوتا ہے وہ پونڈ اور بیرونی سکوں کی اضافی قدر ہے۔ جس وقت پونڈ دینے سے ممالک غیر کے سکے زیادہ مقدار میں خریدے جا سکیں تو اس حالت کو انگلستان کے موافق کہا جاتا ہے اور جب معاملہ اس کے برعکس ہو یعنی پونڈ کے مبادلے میں کم بیرونی سکے خریدے جائیں تو یہ حالت انگلستان کے مخالف سمجھی جاتی ہے۔

اس طرح اوپر کی بحث سے واضح ہو جاتا ہے کہ مبادلات خارجہ ایک کل ہے جس کے ذریعے سے دو یا زیادہ ملکوں کے مابین بین الاقوامی قرض داری کا تصفیہ ہوتا ہے اور یہ کہ مبادلے کی شرحیں مختلف ممالک کے سکوں کی قیمتیں ہیں جو آپس میں ایک دوسرے کے حوالے سے بیان کی جاتی ہیں۔ جب دو ملکوں کے مابین مطالبات کا توازن قائم نہیں رہتا تو اس فرق کو چکانے کی غرض سے بذریعۂ جہاز طلا روانہ کرنا پڑتا ہے۔ یا بصورت دیگر ثالثی کا طریق اختیار کیا جاتا ہے یعنی دیگر مراکز کے نام کی ہنڈیوں کا بیوپار ہوتا ہے۔ مثلاً اگر لندن کے ذمے پیرس کا مطالبہ بمقابلہ رقم واجب الوصول کے زائد ہو تو لندن پیرس کے مطالبات کی ادائی کا بندوبست یہ کر سکتا ہے کہ برلن یا کسی دوسرے مرکز پر لندن کا جو زائد مطالبہ نکلتا ہے اس کو پیرس کے حق میں منتقل کر دے۔ اس طرح قوموں کے درمیان مطالبات کی ادائی اور مبادلات کا عمل لندن کے بنکوں کے حساب گھر کے کاروبار کے نظام کے مشابہ ہے۔ حساب گھر میں بنکوں کے آپس میں ایک دوسرے پر جو مطالبات ہوتے ہیں ان کی نقد ادائی یا وصول یابی کی نوبت ہر وقت نہیں آتی بلکہ ان کے حسابات ایک دوسرے کے مقابلے میں وقتاً فوقتاً درج ہوتے رہتے اور حساب کتاب کے

173

ذریعے سے آپس کی رقمیں خود بخود زائل ہوتی جاتی ہیں اور اگر کسی بنک مثلاً مڈلینڈ کا مطالبہ دوسرے بنک ویسٹ منسٹر پر معمول سے زیادہ نکلے تو ویسٹ منسٹر اتنی رقم کا چیک بنک آف انگلینڈ کے نام لکھ کر مڈلینڈ کے حوالے کر دے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بنک آف انگلینڈ ویسٹ منسٹر کی نقد امانت میں سے اتنی ہی رقم منہا کر کے مڈلینڈ کے حق میں جمع کر دے گا۔ لیکن بین الاقوامی قرض داری کا جہاں تک تعلق ہے، وہاں تک زائد رقمیں طلا کی شکل میں بذریعہ جہاز روانہ کی جاتی ہیں۔ کم از کم نظری اعتبار سے صورت معاملات ایسی ہی ہوتی ہے اگرچہ عملاً بعض صورتوں میں یہ ہوتا تھا کہ براعظم کے اکثر کاروباری مرکز طلا کی برآمد پر مختلف طریقوں سے بندشیں قائم کرتے تھے جس کی وجہ سے آلہ مبادلہ کا عمل نظریے کے مطابق نہ ہوتا تھا یا کم از کم ملتوی رہتا تھا۔ معیار طلا چونکہ بہت حال میں بحال کیا گیا ہے اس لئے ہم سردست یقین کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتے کہ مستقبل میں طلا کو متوازن کرنے کا نظام کس طرح عمل کرے گا۔ بحالت موجودہ تو یہ نظام قدیم زمانے کے مقابلے میں بہت آزادی کے ساتھ عمل کر رہا ہے۔

اوپر ہم نے جس عام اصول کی تشریح کی اور ضرورت کے لحاظ سے مثالیں بھی دیں وہی تمام ملکوں کے درمیان مبادلے کی شرحوں کے تغیرات کی آخری بنیاد ہے۔ خواہ ان میں ایسے ملک شامل ہوں جن کے زر مختلف دھاتوں پر مبنی ہیں یا جن میں محض ایسا کاغذی زر رائج ہے جس کے چلانے کے لیے سوائے چھاپے خانے کے اور کسی بات کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے کہ ایسے ممالک میں جہاں زر چاندی کے سکوں یا غیر بدل پذیر زر کاغذی پر مبنی ہو کوئی "نقطۂ طلا" نہیں ہوتا۔ گو اس صورت میں بھی چاندی کی قیمت کے تغیرات یا نئے زر کاغذی کے اجرا کی وجہ سے مبادلے کے تغیرات میں پیچیدگی پیدا ہوتی ہے لیکن پھر بھی ایسے ممالک اور دیگر ممالک کے مابین اضافی قرض داری کا توازن بہت ہی اہم عنصر ہوتا ہے جو دوسرے دقت و پیچیدگی پیدا کرنے والے اثرات کے غائب ہونے کی صورت میں ہر وقت پوری طرح سے اپنا اثر ڈال سکتا ہے اس طرح چونکہ مبادلے کی شرحیں زیادہ تر مختلف ممالک کی باہمی قرضداری

174

پر مبنی ہوتی ہیں گو مختلف مرکزوں میں مروجہ شرح سود کا اثر بھی کسی طرح نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ لہذا ہمیں دیکھنا چاہیے کہ یہ باہمی قرض داری کس طرح رونما ہوتی ہے۔
اس کا سب سے بڑا سبب قدرتی پیداوار اور مصنوعات کا باہمی مبادلہ یعنی توازن تجارت ہے۔ چنانچہ انگلستان کے تجارتی محکمہ کی طرف سے اشیائے خام و مصنوعات کی درآمد و برآمد کے متعلق جو ماہانہ کیفیت شائع کی جاتی ہے اس میں ہم یہی دیکھتے ہیں۔ لیکن ان اندراجات میں ہمیشہ یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ انگلستان کے برآمد کردہ اشیا کی قیمت اشیائے درآمد کی قیمت کی نسبت کم ہوتی ہے، اور چونکہ انگلستان پوشیدہ طور پر جن اشیا و خدمات کی برآمد کرتا ہے ان کے متعلق کوئی کیفیت شائع نہیں کی جاتی اس لیے سطحی طور پر نظر ڈالنے والے صرف مطبوعہ اطلاعات کو پڑھ کر عجیب و غریب نتیجے اپنے ذہن میں قائم کر لیتے ہیں اور ایسی ناموافق حالت کو انگلستان اور اس کی تجارت کے لیے بے انتہا مخدوش خیال کرتے ہیں، چنانچہ نوآبادیات کا ایک مشہور وزیر بھی اس غلط فہمی سے نہ بچ سکا، وزیر موصوف نے ایک مرتبہ انگلستان میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ "انگلستان کی درآمد کی قیمت برآمد کی قیمت سے ہمیشہ اس قدر زائد رہتی ہے کہ اس کو سالانہ لکھوکھا پونڈ یعنی ایک بیش قرار رقم اپنی زائد درآمد کی قیمت ادا کرنے کے لیے غیروں کی نذر کرنی پڑتی ہے۔"

175

حقیقت یہ ہے کہ "ناموافق" توازن تجارت ایک مغالطہ آمیز اصطلاح ہے، جو دو ملکوں کے درمیان خالص تجارتی تعلقات کی حالت کو ظاہر کرنے کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ یہ ناموافق توازن تجارت یا تو صرف ایسے ممالک میں ظاہر ہوتا ہے جو معاشی حیثیت سے بہت ترقی یافتہ اور دوسرے ملکوں کو اعتبار اور خدمات کی بہم رسانی کرتے ہیں اور انھی خدمات و اعتبار کے معاوضے میں دوسرے ملک انھیں اپنے اشیار بھیجتے ہیں۔ یا ایسے ممالک میں رونما ہوتا ہے جو ترقی کے ابتدائی دور میں ہوتے، بیرونی ممالک سے قرضے لیتے اور ادائی کے وعدے پر اشیار اور ساز و سامان کی درآمد کرتے ہیں۔
ساتھ ہی جو اشخاص انگلستان کی ظاہری برآمد و درآمد کے عظیم فرق سے

خائف ہیں وہ اگر یہ خیال کریں کہ انگلستان کے حق میں یہ زیادہ بہتر ہوگا کہ وہ بنک کے کاروبار اور قرضوں کے لین دین میں توجہ صرف کرنے کی بجائے محض صنعت و تجارت کی طرف توجہ کرے اور مصنوعات کو ترقی دے تو ان کا یہ خیال اس حد تک حق بجانب ہے۔ انگلستان کی پوشیدہ برآمد کا بیشتر حصہ ان خدمات پر مشتمل ہوتا ہے جو یہاں کے لوگ بیرونی ملازمتوں اور کوٹھی کے کاروبار کے سلسلے میں انجام دیتے ہیں۔ اور انگلستان کی تجارتی حیثیت کے ان نقادوں کا رویہ جو ان چیزوں کو نظر انداز نہیں کرتے بلکہ ان کی بجائے اسے ترجیح دیتے ہیں کہ ملک کے صناعوں اور پیدا کنندوں کی جماعتیں اشیا تیار کریں' بالکل حق بجانب اور درست ہے۔ لیکن عام طور سے یہ دیکھا جاتا ہے کہ پوشیدہ برآمد کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے' جیسا کہ نوآبادیات کے ایک مشہور وزیر مسٹر سڈن نے اپنی محولۂ بالا تقریر کے دوران میں کیا تھا' اور اس سے تشویش انگیز نتائج اخذ کئے جاتے ہیں کہ گویا انگلستان محض اپنے اصل پر زندگی بسر کر رہا ہے ورنہ تجارتی نقطۂ نظر سے اس کی حالت نہایت قابل رحم اور مخدوش ہے وغیرہ وغیرہ

گو یہ قصہ بہت پرانا ہو چکا مگر اس موقع پر پوشیدہ برآمد کی بعض مدوں پر تفصیلی نظر ڈالنا اور یہ دیکھنا کہ انگلستان ظاہری برآمد و درآمد کے فرق زائد کو اس پوشیدہ برآمد کے طریق سے کس طرح ادا کرتا ہے' نامناسب نہ ہوگا۔ ۱۹۲۰ء میں انگلستان میں تجارتی اشیا اور فلزی کی درآمد کی برآمد پر زیادتی تقریباً ۳۵۹ ملین پونڈ تھی اس کے برخلاف انگلستان نے مندرجۂ ذیل پوشیدہ مدات کی برآمد کی :-

(۱) **بار برداری کے جہاز کے کرائے۔** اندازہ کیا گیا ہے کہ انگلستان کے جہازوں کا کرایہ ایک مقام سے دوسرے مقام کو سامان لانے اور لیجانے میں اقوام عالم سے بقدر ۱۲۰۰ ملین پونڈ وصول ہوا۔

(۲) **سودی روپیہ۔** بیرونی ممالک میں انگریزی اصل کے مشاغل سے جو سود وصول ہوا اس کا اندازہ محکمۂ تجارت نے ۲۸۵ ملین پونڈ کیا تھا اور رسالہ اکنامسٹ نے ۳۰۰ ملین پونڈ کیا تھا[1]

[1] دیکھو رسالۂ اکنامسٹ Economist ۲ مارچ ۱۹۲۹ء

(۳) بیمہ کی سہولتیں۔ انگلستان کی بیمہ کمپنیوں کا کاروبار تمام عالم میں بکثرت پھیلا ہوا ہے جس سے انگلستان کو منافع کی شکل میں معقول آمدنی وصول ہوتی رہتی ہے۔

(۴) بنکوں کی سہولتیں۔ امریکا والے بڑی تعداد میں براعظم یورپ کی سیر و سیاحت کے لیے ہر سال آتے رہتے ہیں اور لندن کے نام ڈرافٹ لکھ کر اپنے اخراجات سفر کو پورا کرتے ہیں، ان ڈرافٹوں کو سکار کر انگلستان کمیشن وصول کرتا ہے لیکن اس سے بھی زیادہ منافع انگلستان کو یوں وصول ہوتا ہے کہ انگلستان دیگر ممالک کی ہنڈیوں پر بٹہ کاٹتا ہے، ان ممالک کو ان کے تجارتی کاروبار کے لیے قرضے دیتا ہے، اپنے بازار کے حصص ان کے ہاتھ فروخت کرتا اور دوسری شکلوں میں قرضے دیتا ہے۔

(۵) سیر و تفریح، سوسائٹی میں رسوخ، قبالے اور نادر یا قدیم صناعی کے بیش بہا نمونے:
امریکا کے متمول باشندے انگلستان کی سیر و سیاحت میں بیش قرار رقمیں صرف کرتے ہیں، ان میں سے اکثر کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ یہاں کی اعلیٰ درجے کی سوسائٹی میں رسوخ حاصل کریں اور نام پیدا کریں، چنانچہ وہ اس ضمن میں بے دریغ روپیہ خرچ کر ڈالتے ہیں، گویا ان کا انگلستان میں آکر زر کثیر صرف کرنا انگلستان و امریکا کی باہمی قرضداری کے توازن پر وہی اثر ڈالتا ہے جو کہ انگلستان سے اشیا برآمد ہونے کی صورت میں پڑتا۔ اس کے علاوہ انگلستان کے بعض قدیم گھرانوں کے شرفا امریکا کی حسین اور دلکش لڑکیوں کو بیاہ لاتے ہیں، اور لڑکیوں کے ماں باپ کی طرف سے جو جہیز املاک وغیرہ کی شکل میں ملتا ہے اس سے انگلستان میں واجب الوصول کی مد میں بہت خاصہ اضافہ ہو جاتا ہے، دولتمند امریکا والوں میں کچھ مدت سے اعلیٰ درجے کی صناعی و کاریگری کے نمونوں کو خریدنے کا شوق بھی بڑھ رہا ہے اس سے بھی انگلستان کے توازن تجارت پہ موافق اثر پڑتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ امریکا کے تامینی محصولوں کی وجہ سے یہ قیمتی صناعی کے نمونے امریکا میں بہت کم تعداد میں پہنچ سکتے ہیں، اور اکثر انہیں چھوڑ دیے جاتے ہیں لیکن ان کے

خرید لئے جانے سے بین الاقوامی قرض داری پر جو اثر پڑتا ہے وہ ان کے انگلستان میں رکھے رہنے سے زائل نہیں ہوتا۔

(۶) **گھر بار کی محبت**:۔ انگریز اور آئرش قوم کے لوگ امریکا میں بود و باش اختیار کرتے ہیں اور ان میں سے اکثر اپنے وطن کو عزیز و اقارب کے پاس ان کی امداد و خدمت کے لئے رقوم روانہ کرتے ہیں اور ان سے سوائے محبت اور شکریے کے کسی صلے کے طلبگار نہیں ہوتے۔ جس کسی نے ایک کتاب موسوم بہ Some Experiences of an Irish R-M- پڑھی ہوا سکے ذہن میں میکارتھی کی تصویر موجود ہوگی۔ میکارتھی کاشتکار گھوڑے کا کاروبار کرتا تھا اس نے مسٹر برنارڈ شوٹ سے اپنی ایک گھوڑی کی قیمت ۵۰ پونڈ طلب کی اور کہا "مجھ جیسے غریب کاشتکار کے پاس اس شاندار گھوڑی کی موجودگی میری بساط سے بہت زیادہ ہے۔ اور اگر میرا خاندان کثیر اور مفلس نہ ہوتا تو میں اس سے دگنی قیمت پر بھی اس کو اپنے پاس سے الگ نہ کرتا" مسٹر فلری ناکس نے اس کثیر و مفلس خاندان سے مراد" اس کی تین اطاعت گزار لڑکیاں لی ہیں جو امریکا میں ہیں اور اس کے مکان کا کرایہ ادا کرتی ہیں"

ان کے علاوہ دوسری مدیں بھی بیان کی جا سکتی ہیں لیکن جو کچھ بیان کیا گیا یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ تجارتی محکمے کی سرکاری اطلاعات میں صرف ظاہری برآمد کی مدیں تحریر کی جاتی ہیں (خواہ وہ کسی مصلحت سے تحریر کی جاتی ہوں) ان کے علاوہ بھی انگلستان کئی طریقوں سے اشیا کی پوشیدہ طور پر برآمد کرتا ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہیے کہ ان مدات کا مطالبہ ہمیشہ صرف ایک ہی ملک پر ہوتا ہے۔ بیرونی ممالک کے جہاز بھی انگلستان کے سامان کی بار برداری کرتے ہیں بیرونی ممالک کی بیمہ کمپنیاں بھی انگلستان میں کاروبار کرتی ہیں، اور انگریز بھی بیرونی ممالک کی سیر و سیاحت میں زر کثیر صرف کرتے ہیں۔ لیکن اندازہ کیا گیا ہے (اور یہ سب معاملات ایک حد تک لازمی طور سے قیاسی شے ہیں) کہ ۱۹۲۸ء میں انگلستان کی مجموعی آمدنی ان پوشیدہ مدایت سے ۵۰۰ ملین پونڈ تھی۔ نتیجہ یہ کہ اس میں سے ظاہری درآمد کی زیادتی کی رقم یعنی ۳۹۶ ملین پونڈ ادا کرنے کے بعد بھی کچھ رقم ملک کو وصول ہوئی، جس سے انگلستان کے

178

بیرونی مشاغل اصل میں مزید اضافہ ہوا۔

مگر یہ نہ سمجھنا چاہئیے کہ دو ملکوں کے درمیان ظاہری اور پوشیدہ درآمد و برآمد سے بحیثیت مجموعی جو آخری توازن قائم ہوتا ہے وہ بالکل مساوی ہوتا ہے، یعنی یہ ضروری نہیں کہ ایک ملک کا جتنا مطالبہ دوسرے ملک پر ہو ٹھیک اتنا ہی مطالبہ دوسرے ملک کا اس پر ہو، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک سال میں اس توازن تجارت کے بارے میں اس کے وسیع ترین معنوں میں دو ملکوں میں سے ایک

179

ملک کا مطالبہ دوسرے پر بالعموم نسبتہً کم ہو اور پھر بھی اول الذکر ملک کی معاشی حالت محض اس بنا پر نہایت عمدہ اور صحیح رہے کہ کسی تیسرے ملک پر اس کا زائد مطالبہ نکلتا ہو۔ اس طرح وہ ان ہنڈیوں کو جو اس کے نام اس کے لین دار ملک نے تحریر کی ہوں یوں ادا کرسکتا ہے کہ خود جس دوسرے ملک کا لین دار ہے اس کے نام ہنڈیاں تحریر کردے۔ غرض ایک پیسہ ادھر سے ادھر کئے بغیر محض ایک دوسرے کے واجب الادا اور واجب الوصول رقوم کو ہنڈیوں کے ذریعے سے تیسرے کے نام منتقل کرکے تمام دنیا میں حسابات بے باق یا زائل کئے جا سکتے ہیں یا اگر ہنڈیوں کی رسد غیر مکتفی ہو تو ترسیل طلا کے ذریعے سے حساب چکایا جا سکتا ہے۔

مثلاً یہ حالت اس وقت رونما ہوتی ہے جب کہ بڑے بڑے زراعتی ملکوں میں فصل کٹتی ہو اور غلہ کی تجارت شروع ہو۔ ایسے زمانے میں زرعی ممالک عارضی طور سے صنعتی ممالک کو اپنا پابند بنائے ہوتے ہیں۔ اور انھیں طلا کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ اس کو بطور زر استعمال کریں یا زر کاغذی کی فلزی بنیاد کی حیثیت سے کام میں لائیں۔ چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ جب طلا کی منتقلی معمولی طریق پر عمل میں آتی تھی تو دِرَد کے موسم میں ریاستہائے متحدہ امریکا مصر اور ارجن ٹائن کو عام طور پر طلا کی ترسیل ہوا کرتی تھی۔

یہی وہ صورتیں ہیں جن میں جیسا کہ گزشتہ بابوں میں بیان کیا جا چکا ہے، فصل کی کٹائی اور غلے کے جہاز پر لدنے کی توقع میں قبل از قبل ہنڈیاں لکھنے کے طریق کا فائدہ ظاہر ہوا۔ اگر ایسا انتظام نہ کیا جاتا تو پیداوار برآمد کرنے والے ممالک کو فصل کی کٹائی کے زمانے میں ہی اپنی پیداوار کی نقد قیمت بصورت طلا وصول

کرنی پڑتی اور سال کے بقیہ حصے میں دوسرے ممالک سے خرید کردہ اشیاء و خدمات کی قیمت ادا کرنے کے لئے ان کو نقد طلا بھیجنا پڑتا۔ لیکن مبادلے اور جائز قسم کی کوٹھی کی ہنڈی کا کاروبار کرنے والے ایسے زمانے میں جبکہ کسی ملک سے کوئی شئے حقیقت میں برآمد نہیں ہوتی حقیقی اشیا کے واسطے کے بغیر محض تیار شدہ فصل کی بنیاد و توقع پر فرضی ہنڈیاں تحریر کرتے اور زر فراہم کر کے خود معقول منافع حاصل کرتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس ملک کو فصل کی کٹائی کے اسوا دیگر موسموں میں نسبتہً کم سونا برآمد کرنا پڑتا ہے اور جب اس کی فصل تیار ہوتی ہے تو کم مقدار سونے کی درآمد کرنی پڑتی ہے۔ مثلاً زراعتی ملک ماہ جولائی میں مصنوعات یا مشینوں کی درآمد کرتے ہیں اور ستمبر تک ان کی فصلیں تیار ہو کر اور جہاز پر لد کر باہر چلی جاتی ہیں، اگر کوٹھی کی ہنڈیوں کا طریق ایجاد نہ کیا جاتا تو بیچارے غریب کاشتکاروں کو جولائی میں قرض وام لے کر اشیائے درآمد کی قیمت نقد ادا کرنی پڑتی اور اس کے بعد ستمبر تک اپنی پیداوار کے فروخت ہونے اور قیمت وصول ہونے کا انتظار کرنا پڑتا، مگر کوٹھی کی ہنڈی نے کاشتکاروں کے لیے یہ سہولت بہم پہنچائی کہ فصل تیار ہونے سے بہت پہلے بنکوں کی معرفت ان کو رقم مل جاتی ہے یا ایسے نیم فرضی تمسکات دستیاب ہو جاتے ہیں جن کے ذریعے سے وہ ممالک غیر کے کارخانہ داروں کے مطالبات ادا کر دیتے ہیں اور اس طرح سونے کو ایک ملک سے دوسرے ملک میں بحری راستے طے کر کے منتقل کرنے کی زحمت بہت کم پیش آتی ہے گو اس کا کامل سدباب بھی نہیں ہوتا۔

یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے کہ پوشیدہ اشیا کی قیمت اور مقدار کا صحیح تخمینہ قائم کرنا بالکل ناممکن ہے لیکن جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے پوشیدہ اشیاء بین الاقوامی قرضداری کے توازن پر اور اس طرح مبادلات خارجہ پر بہت ہی اہم اثر ڈالتے ہیں۔ اس مسئلے میں پیچیدگی پیدا کرنے والے اثرات میں سے سب سے زیادہ گریزپا اثر مختلف ممالک کے درمیان تمسکات کی خرید و فروخت ہے۔ لیکن پہلے اس پر یہاں غور کرنا پڑے گا اس لئے کہ اس بحث میں جو سب سے بڑا مسئلہ ہے اس سے اس اثر کا بہت ہی گہرا تعلق ہے۔

اس امر سے کہ ایک ملک دوسرے ملک سے کس طرح قرضہ حاصل کرتا ہے

186

ہر شخص بخوبی واقف ہوتا ہے اور اس کے سمجھنے میں کوئی دقت نہیں ہے مثلاً برازیل پانچ فی صد کے تمسکات جاری کر کے لندن کے بازار میں تین ملین پونڈ قرضہ حاصل کرتا ہے تمسکات کے اجرا کے متعلق اشتہار شائع کئے جاتے ہیں، ان تمسکات کی خریداری کے لیے ہر شخص کو آزادی حاصل ہوتی ہے اور عوام ان کو خرید لیتے ہیں۔ اس حد تک معاملات بالکل صاف اور سب پر روشن ہوتے ہیں۔ برازیل نے انگلستان کو تین ملین پونڈ کے تمسکات یا ادائی کے تحریری وعدے روانہ کئے اور
181
اس کے معاوضے میں انگلستان نے برازیل کو یا تو تین ملین پونڈ نقد بصورت طلا بھیجدئے یا اتنا اعتبار دینے کا وعدہ کیا یا لندن کے نام چک جاری کرنے کا حق برازیل کو عطا کیا تاکہ اس کی بنا پر برازیل لندن میں نقد زر حاصل کرے یا محض چک لکھ کر خواہ اپنے دیگر قرضخواہوں کے مطالبات ادا کرے یا مطلوبہ اشیا اور سامان خریدے۔ اس معاملے کا فوری اثر یہ ہوگا کہ مبادلہ برازیل کے موافق ہوجائے گا گو یہ بات ہمیشہ ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ اس اثر کا ظاہری عمل دیگر اثرات کی بنا پر پوشیدہ رہیگا لیکن قرضے کے کھلے رہنے کے زمانے میں قرضے کی موجودگی کا اثر یہ ہوگا کہ مبادلہ لندن کے موافق ہوجائے گا اس لیے کہ ہر سہ ماہی یا ششماہی پر برازیل کو سود کی رقم اور ان مطالبات خطر وغیرہ کی ادائی کرنے کے لیے جو قرضے کو تمسکات کی خریداری یا بازگشت کے ذریعے سے بتدریج ادا کردینے کے لیے مقرر کئے گئے ہوں وقتاً فوقتاً ترسیل زر کرنے پر مجبور ہونا پڑے گا۔

اسی کا نتیجہ ہے کہ کوئی قرض گیر ملک یعنی ایسا ملک جو دوسرے ملکوں کے اصل داروں اور ساہوکاروں سے بہت سا قرضہ حاصل کرے کبھی نام نہاد ناموافق توازن تجارت رکھنے کا فخر حاصل نہیں کرسکتا اور قرض گیر ملک کے لئے عام طور سے یہ امر لابدی ہوتا ہے کہ اپنے ذمے کے مطالبات سود اور مطالبات خطر کی ادائی کرنے کی غرض سے بجز اس صورت کے جبکہ اس نے زائد قرضہ حاصل کیا ہو اشیا کی درآمد کے مقابلے میں بہت زیادہ مقدار برآمد کرتا ہے۔ اس لیے کہ قرضہ دہندگان اس کو سودی پرچے اور واپس شدہ تمسکات مسلسل بھیجتے رہتے ہیں اور ان پرچوں اور تمسکات کی ادائی اشیا کے ذریعے سے یا زائد قرضہ حاصل کر کے کرنی ضروری ہوتی ہے۔

دوسرے الفاظ میں وہ شئے جس کو عام طور سے موافق توازن تجارت کہا جاتا ہے اگر کسی ملک کے حق میں پائی جائے تو اس کو اس ملک کی معاشی دست نگری کی علامت خیال کیا جاسکتا ہے۔

182

جب کسی قرض گیر ملک کی حکومت کی بجائے اس کی کمپنیاں دوسرے ملک سے قرضہ حاصل کریں تو مبادلے پر اس کا بھی ویسا ہی اثر پڑتا ہے جیسا کہ حکومت کے قرضہ حاصل کرنے کی صورت میں ظاہر ہوا مثلاً جب "پنسل وانیا ریلوے کمپنی" نے لندن میں ۰۰۰، ۰۰۰، ۵ پونڈ کے تمسکات فروخت کئے تو اس معاملے کا فوری اثر یہ ہوا کہ مبادلہ تھوڑی مدت کے لیے ریاستہائے متحدہ امریکا کے موافق ہو گیا، لیکن تمسکات کے چالو رہنے کے زمانے میں سود کی ادائی کے سلسلے میں نیویارک پر لندن کا مطالبہ وقتاً فوقتاً نکلتا رہا۔ لیکن موجودہ زمانے میں کمپنی مذکور کو جتنے قرضے کی ضرورت ہوتی ہے وہ اپنے ہی ملک میں حاصل کر لیتی ہے۔

اس طرح اجرائے قرضۂ عامہ کا مبادلے پر نہایت قوی اور بدیہی اثر پڑتا ہے لیکن جب ایک ملک کے اصل دار جو اپنے اصل کو مشغول رکھنا چاہتے ہوں دوسرے ملک کے بازار یا صرافے میں تمسکات کی خریداری کریں تو اس کا اثر بھی مبادلے پر اتنا ہی قوی ہوتا ہے گو اس کے متعلق صحیح اندازہ کرنا بہت مشکل ہے۔

قرض گیر ملک کا قدرتی طور سے یہ رجحان ہوتا ہے کہ جوں جوں وہ معاشی ترقی کرتا جائے بتدریج ان تمسکات کو خرید لے جن کی بنیاد پر اس نے دوسروں سے قرضہ حاصل کیا اور اس طرح بیرونی سود کے مطالبات کی مقدار کو کم کرے یا بالکلیہ ادا کر دے۔ مثلاً اطالیہ کسی زمانے میں انگلستان، فرانس و جرمنی سے بہت خاصی مقداروں میں قرضے لیا کرتا تھا۔ شروع شروع میں تو اس پر ادائے سود کا بار پڑا، مگر جب بحر قلزم میں اطالیہ کے سیاسی اغراض اور ملک گیری کی حرص و ہوس کی بروقت روک تھام کر دی گئی اور اس کے بعد سے اطالیہ کو ملک کے اندرونی معاملات کی طرف توجہ کرنے اور اس کی معاشی حالت درست کرنے کا موقع ملا تو اس نے نہایت کامیابی کے ساتھ اپنے اندرونی ذرائع کو ترقی دی، اس نمایاں معاشی ترقی کو اس لحاظ سے بھی تقویت پہنچی کہ اطالیہ ایک لازوال دولت کا مالک

ہے، چنانچہ اس کو برآمد کرکے وہ نہ صرف اس قابل ہوا کہ تمام عالم سے خراج وصول کرے بلکہ اس نے اپنے تمسکات بھی واپس خرید لیے۔ اطالیہ کے خوشنما مناظر، پاک صاف آب وہوا، خوبصورت عمارتیں، اس کے خوش گوار موسم، اعلیٰ درجے کی صنعت و کاری گری کے نمونے اور دوسری صدہا دلکش و نظر فریب چیزیں اس کی لازوال دولت ہیں جس کی قیمت کا اندازہ کرنا نہ صرف انسان کے وہم وخیال سے باہر ہے بلکہ اس بے بہا دولت کی سراسر توہین ہے۔ اس دولت سے لطف اندوز و بہرہ ور ہونے کی غرض سے ہر سال اطراف عالم سے لاکھوں سیاح آتے ہیں اور اپنے اخراجات کی ادائی کے لیے رقعے اور ڈرافٹ کی دیگر قسمیں اپنے ساتھ لاتے ہیں۔ ان ڈرافٹوں کو ادا کرنے اور اپنے اطالوی گماشتوں کے فاضلات کو جن کی بنیاد پر یہ ڈرافٹ لکھے جاتے ہیں برقرار رکھنے کی غرض سے دیگر ممالک کو اشیا خدمات یا تمسکات اطالیہ روانہ کرنے پڑتے ہیں۔ اس طرح اطالیہ اپنے تمام تمسکات کو جو غیر ممالک کے اصلداروں کے ہاتھوں اس نے فروخت کئے تھے واپس خریدنے اور سود کا بار اپنے سر سے اٹھانے کے قابل ہو گیا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بیرونی سود کے مطالبات کا اس پر جو بار تھا اس سے وہ سبکدوش ہو گیا اور مبادلہ فوراً اس کے موافق ہو گیا۔ حتیٰ کہ جنگ سے قبل جو لوگ اطالیہ میں سیاحت کی غرض سے مدت دراز کے بعد گئے تھے انھیں یہ معلوم کرکے سخت حیرت ہوتی تھی کہ انگریزی سیاورن کی قیمت اطالوی سکے کے حوالے سے پہلے کے مقابلے میں بہت گھٹ گئی تھی۔

غرض ایک ملک کے صرافے میں دوسرے ملک کے اصلدار جو تمسکات خریدتے ہیں، ان کی مالیت اور مقداریں ہمیشہ تغیرات ہوتے رہتے ہیں۔ چنانچہ بین الاقوامی قرض داری کے توازن پر ان کی خرید و فروخت کا نہایت قوی اثر پڑتا ہے، اور ان کے متعلق صحیح اعداد و شمار کا حاصل کرنا ٹیڑھی کھیر ہے۔ اور اسی طرح کی دقت ایک اور اہم تر عنصر یعنی بعض خاص قسم کی دستاویزات کے بارے میں بھی محسوس ہوتی ہے، کیونکہ یہ دستاویزات جن میں ہنڈیاں بھی شامل ہیں، ایک مقام سے دوسرے مقام کو منتقل ہوتی رہتی ہیں اور جب ہم اس

184

بحر ذخار کے مدوجزر پر پہنچتے ہیں تو ہم ایک ایسے نقطے پر آتے ہیں جہاں مبادلات خارجہ ہماری بحث کے موضوع کو سب سے زیادہ بدیہی طور سے متاثر کرتے ہیں، اور یہ معلوم ہونے لگتا ہے کہ ہم نے اب تک تشریح کرنے کی جو کوشش کی وہ بحث سے غیر متعلق نہیں ہے۔ اس لیے کہ ہنڈیوں کے ایک مرکز سے دوسرے مرکز کو منتقل ہونے کا دارو مدار بڑی حد تک بٹے کی ان اضافی شرحوں پر ہوتا ہے جو ان دونوں مرکزوں میں رائج ہوں۔

اگر لندن میں شرح بٹہ نسبتہً کم ہو تو دوسرے ممالک سے لندن میں ہنڈیوں کا سیلاب بہنا شروع ہو گا تاکہ یہاں ان ہنڈیوں پر بٹہ کٹے اور ان کو نقد سے مبدل کیا جائے۔ نیز ممالک غیر کے لوگ اپنے اعتبار کو یہاں استعمال کریں گے اور لندن کے نام ہنڈیاں لکھ کر ان پر بٹہ کائیں گے۔ اسی طرح لندن میں تمسکات کی درآمد بڑھ جائے گی اور مبادلہ لندن کے خلاف ہو جائے گا لیکن جب مبادلہ لندن کے خلاف ہو اور طلا لندن سے باہر جانے لگے تو اس کی اصلاح یوں کی جائے گی کہ یہاں شرح بٹہ میں اضافہ کر دیا جائے گا اس کی وجہ سے نہ صرف ہنڈیوں کی درآمد میں مزاحمت پیدا ہو گی اور بیرونی ممالک کے لوگوں کو ہنڈیاں خریدنے کے لیے ترسیل زر کرنے پر مجبور ہونا پڑے گا بلکہ اگر یہی حالت مدت تک قائم رہی تو انگلستان تمسکات اور ہنڈیوں کی برآمد شروع کر دے گا اور اس طرح مبادلہ پھر لندن کے موافق ہو جائے گا۔

اس طرح ہم پر بٹے کی بازاری شرح کی عظیم الشان اہمیت واضح ہونے لگتی ہے کہ اس کا اثر نہ صرف مبادلات خارجہ پر پڑتا ہے بلکہ ان کی وساطت سے طلا کی درآمد و برآمد بھی شرح بٹہ کے زیر اثر ہوتی ہے۔

185

اس باب کی پیچیدہ بحث سے ہم جس نتیجے پر پہنچے اس کا خلاصہ اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے:۔

مبادلات خارجہ بین الاقوامی قرض داری کا دوسرا نام ہے۔ بین الاقوامی قرض داری میں جو توازن قائم ہوتا ہے اس کی بنیاد مختلف ملکوں میں اشیا، خدمات اور تمسکات کا باہم مبادلہ ہے۔ تمسکات اور خصوصاً ہنڈیوں کی درآمد و برآمد کا

مدار زیادہ تر بٹے کی مختلف شرحوں پر ہوتا ہے جو بڑے بڑے کوٹھی کے کاروبار کے مرکزوں میں رائج رہتی ہیں۔

اس طرح مبادلات خارجہ پر شرح بٹہ کا بہت ہی اہم اثر پڑتا ہے۔

ہم یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ اگر مبادلات خارجہ ایک خاص حالت پر پہنچ جائیں تو لندن سے طلا کی برآمد شروع ہو جائے گی، اس لیے کہ مثلاً لندن سے پیرس کو بجائے اس کے کہ ۱۲۳ فرانک ۸۵ سنٹ فی پونڈ کے حساب سے (یا جو کچھ اس وقت نقطۂ طلا ہو) ہنڈی بھیجی جائے طلا بھیجنے میں زیادہ فائدہ ہوگا۔

اس طرح بٹہ کی بازاری شرح کی اہمیت اور اس کو عاقلانہ طریق پر منظم کرنے کی ضرورت ہم پر بہت زیادہ صاف طور سے واضح ہونے لگتی ہے۔

بٹہ کی بازاری شرح کا مدار ایک طرف تو زر کی رسد پر ہے اور دوسری طرف ان ہنڈیوں کی رسد پر ہے جو زر سے مبدل ہونے کے لیے پیش کی جائیں جن کلوں کے ذریعے سے زر اور ہنڈیوں کی تخلیق ہوتی اور ان کا کاروبار چلتا ہے، یعنی بنک، ہنڈی کے دلال اور سکار گھر وغیرہ ہم ان کا حال بیان کر چکے ہیں علیٰ ہذا یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ معمولی حالات میں زر کی رسد اور بٹے کی شرح کے تعین کا انتظام بنکوں اور خاص کر بنک آف انگلینڈ کے ہاتھوں میں رہتا ہے اس طرح اب ہم بنک آف انگلینڈ کے کاموں کو سمجھنے کی کوشش کرنے کے قابل ہو گئے ہیں۔

186

187

(۱) قوم کے سرمائے کا محافظ ہے (۲) نوٹ جاری کرنے کا خاص حق رکھتا ہے۔ (۳) بنکوں کا ساہوکار ہے (۴) شدید ضرورتوں کے وقت زر فراہم کرتا ہے اس لیے کہ قانون پیل کا اثر چیکوں کے استعمال سے زائل ہوگیا ہے۔ (۵) سرمایۂ طلا کا محافظ ہے (۶) اس کے سر پر بہت ہی اہم ذمہ داری ہے (۷) ممالک خارجہ کا مسئلہ۔ (۸) بیرونی مطالبات جو دیگر بنکوں کے دیئے ہوئے اعتبار کی بناء پر پیدا ہوتے ہیں (۹) بنک آف انگلینڈ کے کاموں کا خلاصہ۔ (۱۰) اس کی تنظیم۔ (۱۱) مجلس ڈائرکٹران۔ (۱۲) دورِ حاضر میں انقلابی تبدیلیاں۔

اکثر معزز حضرات کے ذہن سے ممکن ہے کہ یہ بات نکل گئی ہو ورنہ ہر طالب علم جانتا ہے کہ **بنک آف انگلینڈ** سنہ ۱۶۹۴ء میں ولیم سوم کے دورِ حکومت میں سرکاری ساہوکار کی حیثیت سے اور سرکار کے مالی معاملات کا انتظام کرنے کی غرض سے قائم ہوا تھا۔ چنانچہ ابتدا ہی سے وہ سرکاری فاضلات کا محافظ رہا ہے اور اسی آلے کے ذریعے سے قوم تجارتی کاروبار انجام دیتی رہی ہے۔

صرف اسی بنک کے جاری کردہ نوٹ انگلستان میں زر قانونی ہیں یعنی

اندرون ملک صرف اسی کے نوٹوں کو ہر قسم کے مطالبے اور قرضے کی ادائی میں قبول کرنا پڑتا ہے اور یہی پہلا سرمایہ مشترک کا بنک ہے جس کو قانون نے نوٹ جاری کرنے کا حق بلا شرکت غیرے عطا کیا۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے چکوں کے استعمال میں جو فوائد ہیں انھیں کی بنا پر چک نوٹ کا بڑی حد تک قائم مقام بن گیا ہے۔ لیکن اجرائے زر کاغذی کے بارے میں بنک کو جو حقوق حاصل تھے وہ بنک کے حق میں اس کے ابتدائی زمانے میں بہت مفید ثابت ہوئے۔ اور اس کی عزت و توقیر کا نہایت اہم سبب تھے جس کی بنا پر اس کا نام کاروبار کی خوبی اور استحکام کے لحاظ سے تمام مہذب دنیا میں اس وقت زباں زد خاص و عام ہے۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ حقوق اس امر کا بھی بالواسطہ سبب بنے جس سے بحالت موجودہ بنک انتہائی قوت اور اہمیت کا سرچشمہ بن گیا ہے یعنی اس کو بنکوں کے ساہوکار کی حیثیت حاصل ہوگئی ہے یہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ بنک آف انگلینڈ کو نوٹ جاری کرنے کا خاص حق دیا گیا تھا جس کا منشاء یہ تھا کہ بنک کو لندن میں سرمایہ مشترک کے اصول پر کاروبار کرنے کا اجارہ دیا جائے۔ اور یہ کہ جو نہی یہ بات واضح ہوئی کہ اجرائے نوٹ کا کام بنک کے کاروبار کا ضروری جزو نہیں ہے اس اجارے کی حیثیت بدل گئی اور اس انکشاف کا نتیجہ بجائے اس کے کہ ہوشیار اور متعدد رقیبوں کی کثیر جماعت پیدا کر کے بنک آف انگلینڈ کو کمزور کرنے کی شکل میں ظاہر ہوتا یہ ہوا کہ اس کے متعدد دولتمند اور باہمت گاہک پیدا ہو گئے جس سے اس کو تقویت پہنچی ان گاہکوں نے بنک کے کاروبار کی بہتوں کو تمام ملک میں ایسے طریقے سے ترقی دی جو اس کے نظام اور دستور میں کامل تبدیلی کئے بغیر اس کو کبھی نصیب نہ ہوتی۔ یہ اہل معاملہ لوگ بنک میں وہ سب نقد فاضلات رکھنے لگے جن کی انھیں خود اپنے "گلہ" یا دیہاتی سرمایہ محفوظ کے طور پر رکھنے کی ضرورت نہ تھی اور اس طرح انھوں نے نہ صرف بنک کے وقار اور اس کی ظاہری قوت کو بڑھا دیا بلکہ سرکاری ساہوکار کی حیثیت سے بنک کو جو کام انجام دینا پڑتا تھا اس کو اتنا آسان اور کم خرچ کر دیا کہ اب بنک کو محض کھاتوں میں اندراجات ہی کی ضرورت رہ گئی۔

188

مثلاً اس امر پر غور کیجئے کہ جب حکومت جنگی قرضے پر مقسوم ادا کرنا چاہتی ہے اور اس کو اس غرض کے لیے دس ملین پونڈ یا اس کے قریب قریب رقم کی ضرورت ہوتی ہے تو کیا ہوتا ہے۔ حکومت بنک آف انگلینڈ سے دس ملین پونڈ قرضہ لیتی ہے۔ اور بنک اتنی رقم حکومت کے حساب میں بطور امانت جمع کر لیتا ہے اور حکومت کو یہ حق حاصل ہو جاتا ہے کہ مقسوم کی رقمیں ادا کرنے کے لیے چک تحریر کرے۔ لیکن ان تحریر کردہ چکوں کی رقم کا بہت ہی قلیل جزو حقیقت میں بنک سے بشکل نقد وصول کیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ اکثر صورتوں میں مقسوم کے یہ طلب نامے دیگر بنکوں کے ان گاہکوں کی جانب سے جو جنگی قرضے کے تمسکات کے حامل ہیں دوسرے بنکوں میں جمع ہوتے رہتے ہیں اور یہ دیگر بنک ان کو اپنے اپنے حساب میں جمع کروانے کے لیے بنک آف انگلینڈ میں بھیجتے رہتے ہیں۔ اس طرح بنک کو حکومت کے نام قرضے کا اجرا کرنے کے بعد کسی بڑی رقم کی فراہمی کا انتظام نہیں کرنا پڑتا۔ بلکہ اس کی بجائے بنک کو محض یہ کرنا پڑتا ہے کہ اپنے محرروں اور محاسبوں سے پہلے کے مقابلے میں بہت زیادہ سرعت اور تیزی سے کام لے اور بس۔ اس طرح بنک آف انگلینڈ کے دو اہم کام ہیں ایک تو سرکاری مالی معاملات کا انتظام اور دوسرے دیگر بنکوں کے فاضلات کی حفاظت اور یہ دونوں کام بہت ہی موزونیت کے ساتھ ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتے اور ایک دوسرے پر منحصر ہیں۔ 189

ان دو کاموں کے علاوہ بنک آف انگلینڈ ایک اور اہم کام بھی انجام دیتا ہے اور وہ بھی مذکورۂ بالا کاموں کی طرح سے سادہ ہے۔ یعنی شدید ضرورت کے وقت زر فراہم کرتا ہے اور اس کی وجہ بھی وہی ہے یعنی یہ واقعہ کہ وہ بنک کا کاروبار کرنے والی جماعت کا من حیث المجموع ساہوکار ہے۔ معاشی حیثیت سے جو ملک ترقی یافتہ ہیں ان سب میں بعض موسموں میں رسد زر کی بے انتہا کمی محسوس ہوتی ہے مگر طلب بڑھ جاتی ہے مثلاً زرعی ممالک میں فصل کی کٹائی کے زمانے میں کاشتکاروں کو زر نقد کی ضرورت ہوتی ہے یا سال کی سہ ماہیوں کے آخر میں سب کو اپنے ذمے کا لگان اور دیگر موسمی مطالبات کی ادائی کرنی پڑتی ہے

اورخاص کر انگلستان میں دونوں ششماہیوں کے ختم پر جبکہ متعدد بنک اور کمپنیاں اپنا اپنا چٹھا تیار کرتی ہیں، زرکی مانگ بہت قوی ہوتی ہے اس لیے کہ انھیں آتاتے اور واجب الوصول کی مد میں نقد کی اچھی خاصی مقدار دکھانی پڑتی ہے۔ اور دسمبر کی آخری ششماہی میں جبکہ اکثر لوگ بڑا دن منانے کے لیے سیروتفریح کرتے اور تحائف خریدتے ہیں اور ایک مقام سے دوسرے مقام کو زر روانہ کرتے ہیں جس سے یہ سب مطالبات اور بڑھ جاتے ہیں نتیجہ یہ کہ ایسے زمانوں میں زر کی موسمی مانگ بہت قوی ہو جاتی ہے۔ اور بنک آف انگلینڈ بوجہ بنکوں کا ساہوکار ہونے کے بآسانی تمام وبعجلت ممکنہ اس مانگ کو پورا کرنے کے قابل ہوتا ہے۔

190 اس لیے کہ جیسا کہ ہم بہت پہلے بیان کر چکے ہیں، زر بنک سے زیادہ تر بنک کا دیا ہوا قرضہ یا اس کی جاری کی ہوئی امانت مراد ہے جس کو پانے والا بذریعۂ چک حاصل کرنے کا حق رکھتا ہے۔ اور جس حد تک زر کے معنی جیبی زر بشکل کاغذی زر ہیں اس حد تک انگلستان اور دیگر ممالک کے معاملات میں یکسانی پائی جاتی ہے اور نقد ادائی کے لیے زر کو بنک سے وقتاً فوقتاً حاصل کرنے کا اثر میعادی طور سے بنک کے سرمایۂ محفوظ پر بھی پڑتا ہے۔ لیکن موسمی مطالبات کے بیشتر حصے کی ادائی چکوں کے ذریعے سے عمل میں آتی ہے اور چکوں کا بڑا حصہ یعنی ایسے چک جو چٹھوں میں "نقد" سرمائے کی مقدار کو بڑھا کر دکھانے کی غرض سے تخلیق کئے جاتے ہیں زیادہ تر نمائشی اور آرائشی حیثیت رکھتے ہیں جن کا مقصد محض حصہ داروں اور اہل معاملہ پر عمدہ اثر ڈالنا ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے اس زر کا بڑا حصہ جو شدید ضرورت کے زمانے میں جاری کیا جاتا ہے اور جس کی سہ ماہیوں کے ختم پر ضرورت ہوتی ہے محض نمائش کی غرض سے تخلیق کیا جاتا ہے نہ کہ استعمال کے لیے اور بنک آف انگلینڈ سے اس وجہ سے مستعار نہیں لیا جاتا کہ اس کو بصورت نقد وصول کیا جائے اور گردش میں رکھا جائے بلکہ اس وجہ سے لیا جاتا ہے کہ " نقد بدست ودر بنک آف انگلینڈ"، کی ان مدوں میں جو چٹھوں میں شائع کئے جائیں نقد کی

زیادتی نمایاں طور سے پیش کی جاسکے۔

اس طرح اب ہماری بحث بنک آف انگلینڈ کے دیئے ہوئے قرضوں میں اور دوسرے قرض دہندہ بنکوں کے قرضوں میں جو بین فرق ہے اس پر پہنچتی ہے جب دوسرے بنک کسی کو ضمانت پر قرضے دیتے ہیں یا شغل اصل کے لیے تمسک خریدتے ہیں تو وہ قرض گیر یا فروختندۂ تمسک کو نقد رقم حوالے نہیں کرتے، بلکہ ان کے حساب میں اپنے یہاں اتنی رقم امانتہً جمع کرلیتے ہیں اور اس کو چک لکھنے کا حق عطا کرتے ہیں جس سے غالباً کام لیا جاتا ہے۔ جب چک تحریر کیا جاتا ہے وہ تحریر کنندہ اہل معاملہ کی امانت کو کسی دوسرے بنک کے گاہک کے نام منتقل کردیتا ہے اور جیسا کہ پانچویں باب میں بیان کیا گیا ایک بنک کا دیا ہوا قرضہ دوسرے بنک میں امانت کی شکل حاصل کرلیتا ہے بجز اس صورت کے جبکہ ایک بنک سے قرضہ اس غرض سے لیا جائے کہ دوسرے بنک کا قرضہ اس سے ادا کیا جائے۔ لیکن جہاں تک بنک آف انگلینڈ کا تعلق ہے وہاں تک چونکہ اس کی حیثیت بنکوں کے ساہوکار کی ہے لہذا وہ اپنے اہل معاملہ کے لیے جو امانتیں قائم کرتا ہے وہ اس کے یہاں جوں کی توں رکھی رہتی ہیں محض اس کی کتابوں میں ایک بنک سے دوسرے بنک کے نام منتقلی عمل میں آتی ہے۔ اور اس سے بھی اہم امر یہ ہے کہ وہ جتنی امانتیں قائم کرتا ہے اس کو دوسرے بنک نقد کے مساوی خیال کرتے ہیں۔ اس طرح چھٹوں کی نمائش و آرائش کی غرض سے نقد کی جو مانگ ہوتی ہے وہ محض کتابی اندراجات کے ذریعے سے نہایت آسانی کے ساتھ پوری کی جاسکتی ہے۔ غرض بنکوں نے اپنے نشو و نما کی وجہ سے مجلس مقننہ کے ان قواعد سے جو کاروبار کی ترقی کی رہبری اور تنظیم کے لیے نافذ کئے گئے تھے صاف پہلو بچالیا ہے اور ان کی زد سے باہر نکل گئے ہیں۔

بنک آف انگلینڈ کو اجراے نوٹ کا اجارہ دینے کا منشا جو گویا اسے شہر لندن میں سرمائیہ مشترک کے اصول پر کاروبار کرنے کا اجارہ دینا تھا، اس حقیقت کے انکشاف سے فوت ہوگیا کہ نوٹ کا جاری کرنا بنک کے کاروبار کا اہم ترین جزو نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی اس انکشاف کے چند سال بعد جبکہ سرمائیہ مشترک کے

191

بنکوں کی تاسیس عمل میں آئی (اور اب تو وہ بحیثیت مجموعی بنک آف انگلینڈ
کے سب سے بڑے اور اہم گاہک ہیں) مجلس مقننہ نے ایک قانون منظور کیا جس کا
منشا بنک آف انگلینڈ کے نوٹوں کی بہت باقاعدہ تنظیم کرنا تھا کہ گویا بنک کا
اجرائے نوٹ کرنا ہی اس کے کاروبار کی مرکزی خصوصیت تھی اور گویا پارلیمانی
عقل و دانش کی توجہ اور لحاظ کی صرف یہی ایک چیز محتاج تھی!

یہ یاد ہوگا کہ ۱۸۴۴ء کے قانون منشور بنک[1] یا جیسا کہ بعض اوقات
اس کو موسوم کیا جاتا ہے قانون پیل نے یہ اصل قرار دیا تھا کہ تمسکات کی بنیاد پر بنک آف
انگلینڈ جو نوٹ جاری کرے ان کی مقدار ایک کروڑ چالیس لاکھ پونڈ سے متجاوز
نہ ہونی چاہئے الا اس صورت کے جبکہ دوسرے بنک جو اجراء کے مجاز گردانے (192)
گئے تھے اور اپنے اس حق کے اعتبار سے بنک آف انگلینڈ کے حلقۂ اثر سے
باہر عمل پیرا تھے اپنا یہ حق ارادۃً ترک کردیں اور اس مقررہ مقدار سے زائد نوٹ
جاری کرنے کی صورت میں بنک کو ہر جاری کردہ نوٹ کے ہمقدر طلا اپنے
تہ خانوں میں بڑھانا پڑتا تھا۔

اس طرح بنک آف انگلینڈ کو اپنے چھٹے میں ایک جانب اپنے نقد
اور تمسکات اور دوسری جانب جاری کردہ نوٹوں کے مابین صحیح تناسب قائم رکھنے
کے متعلق اپنے اختیارِ تمیزی سے کام لینے کا جو حق حاصل تھا اس کو بنک سے
چھین کر گویا قانون منشور بنک نے بنک کے کاروبار میں انقلاب پیدا کردیا تھا۔
بالفاظ دیگر قانون کا حکم بنک کو یہ تھا۔ "تمہارے تمسکات کی مقدار اتنی ہی رہیگی
جتنی کہ پہلے سے ہے لیکن آیندہ مقررہ مقدار سے زائد ہر پانچ پونڈ کا نوٹ
جاری کرنے کی صورت میں تمھیں پانچ پونڈ بصورت سکہ یا فلز رکھنے پڑیں گے"

یہ بحث کہ اگر قانون اپنے واضعوں کے منشا کے مطابق عمل کرتا تو
اس کا کیا نتیجہ ہوتا ایک دلچسپ مگر بے کار بحث ہوگی۔ بنک کاری نے اس
مسئلے سے پہلو بچا کر یا ہٹ کر اب اس درجہ ترقی کرلی ہے کہ ہر شخص بنک آف انگلینڈ

۱؎ Bank Charter Act

کی کتابوں میں امانت کے اندراج کو بقدر نوٹوں یا ساورن یا فلز کی سلاخوں کی موجودگی کے مساوی خیال کرنے کا خوگر ہو گیا ہے۔ بنک کے قرض گیر اب بالعموم اس سے نوٹوں کا مطالبہ نہیں کرتے بلکہ اس سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ اپنے کھاتوں میں امانت درج کرلے جس کو وہ بے روک ٹوک اس حد تک تخلیق کر سکتا ہے جس حد تک قرین مصلحت ہو۔

اس نظام کے ذریعے سے آڑے وقت میں کام آنے والا زر اور امانت دونوں بہت ہی غیر معمولی سہولت کے ساتھ فراہم ہو جاتے ہیں۔ یہ نظام خود بخود رونما ہوا۔ اس کو جمہور کا کامل اعتماد حاصل ہے اور ایسے مکمل طریقے پر اپنا عمل کر رہا ہے کہ کوئی باقاعدہ نظری طور پر مرتب کیا ہوا نظام بھی اس پر سبقت نہیں لے جا سکتا۔ اگر رسد زر میں قلت نمودار ہو تو قرض گیر بنک آف انگلینڈ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور صیغہ بٹہ کے صدر سے صرف چند منٹ کی گفتگو میں مطلوبہ ضمانت پیش کر کے بشرط منظوری ایک یا دو ملین پونڈ کا قرضہ سہولت و سرعت کے ساتھ اس طرح حاصل کر لیتے ہیں جس طرح کوئی شخص دوکان میں جا کر دستانے کی جوڑی خرید لیتا ہے۔ یہ سب کاروباری سہولت اور باقاعدہ کارکردگی کا ایک معجزہ ہے۔

اس کا نتیجہ، جیسا کہ بنک کی حیثیت و حالت کی مطبوعہ کیفیت سے ظاہر ہوتا ہے، صرف یہ ہے کہ چٹھے کے ایک جانب ضمانتوں میں اضافہ نظر آتا ہے (اور یہ وہ ضمانتیں ہیں جن کی بنا پر بنک نے قرضے دئے) اور دوسری جانب مد امانت میں اضافہ دکھائی دیتا ہے۔ بنک کی امانتوں کی مقدار کو بنک کی حیثیت و حالت کا معیار قرار دینے کی عام عادت جلد باز مبصروں کو یا طمینان تمام اس نتیجے پر پہنچائے گی کہ بنک آف انگلینڈ میں دولت کا وافر ذخیرہ تازہ بتازہ داخل کیا گیا اور امانۃً رکھوایا گیا ہوگا اور یہ کہ اس بنک کے گاہکوں کا تمول پہلے سے بڑھ گیا ہوگا لیکن حقیقۃً جو کچھ واقع ہوا وہ صرف یہ ہے کہ بنک آف انگلینڈ نے کچھ اور قرض گیروں کو "زر" قرض دیا ہے اور وہ چونکہ دیگر بنکوں کا ساہوکار ہے اس لئے محض کتابی اندراجات کے ذریعے سے وہ ایسا کرنے کے قابل ہوا اور زر بشکل نوٹ یا سکہ اس کے پاس سے وصول کرنے کی نوبت نہیں آئی۔

لیکن ہاں ہم اگر غائر نظر سے دیکھو تو حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس قسم کا کاروبار بنک آف انگلینڈ کو کمزور کرنے والا ہے اس لیے کہ امانتوں میں اضافہ ہونے سے بنک کے ذمے کی واجب الادا رقمیں بڑھ جاتی ہیں اور نقد رقم کے اضافے کے بغیر واجب الادا رقوم میں اضافہ ہونے کے معنی لازمی طور سے یہ ہوتے ہیں کہ بنک کے نقد اور واجب الادا رقوم کے مابین جو تناسب ہے وہ گر رہا ہے اور نقد و واجب الادا رقوم کا تناسب ہی بدیہی طور پر وہ کسوٹی ہے جس پر بنک کو اس کی ظاہری قوت معلوم کرنے کے لیے سب سے اوّل کسا جاتا ہے۔

194

چنانچہ یہی نقد کا مسئلہ ہم کو بنک آف انگلینڈ کے دوسرے سب سے اہم کام کی جانب متوجہ کرتا ہے یعنی یہ کہ وہ بنک کا کاروبار کرنے والے بقیہ طبقے کی جانب سے محفوظ سرمایۂ طلا کے محافظ و امین کا کام کس طرح انجام دیتا ہے۔

یہ معلوم کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ اس کا یہ فعل بھی محض اس واقعے کی بنا پر رونما ہوتا ہے کہ بنک آف انگلینڈ دیگر بنکوں کا بنک ہے۔ دوسرے بنک اپنے نقد فاضلات اس بنک میں امانۃً رکھتے ہیں اس لیے جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے اس کی بدولت بنک شدید ضرورت کے وقت زر تخلیق کرنے اور سرعت و مستعدی کے ساتھ حکومت کی مالی اعانت کرنے کے قابل ہوتا ہے لیکن اسی کیساتھ ان بنکوں نے اس پر یہ بھاری بوجھ اور ذمہ داری بھی عائد کر دی ہے کہ وہ سرمایۂ محفوظ کو برقرار رکھے اور اس کی نگرانی کرے۔ اور بنک آف انگلینڈ اس کو کبھی نہیں بھول سکتا کہ اس کے ذمے کے واجب الادا رقوم دیگر بنکوں کے ذمے کے واجب الادا رقوم کی طرح نہیں ہیں۔ اس لیے کہ ان میں کثیر مقدار بنکوں کے فاضلات کی بھی شامل ہے جن کو دوسرے بنک نقد کی طرح سمجھتے اور خود جو اعتبار کی فلک بوس عمارت تعمیر کرتے ہیں اس کی بنیاد اسی پر رکھتے ہیں۔

یہ ذمہ داری اس وجہ سے اور بھی زیادہ سنگین ہو جاتی ہے کہ یہ اول تو ایک طرح سے بنک سے غیر متعلق تھی گو بظاہر اس کا علم نہ ہونے پایا اور دوسرے مدت دراز تک وہ تسلیم اور قبول ہی نہیں کی گئی۔ یہ خیال کیا جا سکتا تھا کہ جب ۱۸۴۴ء کے قانون مشہور بنک نے اجرائے نوٹ کے بارے میں بنک آف انگلینڈ کے فرائض معین کر دیئے تو

اس کا کام صرف اس قدر رہ گیا تھا کہ اپنی قانونی ذمہ داری کو مناسب پابندی اوقات اور باقاعدگی کے ساتھ سرانجام دے اور باقی کاروبار کو بنک کے معمولی اصول کے مطابق انجام دے۔

واقعہ یہ ہے کہ بنک آف انگلینڈ کے مجلس نظما کے ایک با اثر طبقے کا بھی مدت دراز تک یہی خیال رہا۔ اور اس خیال کے مبنی بر مغالطہ ہونے کا اظہار صرف اس وقت ہوا جبکہ والٹر بیجہٹ کی اہم تصنیف "لمبارڈ اسٹریٹ"، جو عملی معاشیات پر ایک قابل قدر مقالہ ہے شائع ہوئی بیجہٹ نے نہ صرف اس مغالطے کی قلعی کھولی بلکہ اس کی پوری پوری تردید کردی اور اس کو نیست و نابود کردیا۔ بنک کی مجلس انتظامی کے حق میں سراسر ناانصافی ہوگی اگر ہم یہ اعتراف نہ کریں کہ اس کے ذی اقتدار ارکان جو صرف اصولی لحاظ سے اس مغالطے کے موید تھے، اس کو بروئے عمل لانے کی تائید میں ہرگز نہ تھے، بلکہ سرمایہ محفوظ میں ۴۲ فی صد کے تناسب کو موزون اور کافی سمجھتے تھے گو معمولی بنکوں کے نزدیک یہ تناسب حد سے زیادہ تھا۔ موجودہ زمانے میں خود اس نظریئے کو بھی ترک کردیا گیا ہے اور بنک آف انگلینڈ نے اس قدر موثر طریقے سے اس مابہ الامتیاز کو تسلیم کرلیا ہے جو اس کو دوسرے بنکوں سے جدا کرتی ہے کہ دوسرے بنکوں میں رقوم واجب الادا اور نقد کا جو تناسب رہتا ہے اور جس کی بنا پر وہ سب سے قوی شمار ہوتے ہیں اس سے وہ چند وہ خود اپنے چٹھوں میں ظاہر کرتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں اگر بنک اس نظریئے کی جانب عود کرے کہ ایک ہی اصول پر کام کرنے والے بنکوں کے منجملہ وہ بھی صرف ایک بنک ہے تو وہ اپنے نقد ذخیرے کی مقدار تبدیل کئے بغیر اپنے مشاغل اصل اور مقسوم میں علی الترتیب اضافہ کرکے اپنے ذمے کے واجب الادا رقوم کی مقدار دگنی کرسکتا ہے۔

یہ صحیح ہے کہ بنک آف انگلینڈ کے شعبۂ بنک کاری کے سرمایۂ نقد کا بیشتر حصہ بنک کے شعبۂ اجرا کے جاری کردہ نوٹوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ لیکن زر اور بنک نوٹ ایکٹ کے شرائط کے لحاظ سے یہ نوٹ تمسکات پر مبنی ہوتے ہیں اور دوسرے بنک جن کے عمل سے اس وقت ہم بنک آف انگلینڈ کے عمل کا مقابلہ کررہے ہیں اپنے نقد سرمائے میں نہ صرف بنک آف انگلینڈ کے نوٹ

شریک رکھتے ہیں بلکہ بنک آف انگلینڈ کی کتابوں اور کھاتوں میں اعتباری امانتیں بھی رکھتے ہیں۔

196 لیکن بنک آف انگلینڈ نے اپنی ذمہ داریوں کو جس طریقے پر تسلیم کیا ہے اس کے بارے میں جیہیٹ کا زبردست اعتراض زیادہ تر اس امر سے متعلق ہے کہ اندرونی آفتوں اور مطالبات کے زمانے میں اور خاص کر ایسے زمانے میں جب کہ اندرونی آفتوں کے معنی تمام ملک میں بنک آف انگلینڈ کے نوٹوں کے مطالبے کے تھے بنک کا طرز عمل کیا رہتا ہے۔ اس کی کتاب کی اشاعت کے بعد سے صورت حالات میں دو اہم اعتبارات سے تغیر واقع ہوا ہے۔ اولاً یہ کہ چیکوں کے استعمال کی ترقی اور کتابی اندراج کے ذریعے سے امانتیں قائم کرنے کے طریق کی ترقی اس قدر عظیم الشان رہی ہے کہ اس کی بنا پر یہ نتیجہ بخوبی نکالا جا سکتا ہے کہ کم از کم اندرونی آفتوں کے ابتدائی زمانے میں نوٹوں کا عام طور سے مطالبہ نہیں ہوتا۔ یہ امر بلا شبہ ممکن ہے کہ انگلستان میں ایسی شدید آفت رونما ہو کہ اس کی بنا پر تجارتی طبقے کے ارکان اپنے ذمے کے مطالبات اور قرضوں کو ادا کرنے کے لیے ایک کے دوسرے کے نام تحریر کردہ چیک قبول کرنے سے انکار کر دیں اور یہ کہ عارضی طور سے محض بنک آف انگلینڈ کے نوٹ استعمال کرنے کے طریق پر عود کیا جائے۔ ایسی صورت حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے بنک ایکٹ کے قدیم شرائط کو منسوخ کرنا اور ان بندشوں کو اٹھا دینا پڑے گا جو بنک کی آزادی عمل کو محدود کرتے ہیں اور مطالبات کی ادائی کے لیے غیر محدود تعداد میں نوٹ جاری کرنے پڑیں گے۔ لیکن اس عام تباہی و انتشار کے قطع نظر یہ توقع بظاہر معقول معلوم ہوتی ہے کہ اعتبار میں جو رخنہ پڑے اس کی پابجائی غالباً محض بنک کے قرضوں کی تکثیر سے کی جا سکتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بنک جو امانتیں دوسرے قرض دہندوں کے حق میں قائم کرتا ہے (جن سے وہ اپنے کاروبار کی بنیاد کا کام لیتے ہیں) ان میں اضافہ ہو جائے۔ دوسرے الفاظ میں بجائے اس کے کہ بنک آف انگلینڈ کا سرمایہ محفوظ اندرونی آفتوں کی وجہ سے مائل بہ تخفیف ہو بنک کے طرز عمل کا اثر محض یہ ہوگا کہ اس کے تمسکات اور ضمانتوں میں اور اس کے ذمے کے واجب الادا رقوم کی مقدار میں اضافہ

ہوجائے گا جیسا کہ بالعموم شنشاہیوں کے اختتام پر ہوا کرتا ہے۔
دوسرے یہ کہ بیجہٹ نے جس زمانے میں کتاب لکھی تھی اس کے مقابلے میں اس وقت بنک آف انگلینڈ کا مل طلب مسئلہ بظاہر زیادہ تر خارجی مسئلہ ہے۔ بجز اگست ۱۹۱۴ء کے چند ایام کے جبکہ جنگ کے اثر نے تمام دنیا کے زر کے بازاروں کو تہ و بالا کر دیا تھا اور ان میں سے اکثر کو استعمال زر کاغذی کے دامن میں پناہ ڈھونڈنے پر مجبور کر دیا تھا، انگلستان کی اندرونی اعتبار کی کل ہمیشہ اس قدر عمدگی اور لوچ کے ساتھ کام کرتی رہی کہ کسی حقیقی اندرونی آفت کا امکان دلوں سے تقریباً فراموش کر دیا گیا ہے۔ دوسری جانب دنیا کے معاشی حیثیت سے ترقی یافتہ ممالک کے معیار طلا اختیار کر لینے کا اور اس کے ساتھ اس واقعے کا اثر کہ لندن ایک زمانہ دراز تک تنہا ایسے بازار کا کام انجام دیتا رہا جس میں ہر ڈرافٹ اور ہر اعتباری امانت عام طور سے فوراً طلا سے قابل مبادلہ تھی یہ ہوا کہ بنک آف انگلینڈ کی ذمہ داری سرمایۂ طلا کے محافظ کی حیثیت سے بہت بڑھ گئی اس لیے کہ تمام اقطاع عالم سے جب کبھی لندن کے نام کا ڈرافٹ بنک میں پیش ہوا اس کی ادائی بصورت نقد اسی سرمایۂ طلا سے ہمیشہ کیے جانے کا قرینہ ہے۔
جنگ سے بیشتر بہت زمانے تک بنک کے اس ذمہ دارانہ فرض کی دشواری اس واقعے کی بنا پر رونما ہوئی تو کم از کم بڑھ ضرور گئی کہ بنک کو معمولی اوقات میں لندن میں قائم کردہ امانتوں کی مقدار اور وسعت پر بہت کم قابو حاصل تھا۔ اس لیے کہ اس صورت میں ہم دوبارہ یہ دیکھتے ہیں کہ آخر میں چل کر جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے دوسرے بنکوں پر ٹھیک اسی طرح ذمہ داری عائد ہوتی ہے، جس طرح کہ بحالت موجودہ اندرونی اعتباری امانت اور زر کی کثیر مقدار کی تخلیق کی ذمہ داری ان پر عائد ہوتی ہے یعنی یہ کہ یہ بنک بنک آف انگلینڈ کے سرمایۂ طلا کی بنیاد پر اپنے اعتبار اور زر کی اساس قائم کرتے ہیں لیکن اپنی دانشمندی اور صوابدید پر اور ان شرحوں کے لحاظ سے جن کا زمانۂ ماقبل جنگ میں بنک کی مقررہ و معلنہ دفتری شرح سے کوئی تعلق نہ تھا اس زر اور اعتبار کی مقداریں

198

توسیع کرتے ہیں۔ ہنڈیوں کو سکار کر، ان پر بٹہ کاٹ کر اور ان کی بنیاد پر قرضہ دے کر، ہنڈی کے دلالوں کو زر مستعار دے کر اور صرافے کے تمسکات کی بنیاد پر قرض کا اجرا کر کے یہ دیگر بنک ممالک غیر کے کوٹھی کا کاروبار کرنے والوں کو بنک آف انگلینڈ کے سرمایۂ طلا سے زر نقد حاصل کرنے کا موقع بہم پہنچاتے ہیں اور بنک آف انگلینڈ سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ اس سرمائے کو برقرار رکھے گا۔ اس ذمہ داری میں اس کے شریک سکار گھر ہیں جو بیرونی ممالک کے باشندوں کے لیے سکارنے کا کام انجام دے کر ایسی ہنڈی تیار کرتے ہیں جن پر باہر والے ہنڈی کے دلال کے ذریعے سے بنک آف انگلینڈ میں بٹہ کٹوا سکتے ہیں اور اس طرح سکار گھر باہر والوں کو ایسا اعتبار دیتے ہیں جن کو موخر الذکر سونے سے مبدل کر سکتے ہیں۔

اس امر کے باعث کہ بنک آف انگلینڈ کے علاوہ دیگر قسم کے بنکوں کی کاروباری سہولتیں بھی بہت زیادہ ہو گئی تھیں بنک آف انگلینڈ کی دفتری شرح بالعموم بے اثر ثابت ہوئی اور لندن کے بازار کا کاروبار اس شرح سے کسی قسم کے تعلق کے بغیر انجام پاتا رہا۔ اور یہ صورت اس امر کی دوسری مثال ہے کہ زمانۂ ماقبل جنگ کا زر کا بازار بیجہٹ کی کتاب "لمبارڈ اسٹریٹ" کے بیان کردہ بازار سے مختلف تھا۔ اس لیے کہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بیجہٹ ہمیشہ یہ فرض کرتا ہے کہ بنک آف انگلینڈ کی شرح کی ہر تبدیلی بازار کی مروجہ شرح کو فوراً متاثر کرے گی اور بازاری شرح شرح بنک کی متابعت کرے گی۔ وہ لکھتا ہے کہ "عام صورت سے تمام معمولی اوقات میں لمبارڈ اسٹریٹ میں زر کی اتنی کافی مقدار موجود نہیں ہوتی کہ بنک آف انگلینڈ سے کچھ زر لیے بغیر لمبارڈ اسٹریٹ کی سب ہنڈیوں پر بٹہ کاٹا جا سکے"۔ زمانۂ ماقبل جنگ میں یہ بات صحیح نہیں رہی تھی۔ بنک آف انگلینڈ کو اپنی شرح موثر بنانے کی غرض سے خاص خاص تدابیر اختیار کرنے پڑتے تھے، اور جنگ کے بعد سے تو یہ تدبیریں طرح طرح کی ہوتی تھیں ان تدابیر کو متعاقب بیان کیا جائے گا۔

سر دست ہم بنک آف انگلینڈ کے کام کا اعادہ کرتے ہیں۔ اور اس کے بعد اس انتظام پر اجمالی نظر ڈالیں گے، جس کے ذریعے سے بنک اپنی

ذمہ داریوں کو پورا کرتا ہے۔

(۱) بنک آف انگلینڈ حکومت برطانیہ کے فاضلات کا محافظ ہے اور سرکاری مالیات کا انتظام کرتا ہے۔

(۲) وہ دوسرے بنکوں کے فاضلات کا امین ہے۔ اور نہ وہ اپنے کھاتوں میں جو اعتباری امانتیں ان کے نام سے قائم کرتا ہے ان کو دوسرے بنک نقد کے برابر تصور کرتے ہیں۔

(۳) وہ شدید ضرورت اور مصیبت کے زمانے میں کتابی اندراجات کے ذریعے سے اعتباری امانتوں میں اضافہ کرکے زر مہیا کرتا اور اس طرح اس نام نہاد نقد کی مقدار کو بڑھا دیتا ہے۔

(۴) وہ اپنے پاس ایک نقد سرمایہ محفوظ رکھتا ہے جو مقابلۃً دوسرے مضبوط سے مضبوط بنکوں کے نقد سرمایوں سے تقریباً دو چند ہوتا ہے۔

(۵) وہ زر کے ان چند بازاروں میں سے ایک بازار کے مرکزی محفوظ سرمایۂ طلا کا محافظ ہے جن میں ہر قسم کی اعتباری دستاویز طلا سے فوراً مبدل ہو سکتی ہے۔ اور اس طرح بنک کو ہر شدید عملی ضرورت کے لیے تیار رہنا پڑتا ہے خواہ وہ کہیں رونما ہو اور جس کی بنا پر ایسے اشخاص جو لندن میں اعتبار رکھتے ہوں اپنے محصلہ قرضے کو بصورت نقد فلز بنک سے وصول کرنے پر تل جاتے ہیں۔

گویا بنک کی مہیا کردہ سہولتوں اور اس کی ذمہ داریوں کا پلہ برابر ہے۔ اس کا حکومت کے ساہوکار کی حیثیت سے کام کرنا اس کو ایسا وقار اور ایسے حقوق دیتا ہے جو نہایت بیش بہا ہیں، اس سے لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ حکومت ہمیشہ اس کی پشت پناہ ہے۔ اور واقعہ تو یہ ہے کہ بالعموم یہ غلط تصور بھی عوام کے ذہن میں قائم ہو جاتا ہے کہ یہ بنک سرکاری ادارہ ہے نہ کہ حصہ داروں کی مشترکہ انجمن۔ اس بنک میں دیگر بنکوں کے فاضلات رہتے ہیں جن کی بنا پر یہ اس قابل ہوتا ہے کہ حکومت کو زر بطور قرض دے اور اپنی بیاضوں میں محض حسابات کو منتقل کرکے عملی ضرورت کے وقت زر تخلیق کرے۔ دوسری جانب دوسرے بنک اپنے جو فاضلات اس میں امانۃً رکھواتے ہیں ان کو

200

وہ چونکہ بطور نقد اور اپنے دیئے ہوئے اعتبار یا قرضے کی بنیاد کے طور پر استعمال کرتے ہیں اس لیے **بنک آف انگلینڈ** کو اس امر کی نگرانی رکھنی پڑتی ہے کہ ان فاضلات کے مقابلے میں اس کے پاس جو نقد سرمایہ ہے اس پر دوسرے گاہکوں کے مطالبات کے وار حد سے زیادہ نہ پڑنے پائیں۔ اور اسی وجہ سے وہ اپنے ذمے کی واجب الادا رقوم کے مقابلے میں نقد کا تناسب بہت اعلیٰ رکھتا ہے جس سے اس کے نفع حاصل کرنے کے مواقع بہت کم ہو جاتے ہیں۔ سرمایۂ محفوظ میں نقد کی کثیر مقدار رکھنے کی یہ مجبوری اس واقعے کی بنا پر اور بھی زیادہ بڑھ جاتی اور روقت طلب ہو جاتی ہے کہ **بنک آف انگلینڈ** دنیا کے سونے کے چند بازاروں میں سے ایک بازار کے مرکزی ذخیرۂ طلا کا محافظ ہے اس کو باہر سے جو مطالبات پیش ہوں ان کو ہر وقت ادا کرنے کے لیے تیار و مستعد رہنا پڑتا ہے۔ اور ان مطالبات کی بنیاد وہ اعتباری امانتیں ہوتی ہیں جو اس کے قرضے دینے والے دوسرے گاہک قائم کرتے ہیں یا سکا رگھر بنک میں ہنڈی کے دلال کے ذریعے سے ہنڈیوں پر بٹہ کٹوا کر تخلیق کرتے ہیں۔

اس طرح **بنک آف انگلینڈ** کی ذمہ داریوں اور حقوق، مشکلات اور آسانیوں پر تبصرہ کرنے کے بعد ہمیں اب یہ بیان کرنا چاہئے کہ وہ کس کل یا انتظام کے ذریعے سے اپنے مسائل کو حل کرتا ہے۔

گزشتہ بیس سال کی مدت میں ان معاملات میں نہایت اہم اور نتیجہ خیز تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں سنہ ۱۹۰۸ء میں مصنف نے لکھا تھا کہ[1] **بنک آف انگلینڈ** دنیا میں اپنی کوئی نظیر نہیں رکھتا، اور اس کے عجیب و غریب خصوصیات اس کی عمارت میں داخل ہونے سے بیشتر ہی عیاں ہونے لگتے ہیں۔ عمارت کی ظاہری شکل و صورت مکینوں اور آنے جانے والوں کو معمولی سی چیز معلوم ہوتی ہے لیکن دیہاتی نو وارد اس کو دیکھ کر محو حیرت ہو جاتا ہے۔ ایک دیہاتی کو جب یہ معلوم کر کے حیرت ہوئی کہ وہ نیوگیٹ کا قید خانہ نہیں ہے تو مغالطے کی وجہ اس نے

[1] یہاں سے قدیم ایڈیشن کا اقتباس شروع ہوتا ہے

یہ بیان کی کہ مکان میں چونکہ دریچے نہ تھے اس لیے اس نے خیال کیا کہ یہ لازمی طور سے محبس ہی ہوگا۔ سوائے صدر دروازے کے کہ اس کے اوپر تو کھڑکیاں موجود ہیں باقی باہر کی دیوار پتھر کی ٹھوس بنی ہوئی ہے۔ لیکن یہ تو بنک کے کاروبار کا ایک جزو ہے کہ وہ منجملہ اور چیزوں کے قلعہ بھی رہے تاکہ نقب زنوں اور چوروں کی دست برد سے جو دولت کی تقسیم کو بہتر بنانے کے بہت زیادہ مشتاق رہتے ہیں اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکے۔ جیسا کہ ہر شخص جانتا ہے اس نے یہ انتظام پہلے بھی کیا تھا اس لیے کہ گارڈن کے بلوؤں اور ہنگاموں کا بیان نہ صرف تاریخ کی کتابوں میں درج ہے بلکہ (Barnaby Rudge)[1] میں بھی مذکور ہے۔ ٹھوس دیواروں سے بھی زیادہ نمایاں اور موثر چیز مکان کی چھت کی پستی نیز یہ واقعہ ہے کہ یہ بڑا خطۂ زمین ایسی جگہ واقع ہے جہاں زمین فٹوں کے حساب سے بہت قیمت سے ملتی ہے اور وہ ایسی عمارت پر مشتمل ہے جس میں زیادہ تر تہ خانے اور دو منزلہ مکانیت ہے۔ ایک اولوالعزم امریکن نے ایسے بیش بہا موقع محل کو ضائع جاتے دیکھ کر اظہار تاسف کیا اور کہا تھا کہ اگر اس قدیم بنک کا صدر ہوشمند اور ہوشیار شخص ہوتا تو اس عمارت کو بیس منزلہ بنا تا اس کو صاحب جائداد کمپنی بنا کر بمقابلۂ حالت موجودہ دس گنا منافعہ حاصل کرتا اور بنک کاری اور ساہوکاری کے فرسودہ کاروبار میں اپنی اوقات ضائع نہ کرتا"

عمارت کے اندرونی حصے میں بڑے اور کشادہ صحن ہیں اور ایک باغ ہے جو خاص خاص موسموں میں خوشنما پھولوں اور سبز پتوں سے ڈھکا رہتا ہے، اور بھوری بھوری مہیب دیواروں، باہر کی سڑک کے شور اور گڑبڑ کے مقابلے میں بہت ہی پرسکون تفریح گاہ ہے۔ یہاں کبھی کبھی اس بڑے کمرے سے سونے کی جھنکار بھی سنائی دیتی ہے جس میں نوٹ بھنائے جاتے ہیں۔ احاطے کے ایک گوشے میں ایک پرانا قبرستان ہے جس کی وجہ سے یہ خطہ مقدس مانا جاتا ہے۔ چنانچہ بنک کا ایک دیوہیکل محرر بدقسمتی سے یہ خوف کر کے کہ مبادا مرنے کے بعد اس کا

---

[1] ایک ناول کا نام ۔ ۱۲

سات فٹ کا قیمتی ڈھانچہ لاش چرانے والوں کے ہاتھ لگ جائے اپنی وصیت کی بنا پر بنک کی چار دیواری کے اندر اس توقع کے ساتھ دفن ہوا تھا کہ اس خطے میں اس کی ہڈیاں آرام سے رہیں گی۔ لیکن اب سے چند سال پیشتر بعض مزدوروں کو تہ خانوں میں ترمیم و تبدیلی کرنے کے سلسلے میں ایک قوی الجثہ انسان کے جبڑے کی ہڈی ملی۔ یہ ایک دنداں ساز کے ہاتھ فروخت کی گئی جو اپنے مریضوں کے سامنے بڑے فخر و مباہات کے ساتھ اس ہڈی کی نمائش کرتا ہے۔ اس طرح ڈیوہیکل محرر کا خوف ایک حد تک پورا ہو کر رہا۔"

202 "جب ہم بنک کے انتظام پر غور کرتے ہیں تو اس کے دو سب سے نمایاں خصوصیات معلوم ہوتے ہیں۔ ایک تو اس کے مجلس نظما[2] کا دستور اور دوسرے اس کا گشتی یا دوری نظم و نسق اور یہی دو معاملے ایسے ہیں جن پر بنک کے نقادوں کی تیز نگاہیں ہمیشہ جمی رہتی ہیں۔ بنک کی مجلس انتظامی ایسی جماعت ہے جس میں سکار گھروں اور تجارتی کوٹھیوں سے ارکان کی بھرتی ہوتی ہے۔ اور ان ارکان کا انتخاب خود مجلس کرتی ہے، جس کو حصہ دار محض بطور ضابطہ منظور کر لیتے ہیں۔ یہ ایک غیر منضبط قانون ہے کہ مجلس کا رکن کوئی ساہوکار لفظ ساہوکار کے معمولی مفہوم میں، یعنی کوئی ایسا شخص نہیں بن سکتا جس کا تعلق عام جاک بھنانے والے بنکوں سے ہو۔

بادی النظر میں یہ ان بے ضابطہ مہملات میں سے ایک مہملیت معلوم ہوتی ہے جو انگلستان میں بکثرت پائے جاتے ہیں، اور بیرونی ممالک کے ذہین اشخاص کے لیے جو اس تکلف کو سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں یہ ایک چیستاں سے کم نہیں۔ بنک کاری کے اس قدر اہم فرائض انجام دینے والی جماعت یعنی بنک آف انگلینڈ کا اپنی مجلس نظما کی رکنیت سے ہر اس شخص کو محروم رکھنا جو فن بنک کاری میں مہارت تامہ رکھتا ہو ایک ایسا موضوع ہے جو ستم ظریف ہجو نگاروں کو طبع آزمائی کی دعوت دیتا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ بے ضابطگی انگلستان کی دیگر بے قاعدگیوں کے

---

[1] دیکھو اسٹرکوی کی کتاب موسوم بہ "زر بازار" (Money Market) باب ۔

[2] (Court of Directors)

شل نہ صرف عملاً کار آمد ثابت ہو رہی ہے بلکہ جیسا کہ ٹھنڈے دل سے اور غائر نظر ڈالنے سے واضح ہوگا سلامت روی پر مبنی اور بالکل حق بجانب ہے۔ اس لیئے کہ اول تو یہی امر خود صاف طور سے نازیبا ہے کہ دیگر بنکوں کے بیرونی حلقے کے کسی شخص کو بنک آف انگلینڈ کی رکنیت حاصل کر لینے کے بعد اپنے رقیبوں کے اسرار معلوم کرنے کا موقع ملے، اور دوسرے بنک ایسے خاص حقوق سے محروم رہیں۔ لیکن اگر دوسرے بنکوں کو بھی مجلس میں نمائندگی کا حق دیا گیا تو مجلس ایک ایسی کثیر التعداد جماعت بن جائے گی جس کا سنبھالنا دشوار ہوگا اور مجلس کا کمرہ باہمی رقابتوں، رشک و حسد اور ایک دوسرے کے خلاف ریشہ دوانیوں کا دنگل بن جائے گا۔ دوسرے یہ کہ تناسب نمائندگی کے مسئلے کا حل کرنا دقت طلب ہوگا۔ بحالت موجودہ مجلس بنک دیگر بنکوں سے کوئی تعلق نہیں رکھتی بجز اس کے کہ ان کے فاضلات بنک میں جمع ہیں۔ اس لحاظ سے وہ ان کی کارروائیوں کی بے لاگ اور غیر طرف دارانہ طریقے پر نگرانی کر سکتی اور ان کو عند الضرورت کار آمد مشورے دے سکتی ہے۔"

"علاوہ بریں بنک آف انگلینڈ کے مذکورۂ بالا فرائض بظاہر بہت سے اہم اعتبارات سے دیگر بنکوں کے فرائض سے مختلف ہیں۔ اس کے خاص گاہک یعنی حکومت اور دیگر بنک ایسی مخصوص نوعیت رکھتے ہیں کہ ان کے فاضلات کے مسئلے کے بارے میں خاص نقطۂ نظر سے کام لینا پڑتا ہے، اور بین الاقوامی فلز کے بہاؤ کے مدّ و جزر کی تنظیم کر کے محفوظ ذخیرۂ طلا کو برقرار رکھنے کا فریضہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کو حل کرنے کے لیے معمولی بنک والوں کی تربیت و مہارت بہت ہی کم مدد دے سکتی ہے۔ اس مسئلے پر عبور حاصل کرنے کی صلاحیت بدیہی طور سے بنک کے نظماہی میں بدرجہا زیادہ موجود ہوتی ہے اس لیے کہ ساہوکاروں اور تجارتی کوٹھیوں سے ان کا جو تعلق ہے اس کی بنا پر ان کو ممالک غیر کے کاروباری معاملات کا بہت ہی گہرا اور تازہ بہ تازہ علم ہوتا ہے۔"

"پھر بھی مجلس بنک کے نئے ارکان کے انتخاب کی تحدید کر کے مجلس مذکور پر جو بندش عائد کی گئی ہے وہ یقیناً بنک کے انتظامی نقائص میں سے ایک نقص ہے۔

203

چنانچہ موجودہ کاروباری حالات کی تغیر پذیری کے باعث لائق و موزوں نئے امیدواروں کا بھرتی کرنا اس کے لیے روز افزوں زیادہ دقت طلب ہوتا جا رہا ہے۔ اس کے حلقۂ عمل میں کچھ نہ کچھ توسیع مناسب معلوم ہوتی ہے اور بنک نے حال میں اپنے ماحول کے تغیرات کے مطابق اپنے آپ کو منظم کرنے میں جو سرگرمی دکھائی ہے اس کے نظر کرتے یقین ہوتا ہے کہ یہ توسیع عمل میں لائی جائے گی۔ اس کی اس سرگرمی و مستعدی کی مثال کے طور پر یہ امر بیان کیا جا سکتا ہے کہ بنک آف انگلینڈ ہی شہر لندن کا سب سے پہلا ادارہ ہے جس نے اپنے محرروں اور اہل کاروں کی صف میں صنف اناث کو معقول تعداد میں جگہ دی ہے۔"

مذکورۂ بالا اعتراض سے زیادہ مبنی بر صداقت اعتراضات دوری نظم و نسق کے بارے میں کئے جاتے ہیں جس کی رو سے بنک کا گورنر صرف دو سال تک گورنری کے عہدے پر رہتا ہے اور یہ لازمی ہے کہ اس انتخاب سے قبل وہ نائب گورنر کے عہدے پر دو سال تک کارگزار رہ چکا ہو۔ اس کے بعد بقول اس طریق کے نقادوں کے ٹھیک ایسے وقت پر جبکہ وہ اپنے فرائض پر کامل عبور حاصل کر لیتا اور پختہ کار ہو جاتا ہے اپنے عہدے سے سبکدوش کر دیا جاتا اور اس مجلس خزانہ[1] کا گمنام رکن بنا دیا جاتا ہے جس کی رکنیت کی لازمی شرط ہی یہ ہے کہ وہ رکن سابق میں گورنر رہ چکا ہو۔ مذکورۂ بالا اعتراض کے قطع نظر اس طریقے کا ایک نتیجہ یہ ہے کہ بنک کا کوئی ناظم اس وقت تک گورنر نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ مجلس بنک کا کئی سال تک رکن نہ بنا رہے۔ نتیجہ یہ کہ مجلس بنک میں نوجوان اشخاص کو بطور رکن اس امید میں منتخب کرنا پڑتا ہے کہ انہیں بیس سال کی مدت میں کام کرتے کرتے ان میں گورنری کی قابلیت پیدا ہو جائے گی۔ اور یہ چیز بعض اوقات اتفاقی طور پر خطرناک ہو جاتی ہے۔

204

اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہ طریقہ جس کی رو سے گورنر کا انتخاب کیا جاتا ہے کسی قدر اتفاقی اور غیر قطعی ہے۔ پھر بھی وہ فوائد سے خالی نہیں ہے۔

---

[1] Committee of Treasury

خزانے کی کمیٹی پختہ کار اور تجربہ کار افراد پر مشتمل ہوتی ہے جن کے مشورے سے بنک کا گورنر ہمیشہ استفادہ کرسکتا ہے۔ اور چونکہ گورنر کے عہدے کی مدت میعادی ہوتی ہے اس لیے وہ اپنی مجلس بنک کے رفقائے کار اور مختلف شعبوں کے صدروں کے مشوروں پر عمل کرنے اور تجربات سے فائدہ اٹھانے کی جانب زیادہ مائل ہوتا ہے۔ اور اس طرح عہدے پر مستقلانہ کارگزار رہنے کی صورت میں، جیسا کہ اکثر تجویز پیش کی جاتی ہے، وہ جس خود مختاری اور مطلق العنانی سے کام کرتا اس میں بحالت موجودہ مقابلتاً اعتدال پیدا ہوجاتا ہے۔ اور یہ امر نہایت اہم اور ضروری ہے کہ بنک آف انگلینڈ کا حاکم مطلق بحیثیت مجموعی تمام تجارتی طبقے کی سلامت روی کا تابع و ترجمان رہے اور کسی فرد واحد کے خیالات و تعصبات کا اثر نہ لے۔ لیکن بنک آف انگلینڈ کے دستور کی اصلاح کے لیے جو متعدد تجاویز پیش کئے گئے ہیں ان پر نظر کرنا اور جانچنا موجودہ کتاب کا مقصد نہیں ہے۔
نتائج کی کسوٹی پر کسنے سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ بنک آف انگلینڈ نہ صرف بے مثل و بے نظیر ہے بلکہ اب تک کوئی اس کی گرد کو بھی نہ پہنچ سکا۔ وجہ یہ کہ دنیا کا کوئی ادارہ ایسا نہیں ہے جو اپنے پاس اس مرکز کے نام کا ڈرافٹ پیش ہونے پر جس کا وہ خود صدر ہو اس کو فوراً زر نقد سے مبدل کرنے کی اہم ذمہ داری اس قدر دائمی مستعدی کے ساتھ قبول کرتا ہو جس قدر کہ بنک آف انگلینڈ نہایت خندہ پیشانی اور خود داری کے ساتھ انجام دیتا ہے۔ بنک آف انگلینڈ انگریزی نظام کا مرکز و محور ہے اور انگریزی نظام بنک کی لچک و تغیر پذیری پر تمام دنیا رشک کرتی ہے۔ اگر ایسی نازک کل میں جیسی کہ اعتباری نظام کی کل ہے کوئی تبدیلی کی گئی، خواہ وہ کتنی ہی خفیف کیوں نہ ہو، تو اس سے مضر اور غیر متوقعہ نتائج رونما ہو سکتے ہیں۔[1]"

۱۹۰۸ء کے بعد سے اپنے ماحول کی تبدیلیوں کے مطابق اپنے آپ کو منظم کرنے کی مستعدی بنک آف انگلینڈ نے کئی موقعوں پر سرگرمی کے ساتھ ظاہر کی

[1] یہاں ۱۹۰۸ء کے قدیم ایڈیشن کا اقتباس ختم ہوتا ہے۔

اور نہایت تندہی سے کام کیا۔ اس کی ظاہری شکل بھی تغیر پذیر ہے۔ اس لیے کہ اب ایک مرتفع مکان تعمیر کیا جا رہا ہے۔ یہ نئی عمارت قدیم دو منزلہ مکان کی بڑی حد تک جگہ لے لے گی اگرچہ باہر کی پرانی دیواریں پورے احترام کے ساتھ بدستور محفوظ رکھی جائیں گی باوجود اس کے کہ سڑک کی توسیع کی تجویز ان کی موجودگی کی مخالف ہے۔ پرانا باغ اب تک یعنی جولائی سنہ ۱۹۲۹ء تک موجود ہے۔ لیکن جب نئی عمارت پایۂ تکمیل کو پہنچے گی تو یہ بھی غائب ہو جائے گا۔ سامنے والا قدیم صحن باقی نہیں رہا ہے جس پر قدیم روایات کے مطابق جب کبھی حسابی تنقیح کے ختم پر ضیافت کی جاتی تھی تو لکیریں کھینچ دی جاتی تھیں تاکہ نظماء بنک (حالت سرور میں) بھٹکنے نہ پائیں بلکہ ان کے سہارے چلیں۔

اب مجلس نظماء کو چند نئے ارکین کے اضافے سے بہت تقویت حاصل ہوئی ہے۔ ان میں ایک تو مشرقی بنک کاری کا ماہر ہوتا ہے جو سابق میں خزانے کا عہدہ دار رہ چکا ہو اور ہندوستانی مالیہ کی وزارت کا زینہ طے کر چکا ہو۔ دوسرے زبردست کارپرداز سر جوشیا اسٹامپ ہیں جو ریلوے کے صدر نشین، عالم معاشیات، ماہر اعداد و شمار و اخلاقیات اور تاوانات جنگ کے مسائل پر کامل عبور رکھتے ہیں، اور جنھوں نے انگلستان میں مالگزاری کے عہدہ دار کی حیثیت سے ملازمت شروع کی تھی۔ لیکن سب سے عجیب و غریب تجاوز جو مجلس نظماء نے اپنے قدیم عمل میں کیا یہ ہے کہ سر ای یم ہاروے سابق صدر خزانچی کو بنک کا نائب گورنر مقرر کیا۔ بنک کے ایک اور عہدہ دار سر گارڈن نیرن کو جو سابق میں صدر خزانچی اور بعد میں کنٹرولر کی نئی جائداد پر مامور ہوئے تھے مجلس نظماء کی رکنیت پر ترقی دی گئی۔ اسی کے ساتھ عملے میں بھی کچھ ردّ و بدل کر کے نہ صرف خزانے کے دو سابق عہدہ داروں کا اضافہ کیا گیا ہے بلکہ عارضی طور سے ڈاکٹر اسٹورٹ کا بھی تقرر کیا گیا ہے جو اس سے قبل واشنگٹن کے فیڈرل ریزرو بورڈ کے عہدہ دار اعداد و شمار تھے۔" خلاصہ یہ کہ "جیسا کہ رسالہ اکنامسٹ نے اپنی ۲۶ر جنوری سنہ ۱۹۲۹ء کی اشاعت میں لکھا تھا، "بنک نے ماضی میں اس کا ثبوت دیا ہے اور اب بھی دے رہا ہے کہ وہ

205

وسیع وجدید معلومات کے تجربہ کار اشخاص کے خدمات حاصل کرنے کے لیے ہر ممکن
موقع سے مستفید ہونے کا انتہائی شوق رکھتا ہے"۔ ناظرین دیکھیں گے کہ لندن کے
معمولی بنک جنھیں عام طور سے حساب گھر کہا جاتا ہے اب بھی مجلس نظما میں اپنا
کوئی نمائندہ نہیں رکھتے۔ ان کی نمائندگی کے خلاف جو وجوہ اوپر بیان کیے گئے
ان میں سے اکثر اب بھی صادق آتے ہیں لیکن بنک اور اس کے طریق کار کے
نقادوں کا یہ کہنا صحیح ہے کہ ملک کی اہم دولت آفرین صنعتوں کو بھی اپنے سب سے
بڑے اور مستند مالی ادارے کے کاروبار میں شرکت کا موقع ملنا چاہیے۔ چنانچہ جب
سر جوشیا اسٹامپ نے مجلس بنک کے رکن مقرر ہونے پر کارخانہ امپریل کیمیکلس[1]
کی مجلس انتظامی کی رکنیت سے استعفا دیدیا تھا تو لوگوں میں اس سے بہت کچھ
ناگواری پیدا ہوئی تھی۔

لیکن عوام کے نقطۂ نظر سے جو سب سے اہم تبدیلی **بنک آف انگلینڈ**
میں رونما ہوئی ہے وہ بنک کے گورنر کی حیثیت کی تبدیلی ہے۔ یہ امر کہ لارڈ کنلف
(جس خطاب سے وہ بعد میں مخاطب ہوئے) آغاز جنگ پر گورنر مقرر ہوئے اور
۱۹۱۸ء تک یعنی جنگ کے آخری سال تک اسی عہدے پر مسلسل فائز رہے بظاہر
مناسب تھا۔ لیکن عام طور سے یہ خیال کیا گیا کہ دو سالہ گورنری کے طریق میں
اس طرح جو رخنہ پڑا وہ جنگ کے زمانے کے لیے ناگزیر تھا۔ چنانچہ جب ان کے جانشین
سر برائن کوکین[2] جو اب لارڈ کلن آف اشبورن ہیں ۱۹۲۰ء میں مستعفی ہوئے تو
بظاہر ایسا معلوم ہوا کہ دو سالہ دور کا طریق علی حالہ قائم ہے۔ لیکن لارڈ کلن کے
الگ ہونے کے بعد سے مسٹر مانٹیگو نارمن بحیثیت گورنر مسلسل کام کر رہے ہیں
ہر دو سالہ مدت کے اختتام پر ان کا دوبارہ انتخاب و تقرر کیا جاتا ہے۔ اور ہمیں
ابھی تک اس کا علم نہیں ہے کہ آیا ان کی مسلسل صدارت کسی جدید قاعدے
یا طریق کے نفاذ کا نتیجہ ہے۔ ہر اس موقع پر جبکہ ان کا دوبارہ تقرر عمل میں آتا ہے
ایسے لوگ جو زر کے بازار کے اندرونی عمل سے بخوبی واقف ہیں یا جن کو بخوبی

ف ۱ Board of Imperial Chemicals

ف ۲ Sir Brian Cockayne.

206

واقف ہونا چاہئے اس تقرر کے متعلق دل سے پسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں۔ اس کے برخلاف قدیم وضع کے نقاد اس کو بنظر استحسان نہیں دیکھتے۔ سردست تو ہر شخص یہ تسلیم کرتا ہے کہ مسٹر نارمن نے تمام کاروباری دنیا کے سامنے اپنی محنت شاقہ اور بے لوث کارگزاری کی نہایت عمدہ مثال پیش کی ہے، اور یہ کہ جنگ کے بعد کے پُر آشوب زمانے میں انھوں نے نیویارک کے فیڈرل رزروبنک کے مسٹر بنجمن اسٹرانگ آنجہانی کی شرکت و تعاون سے تمام عالم کے لیے بیش بہا اور نمایاں خدمات انجام دیں۔ 207

ایسے زمانے میں جبکہ مدبران سیاست نزاع پیدا کرنے میں مصروف تھے، ایک دوسرے کا منہ چڑھاتا اور حرکات و سکنات سے خفگی کا اظہار کرتا تھا، اس وقت ان دونوں اشخاص نے تمام کاروباری دنیا کے سامنے یہ ثابت کر دکھایا کہ اس زمانے میں دنیا کو جس شئے کی حقیقی احتیاج تھی وہ تنظیم جدید اور تعاون تھی، اور انھی دونوں نے یورپ کو دوبارہ اس کے پیروں پر کھڑا کرنے کی کمال استقلال کے ساتھ اور مردانہ وار کوشش کی۔ ان کے مساعی بہت زیادہ کامیاب ہوتے اگر ماہران سیاست ان کی راہ میں حائل نہ ہوتے اس لیے کہ جس زمانے میں یہ دونوں اشخاص نظام ہائے زر کے ثبات پذیر بنانے اور تنظیمی اغراض کے لیے قرضوں کا اجرا کرنے میں مصیبت زدہ و شکستہ حال ملکوں کا ہاتھ بٹانے میں منہمک تھے اور ان میں اتحاد و یکجہتی پیدا کر رہے تھے، اس زمانے میں ماہران سیاست ان کی راہ میں تجارتی رکاوٹیں ڈالنے اور موانع پیدا کرنے میں لگے ہوئے تھے اور اپنے اپنے ملکوں کی فریب خوردہ پبلک کو چلا چلا کر یہ باور کرا رہے تھے کہ بیرونی ممالک سے اشیا کی درآمد کرنا ملک کے حق میں مفید نہیں ہو سکتا۔

بارھواں باب

شرح بنک اور بازاری شرح

(۱) شرح بنک کا مفہوم (۲) سابق میں یہ معمولی اوقات میں بہت کم موثر تھی (۳) شرح بنک اور بازاری شرح میں اب تعلق قائم ہوگیا ہے (۴) بازاری شرح کی تنظیم کیوں ضروری ہے (۵) بنک آف انگلینڈ کا اقتدار بازار پر (۶) خزانے کی ہنڈیوں کا لین دینا (۷) پوشیدہ ہونا (مردے از غیب) (۸) زیادہ قریبی گہرا ذاتی تعلق (۹) آزاد بازار کی پالسی۔

208

بنک آف انگلینڈ کی طرف سے ہنڈی پر بٹہ کاٹنے کی جو اقل ترین شرح بحساب فی صد مقرر کی جاتی ہے، اس کو شرح بنک کہتے ہیں۔ وہ بٹہ کی بازاری شرح سے اس لحاظ سے مختلف ہوتی ہے کہ وہ عموماً اعلیٰ تر ہوتی ہے، اس میں بازاری شرح کی طرح ہمیشہ تغیر نہیں ہوتا رہتا یعنی وہ ہنڈیوں کی رسد و طلب کے تغیرات کے ساتھ ساتھ تبدیل نہیں ہوتی بلکہ مجلس بنک کے خاص جلسے میں جو صرف ہر جمعرات کو منعقد ہوتا ہے مقرر کی جاتی ہے، اور سوائے خاص غیر معمولی صورتوں کے ہفتے کے کسی دوسرے دن اس میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ بنک یوں تو ہمیشہ بٹے کی اقل ترین

شرح کا اعلان کرتا ہے۔ لیکن اگر اس کے پاس پیش ہونے والی ہنڈیوں کی مقدار میں غیر معمولی
اضافہ ہو جائے تو وہ بالعموم اس کم شرح پر بٹہ کاٹنے سے انکار کر دیتا ہے بلکہ بعض اوقات
زیادہ بٹہ کاٹنے لگتا ہے اور آنے والی جمعرات کے جلسے میں مجلس اسی اعلیٰ شرح کو
دفتری شرح قرار دے دیتی ہے بنک قرضوں پر جس شرح سے سود لیتا ہے وہ عام طور پر
شرح بٹہ سے نصف فی صد زیادہ رکھی جاتی ہے۔ بنک جس وقت مقررہ
دفتری شرح سے ہنڈیوں پر بٹہ کاٹتا ہے یا اسی شرح کے مساوی یا اس سے
اعلیٰ شرح پر قرضے دیتا ہے، تو شرح بنک "موثر" کہی جاتی ہے۔

واضح ہو کہ بنک کی مقررہ دفتری شرح صرف صدر دفتر ہی میں اور وہاں بھی
صرف جزوی حیثیت سے رائج رہتی ہے جب اہل معاملہ خانگی حیثیت سے
بنک آف انگلینڈ کے پاس ہنڈیاں پیش کرتے ہیں، تو وہ ان پر نہ صرف
صدر دفتر میں بلکہ اپنی شاخوں میں بھی بازاری شرح سے بٹہ کاٹتا ہے۔ حقیقت
یہ ہے کہ جیسا کہ دیگر بنک اکثر شاکی تھے **بنک آف انگلینڈ** دوسرے بنکوں
سے مقابلہ کیا کرتا تھا اور اپنی شرح کو ان کی شرح سے ہر حالت میں کم رکھنے کی کچھ ایسے
طریق پر کوشش کرتا تھا جس سے ان بنکوں کو کوفت اٹھانی پڑتی تھی اور یہ ایک
حد تک بجا بھی تھی۔ مگر یہ واضح رہے کہ **بنک** اس حالت و حیثیت پر
از خود نہیں آیا بلکہ حالات و واقعات نے اس کو آنے پر مجبور کیا
اس کی متعدد شاخیں از خود قائم نہیں ہو گئیں۔ بلکہ ملک میں خاص خاص
عارضی حالات کی وجہ سے ان شاخوں کی جب ضرورت محسوس ہوئی
اس وقت قائم کی گئیں جب ہر طرف زرعی و صنعتی مرکز قائم ہونے لگے اور
ان کی روز افزوں ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے دوسرے بنکوں کا جال پھیلا
اور بنک کاری کی سہولتیں عام ہو گئیں تب بھی بنک آف انگلینڈ کی شاخیں
بدستور قائم رہیں اور اپنے وجود کو حق بجانب ٹھہرانے کے لیے لازمی طور سے انھیں
کچھ جد و جہد کرنی پڑی۔ اس وجہ سے دوسرے بنکوں کو قدرتی طور سے شکایت کا
موقع ملا اور اسی بنا پر ان کو شکایت تھی کہ بنک آف انگلینڈ ان سے زر چھین کر
خود انھیں کے حلقۂ کاروبار میں انھی کے زر سے کم شرح جاری کر کے ان کو زک دینے کی

کوشش کرتا تھا۔

یہ قدیم شکایت اب تو رفع یا معاف کر دی گئی ہے۔ لیکن اب ایک نئی شکایت یہ پیدا ہوئی ہے کہ بنک آف انگلینڈ بعض غیر ملکی نیم غیر ملکی اداروں کی اعانت کرتا ہے اور اس پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ ان کی کچھ اس طرح پر دست گیری کرتا ہے کہ اس سے ان کے مدمقابل یعنی انگلستان کے مبادلے اور سکار کا کاروبار کرنے والے باشندوں کے حق میں ناانصافی ہوتی ہے۔ یہ اعتراضات زمانۂ مابعد جنگ کے ان امدادی کاموں کے متعلق پیدا ہوئے جو بنک نے براعظم میں انجام دئیے۔ لیکن نئے نائب گورنر نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ "مرکزی بنک کو تجارتی بنکوں سے عام بنک کاری کے معاملات میں بالعموم مسابقت نہ کرنی چاہئیے"[1]

لیکن قدیم شکایت کے زمانے میں شرح بنک اس قدر شاذ و نادر موثر تھی کہ اگر بنک بٹے کا کاروبار کرنا چاہتا تو اسے ادنی شرح پر ہنڈیاں لینی پڑتی تھیں۔ اگر وہ اندرون ملک صرف اپنی دفتری شرح پر ہنڈیاں لیتا تو اس کے گاہکوں یعنی دیگر بنکوں کو تو شکایت کا موقع نہ ملتا کیونکہ بنک کو بہت کم ہنڈیاں ملتیں لیکن جب وہ اپنی دفتری شرح سے نیچے اتر آتا بازار کی کشمکش میں حصہ لیتا اور خود بازار کے زر سے بازار کو زک دینے کی کوشش کرتا تو بازار کو شکایت کرنے کی وجہ تھی۔

دفتری شرح اور بازاری شرح میں کوئی باہمی تعلق موجود نہ ہونے کا ایک نتیجہ یہ بھی تھا کہ بازاری شرح بالکلیہ غیر منظم رہتی تھی۔ جنگ سے قبل کے زمانے میں بازاری شرح بسا اوقات دیگر بنکوں، کے ہنڈی کے دلالوں اور ہنڈی بیچنے والوں کے باہمی مقابلے اور باہمی گفت و شنید و کشمکش سے طے پاتی تھی اسی وجہ سے اس کا تعین محض افراد کے بے تکے اور متضاد خیالات کی بنا پر ہوتا تھا جو کسی پیش آئندہ کاروباری مقابلے کے متعلق اٹکل پر قائم کیے جاتے تھے۔ اور اس کے تعین کا محرک بازار از بحیثیت مجموعی زر کا کاروبار کرنے والی دنیا کے مفاد و بہبودی کا خیال نہ ہوتا تھا۔ انفرادی ساہوکار یا ہنڈی دلال جو اپنی ہنڈیوں کے ذخیرے میں اضافہ کرنا یا منقضی المیعاد ہنڈیوں کی

210

[1] دیکھو ایک کتاب موسوم بہ "مرکزی بنک" Central Banks از سر ارنسٹ ہاروے کے بی ای۔ صفحہ ۲۰۔

تجدید کرنا چاہتا تو وہ قدرتی طور سے بہترین ممکنہ شرح سے بٹہ کاٹتا، اور اس سے یہ توقع
211 نہیں رکھی جا سکتی کہ وہ اپنے اس فعل سے باز رہے اور رُک کر اس امر پر غور کرے کہ
ادنیٰ شرح بٹہ سے ہنڈی خریدنے کا اثر مبادلات خارجہ پر مضر پڑے گا یا کسی بیرونی
کوٹھی کا کاروبار کرنے والے کو لندن کے ذخیرۂ طلا پر بہت زیادہ دسترس حاصل
ہو جائے گی۔ اسی وجہ سے بالعموم یہ ہوتا تھا کہ اخباروں میں زر کے متعلق جو مقالے
لکھے جاتے تھے ان میں اس امر کے بارے میں اظہار تاسف کیا جاتا تھا کہ شرحوں کو
بہت سُرعت کے ساتھ گھٹنے دیا جا رہا ہے گویا ساہوکار اور ہنڈی دلال کوئی قابل
اعتراض اور مذموم کاروبار انجام دے رہے ہیں۔ حالانکہ وہ جو کچھ کرتے تھے وہ صرف
یہ تھا کہ اپنی مطلوبہ ہنڈیوں کو صرف ایسی شرح پر خریدتے تھے جس پر خریدنے کی
ان کو حالات اجازت دیتے تھے۔ اور یہ بظاہر بہت ہی عجیب بات معلوم
ہوتی تھی کہ شہر کے مدیران اخبار سٹے کے بازار کے رجحان کے متعلق تو اس قدر
اظہار تاسف کریں اور کنسول کی قیمت کے اضافہ و تخفیف کے متعلق یہ تسلیم کریں
کہ تمسک کے بازار میں رسد و طلب کا ناگزیر عمل اور ردّ عمل کنسول کی قیمت کے
تغیرات کا باعث تھا۔

سٹے کے بازار کے تغیرات کے متعلق اس رائے کا جواز صرف یہ تھا کہ سٹے کی
بازاری شرح اور مبادلات خارجہ کے مابین، جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے بہت ہی قریبی
تعلق پایا جاتا ہے جب سٹے کی بازاری شرح کو لندن میں نسبتہً کم ہونے دیا جاتا ہے
تو بٹہ کٹوانے کی غرض سے بیرونی ممالک سے قدرتی طور سے لندن زیادہ ہنڈیاں
بھیجی جاتی ہیں یعنی یہ کہ انگلستان میں تمسکات کی درآمد بڑھ جاتی ہے اور اس طرح
بین الاقوامی قرض داری کا توازن متاثر ہوتا اور انگلستان کے ذمے زیادہ رقوم
واجب الادا ہو جاتے ہیں" اور مبادلے کی شرحوں میں ایسے نقطے تک تغیر ہونے
کا میلان رونما ہوتا ہے جس پر پہنچنے کے بعد ڈرافٹ خریدنے کے مقابلے میں بذریعہ
جہاز ترسیل طلا کرنا نسبتہً زیادہ فائدہ بخش ہوتا ہے۔ دوسرے مرکزوں کی شرحوں
212 کے مقابلے میں لندن کی شرح بالعموم ادنیٰ ہوتی تھی لیکن اس کا اضافی ادنیٰ پن
محض فرق مدارج کا سوال تھا۔ اور جب اس درجے میں ایسے طریقے پر زیادتی واقع

ہوتی جو عام مالی صورت حالات کے مدنظر حق بہ جانب ہوتی تو ایسے حالات رونما ہوتے جس کی اخباروں کی جانب سے سخت نکتہ چینی اور مخالفت کی ضرورت پڑتی تھی۔ کیونکہ اخبار تو محض شہر کی صائب رائے کا عکس پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن انفرادی ساہوا ور دلال جن کا باہمی مقابلہ شرح بٹہ کو کم کرتا ہے' ان امور سے متاثر ہو کر اپنا ہاتھ نہیں روکتے۔ اس لیے کہ اول تو ہر شخص اس خیال کو لغو سمجھے گا کہ محض اس کے انفرادی فعل کا کوئی قابل لحاظ اثر رونما ہوگا۔ دوسری وجہ یہ کہ اگر اس کا کوئی قابل لحاظ اثر رونما بھی ہوا تو وہ یہ خیال کرے گا کہ اس سے اس امر کی توقع کس طرح رکھی جاسکتی ہے کہ وہ مبادلات خارجہ کے ناموافق بڑھاؤ کو روکنے کی خاطر اعلیٰ شرح پر ہنڈی ملنے کا انتظار کرے اور اعلیٰ درجے کی ہنڈیوں کے پلندے کو جو کم شرح پر اس کو دستیاب ہو رہی ہوں لینے سے انکار کرے۔ مبادلات کی ناموافق شرحیں ساہوا ور دلال کو صرف اسی صورت میں ہنڈیوں کی خریداری کے بارے میں محتاط بناتی ہیں جبکہ احتیاط کرنے میں خود انھی کا فائدہ ہو۔ اس لیے کہ ایسی ناموافق شرحیں عام طور سے یہ توقع دلاتی ہیں کہ آئندہ ان میں اضافہ ہوگا اور اس طرح وہ ہنڈی کے خریداروں کو انتظار کرنے کی ترغیب دیتی ہیں لیکن یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ کل بازار کے مفاد کی خاطر انفرادی خریدار اپنا ہاتھ روک لیں گے۔

پس ہم دوبارہ اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ بنک آف انگلینڈ سے جس ذخیرۂ طلا کے رکھنے کی توقع کی جاتی ہے دیگر بنکوں کی قائم کردہ امانتوں سے ہمیشہ اس کے خالی ہونے کا اندیشہ لگا رہتا ہے۔ اور یہ اندیشہ اس اعتبار سے اور بھی زیادہ قابل لحاظ ہو جاتا ہے کہ دیگر بنک بنک آف انگلینڈ کی نقدی کی حالت کا کوئی فوری لحاظ کئے بغیر محض اپنے ذاتی کاروبار کی ضرورت و اقتضا کے مطابق اپنا کاروبار جاری رکھتے ہیں۔ 213

اس طرح انگلستان کے زر کے نظام کی قابل تعریف لچک ہی ایک حد تک باہمی ارتباط کی کمی کا سبب بنی اور اس کی اصلاح کے لیے بنک آف انگلینڈ کو گاہ گاہ فوری و موثر تدابیر اختیار کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی۔

یہ بے ربطی ایک حد تک حالیہ تغیرات کی وجہ سے پیدا ہوئی۔ اور اس کے رونما ہونے کی وجہ یہ تھی کہ بنک آف انگلینڈ کے حلقۂ اثر کے باہر دوسرے ایسے

اعتباری امانتیں تخلیق کرنے والے اداروں میں عظیم الشان ترقی ہوئی جن کی امانتیں تو کثیر المقدار ہیں مگر ان کی بنیاد بنک آف انگلینڈ کا ذخیرہ محفوظ ہے گویا ہر اعتباری امانت جو ممالک غیر کے باشندے کو دی جاتی ہے وہ بٹہ یا قرضے کی صورت میں بنک کے نقد محفوظات پر یورش کا سامان تیار کرتی ہے۔ بیجہٹ کے زمانے میں بنک آف انگلینڈ اپنے اقتدار و اختیار کو بظاہر نسبتہً زیادہ سہولت کے ساتھ عمل میں لاتا تھا۔ چنانچہ صفحہ ۱۰۹ مندرجہ حاشیہ پر جس عبارت کا حوالہ دیا گیا ہے اس میں ہم بیجہٹ کا یہ بیان پاتے ہیں کہ معمولی اوقات میں لمبارڈ اسٹریٹ بنک آف انگلینڈ کے دیئے ہوئے زر کے بغیر ہنڈیوں پر بٹہ نہیں کاٹ سکتی تھی۔ دوسرے الفاظ میں جس وقت بیجہٹ نے کتاب لکھی تھی شرح بنک بجز غیر معمولی موقعوں کے ہمیشہ موثر رہا کرتی تھی۔

لیکن زمانۂ ما قبل جنگ میں اس حالت کا شائبہ بھی نہ پایا جاتا تھا۔ برخلاف اس کے بنک آف انگلینڈ کو اپنی شرح موثر بنانے کی غرض سے ایسے زمانے میں زر قرض لینا پڑتا تھا جبکہ وہ قرضہ لینا نہ چاہتا تھا اس لیے کہ بازار میں زر کی رسد وافر ہونے کی وجہ سے وہ جانتا تھا کہ تاوقتیکہ رسد زر کی قلت نہ واقع ہو ساہوکار اور دلال ایسی شرحوں پر ہنڈیوں پر بٹہ کاٹنے کا سلسلہ جاری رکھیں گے جو مبادلات خارجہ کو انگلستان کے خلاف رکھیں گے۔ دوسرے الفاظ میں اعتباری امانت تخلیق کرنے والی کل نے اپنی پیداوار مہیا کرتے میں اس قدر خوبی کے ساتھ کام انجام دیا تھا کہ بنک آف انگلینڈ کو جسے اس طرح تخلیق کردہ امانتوں اور

214

واجب الادا رقموں کو ادا کرنے کے لیے تیار رہنا پڑتا تھا، کچھ پیداوار کو اس کے قابضوں اور حاملوں کے پاس سے لے لینا پڑتا تھا اور ان کو ایسی شرح دینی پڑتی تھی جو ہنڈیوں کو بہت ہی ادنیٰ شرح پر خریدنے کے ترغیبات کو رد کرے۔

بنک یہ کام زر کے بازار میں جا کر اور وہاں سے قرضہ حاصل کر کے انجام دیتا تھا۔ جو کچھ زر وہ بطور قرض حاصل کرے اس سے واپس لینے کا صرف یہی طریقہ ہو سکتا ہے کہ اس سے دوبارہ قرضہ لیا جائے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ وہ اپنے صدر دفتر میں دوسروں کو صرف اپنی دفتری شرح پر یا اس سے نصف فی صد زائد پر قرضہ دیتا ہے

یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ بنک آف انگلینڈ جب قرضہ دیتا ہے تو اس عمل کا اظہار کتاب یا کھاتے میں اندراج سے ہوتا ہے۔ چنانچہ ان اندراجات کی وجہ سے وہ اپنے اثاثے میں ضمانتوں کی زیادہ مقدار کو ظاہر کرتا ہے جو قرضے کی کفالت میں اس کو وصول ہوئی ہوں، اور اپنے ذمے کی واجب الادا رقوم میں زیادہ امانتوں کو ظاہر کرتا ہے۔ جس وقت وہ دوسروں سے قرضہ لیتا ہے تو کتابی اندراجات کا عمل اسی کے مماثل کیا جاتا ہے لیکن طریقہ معکوس ہوتا ہے۔ یعنی اس کی ضمانتوں میں تخفیف ہو جاتی ہے اس لیے کہ ان کے ایک جزو کو وہ اپنے قرض دہندوں کے پاس مکفول کرتا ہے اور اس کی امانتیں بھی اس لیئے گھٹ جاتی ہیں کہ جتنی مقدار وہ دوسروں سے قرض لیتا ہے وہ امانتوں سے منہا کر دی جاتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں اس کے حاصل کئے ہوئے قرضے کی مقدار دیگر بنکوں کے فاضلات کو جو بنک آف انگلینڈ میں جمع رہتے ہیں کم کر دیتی ہے اور اس طرح اعتبار کی بنیاد کو محدود کر دیتی ہے، زر کے نرخ کو گراں کر دیتی، بٹے کی بازاری شرح کا شرح بنک سے کچھ نہ کچھ تعلق قائم کرا دیتی، مبادلات خارجہ میں اضافہ کرتی اور اس امکان کو زیادہ قوی کر دیتی ہے کہ سونا لندن بھیجا جائے یا جو سونا باہر سے وصول ہو اس کو برآمد نہ کیا جائے۔ اس پیچ دار عمل کے ذریعے سے بنک اپنے محفوظ سرمائے میں اضافہ کرنے یا اس کی حفاظت کرنے کے مقصد کو انجام کار حاصل کر لیتا تھا۔

یہ کہا جا چکا ہے کہ جب بنک آف انگلینڈ دوسروں سے قرضہ لیتا ہے تو اپنے اس فعل سے دوسرے بنکوں کے فاضلات کو گھٹا دیتا ہے۔ فاضلات کی تخفیف یا تو براہ راست ان فاضلات کے ایک جزو کو بطور قرض لینے سے عمل میں آتی تھی یا ہنڈی دلالوں اور کوٹھی والوں سے قرضہ لینے سے بالواسطہ یوں عمل میں آتی تھی کہ یہ موخرالذکر طبقہ دوسرے بنکوں کے نام چک لکھنے کا حق اس کو دیتا تھا اور اس طرح یہ حق متعلقہ بنکوں کے ان فاضلات کو جو بنک آف انگلینڈ میں ان کے حساب میں جمع رہتی تھیں چک کی رقم کی حد تک زائل کر دیتا تھا۔ یہ متعلقہ بنک بنک آف انگلینڈ میں اپنے فاضلات کی کمی کو یا تو اپنے دئیے ہوئے ان قرضوں میں تخفیف کر کے پورا کرتے تھے جو ان فاضلات پر مبنی ہوتے تھے یا زیادہ تر اپنے ہنڈی کے دلالوں کو

215

دیئے ہوئے قرضوں کو واپس طلب کر کے پورا کیا کرتے اور یہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ بنک ہنڈی کے دلالوں کو جو زر بطور قرض دیتے ہیں وہ ان بنکوں کے حق میں ان کے "نقد بدست اور نقد در بنک آف انگلینڈ" کے پہلے مورچے کے بعد کا دوسرا مورچہ یا خط مدافعت ہوتا ہے" ہنڈی کے دلال"، جن سے یہ قرضے واپس طلب کیے جاتے تھے، سب سے پہلے دوسرے ساہوؤں اور قرض دہندوں کے پاس رجوع ہوتے تھے اور اس طرح اپنے کاروبار کے مطلوبہ سرمائے میں جو کمی واقع ہوئی اس کو پورا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ لیکن عام طور سے یہ ہوتا تھا کہ انھیں انجام کار بنک آف انگلینڈ کی جانب مجبوراً رجوع ہونا پڑتا تھا جہاں سے انھیں اسی زر کا ایک جزو بطور قرض لینا پڑتا تھا جسے بنک نے بازار سے مستعار حاصل کیا تھا چونکہ اس حاصل کردہ قرضے کا سود بنک کو اپنی دفتری شرح یا اس سے کچھ زائد شرح پر ادا کرنا پڑتا تھا اس لیے یہ شرح بہت موثر ہو جاتی تھی اور بازاری شرحوں میں اس کی حیثیت ایک موثر عامل کی رہتی تھی۔ اس طرح یہ نظام بہت ہی بھدّا اور مصنوعی اور جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، ایک حد تک نادرالوجود تھا اور اس کو وجود میں لانے والی شے وہ عظیم الشان ترقی تھی جو دیگر بنکوں کے مشاغل میں رونما ہوئی ان بنکوں نے اعتباری امانتوں کی تخلیق اس قدر کامیابی کے ساتھ کی تھی کہ ان کی اس پیداوار کا ایک جزو بعض اوقات بنک آف انگلینڈ کو جذب کر لینا پڑتا تھا حالانکہ اس کی احتیاج خود بنک کو نہ ہوتی تھی بلکہ اس پیداوار کی ضرورت سے زائد کثرت کے مضر نتائج کو روکنے کے لیے ایسا کرنا پڑتا تھا۔

216 ہنڈی دلال، جن کے متعلق ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جس وقت بنک آف انگلینڈ اعتباری امانتوں کی ضرورت سے بہت زیادہ مقدار میں تخفیف کرنا ضروری خیال کرتا تھا تو یہی بیچارے سب سے اول مبتلائے مصائب ہوتے تھے، اس نظام کی نوعیت کو بہت شد و مد سے بیان کرتے تھے کہ اس طرح کی بے ضابطہ نگرانی کرنے کی صورت میں اعتبار کے تمام جائز استعمال کرنے والوں کو مشکلات کا سامنا ہوتا ہے، اور بنک کا یہ فعل رسد و طلب کے قدرتی قوانین میں بہت ہی مذموم قسم کی مداخلت ہے۔ چنانچہ بہت ہی شد و مد کے ساتھ وہ اس امر پہ زور

دیتے تھے کہ ان قوانین رسد وطلب کو قدر زر کا تعین کرنے میں ویسی ہی آزادی دینی چاہئے جیسی کہ دوسری ہر قسم کی شے کی قدر کے تعین کے بارے میں ان کو حاصل ہوتی ہے۔

ان کا استدلال یقیناً ایسا تھا جس کے ساتھ غیر جانب دار اور بے غرض مبصر کو ہمدردی ہو جاتی تھی۔ اس لیئے کہ کہ دیگر بنک جن سہولت بخش طریقوں سے قرضے دیتے تھے ان کی بنا پر دلال ہنڈی کا کاروبار کرنے پر اگر مجبور نہ ہوتے تھے تو کم از کم ان کو ایسا کرنے کی ہمیشہ ترغیب ضرور ہوتی تھی یعنی یہ کہ وہ ایسی شرحوں پر ہنڈیاں لیں جن کا مبادلات خارجیہ پر مخالف اثر پڑتا تھا۔ اور ان کے ایسا کرنے کے بعد بنک آف انگلینڈ کو صورت حالات کی اصلاح کرنے کی غرض سے اعتباری امانتوں کی مقدار میں تخفیف کرنی پڑتی تھی۔ ایسی صورت میں دلال ایک جانب اپنے کیسے کو مطلوبہ کاروباری سرمائے سے خالی پاتے تھے، دوسری جانب ان کے قلمدان ایسی ہنڈیوں سے پُر ہوتے تھے جنھیں انھوں نے کم شرحوں پر حاصل کیا تھا۔ اور انھیں ہنڈیوں کا کاروبار کرنے کی غرض سے زر حاصل کرنے کے لیئے غیر معمولی طور سے بہت زیادہ شرح ادا کرنی پڑتی تھی یا ان ہنڈیوں پر بنک آف انگلینڈ میں بہت نقصان کے ساتھ بٹہ کٹوانا پڑتا تھا۔

پھر بھی دلالوں کا معاشیات کے ابتدائی اصول اور رسد و طلب کے قدرتی قوانین کو اپنی حجت کی بنیاد قرار دینے کا فعل جرح و تحقیق کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ خود زرعی وصنعتی اشیا کی پیدائش میں قانون رسد وطلب، اگر اس کو آزادی دے دی جائے، بہت سی خرابیاں پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ ان میں سے سب سے بدیہی خرابی افراط اور کساد بازاری 217 کے وہ دور ہیں جو صنعتوں میں مقررہ میعاد سے رونما ہوتے رہتے ہیں، اور جن کی بنا پر خود صنعتوں اور بحیثیت مجموعی قوم کو نقصانات برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ کچھ مدت سے تہذیب یافتہ دنیا نے ان خرابیوں کو ناگزیر سمجھکر یا آزادانہ مسابقت کے نظام کے تحت پیدائش کے اضافے سے جو عظیم الشان فوائد رونما ہوئے ہیں ان کے مقابلے میں ان خرابیوں کو ہیچ سمجھ کر ان کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا ہے۔ لیکن اب اس کے بہت ہی واضح علامات پائے جاتے ہیں کہ بے بسی کی اس حالت میں تغیر پیدا ہو چلا ہے۔ پیدائش دولت کا جدید رجحان یقیناً اتحاد، تعامل اور یکجہتی کی جانب ہے اور

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آزاد مسابقت کا دور بظاہر بتدریج معدوم ہوتا جا رہا ہے۔
لیکن اعتبار اور اعتباری دستاویزات کے بارے میں یہ بات بہت مدت سے محسوس کی جا رہی ہے کہ تنظیم ضروری ہے اور یہ کہ رسد وطلب کے عمل در آمد کو آزاد نہیں رہنے دیا جا سکتا اس لیے کہ اعتباری کل میں ذرا سی ابتری پیدا ہونے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پوری قوم دن بدن وسیع الاثر مصائب و آلام میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ معمولی شئے کے بارے میں رسد و طلب کے قوانین جتنے موثر طریقے سے عمل کر سکتے ہیں اتنے موثر طریقے سے زر کے بارے میں غالباً عمل نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہ جدید انگریزی مفہوم کے لحاظ سے زر اور مادی و مقرون اشیا کے مابین ایک نہایت ہی اہم اور اساسی فرق پایا جاتا ہے۔ یہ فرق اس واقعے میں مضمر ہے کہ زر کے مصارف پیدائش زر کی قیمت میں بہت ہی غیر اہم اور ناقابل لحاظ عنصر ہیں۔ اگر کوئی شخص کاشتکار سے مطالبہ کرے کہ وہ اپنی پیداوار ایک ہزار پونڈ میں اس کے ہاتھ فروخت کر دے تو کاشتکار کا جواب بہت بڑی حد تک اصل و محنت کی اس مقدار سے متاثر اور اس کا تابع رہیگا جو پیداوار کی تیاری میں صرف ہوئی اور دوسری فصل کی تیاری کے لیے درکار ہے۔ اگر کسی ساہوکار سے ایک ہزار پونڈ کا قرضہ چھے ماہ کے لیے حاصل کرنے کے لیے کوئی ۴ فی صد سود ادا کرنے پر رضامند ہو دوسرے الفاظ میں اگر ساہوکار سے یہ کہا جائے کہ وہ بحالت موجودہ ... پونڈ دے کر چھے ماہ بعد ۱۰۲۰ پونڈ وصول کرے تو اس ... پونڈ کی تیاری و فراہمی کے لیے اس کو یا کسی دوسرے شخص کو جتنی رقم گرہ سے خرچ کرنی پڑی ہوگی وہ ساہوکار اپنے حساب میں شمار نہ کرے گا۔ اس لیے کہ قرضہ دینے کی صورت میں محض چک تحریر کرنا اور کتابوں میں اندراجات کرنے ہوں گے گویا اس میں سوائے قلم چلا دینے کے اور کوئی صرفہ نہ ہوگا۔ اور خواہ قرضے کی مقدار ... پونڈ ہو یا دس لاکھ پونڈ اس سے رقم کی پیدائش کے مصارف کی حد تک بہت کم فرق پیدا ہوگا بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ کوئی فرق پیدا نہ ہوگا۔ جس وقت تک زر ایسے فلزات پر مشتمل ہوتا تھا جنھیں کھودنے اور صاف کرنے کی ضرورت پڑتی تھی اس وقت تک معاملے کی نوعیت بالکل جداگانہ

218

تھی۔ لیکن اب جبکہ زر کے معنی محض کتابی اندراجات اور کاغذ کے ایسے پرزوں کے ہیں جو ساہوکاروں کے مختلف خیالات کے مطابق وجود میں آتے ہیں کہ ان کی کتنی تعداد کو سونے کی مقررہ مقدار پر مبنی کرنا محفوظ و مناسب ہوگا، زر کی رسد کو بظاہر مصارف کے سوال کے بغیر اس وقت تک بڑھایا جا سکتا ہے جس وقت تک کہ قرض گیروں کے پاس حصول قرضہ کے لیے کوئی کفالت پیش کرنے کے لیے موجود ہو اور ساہوکار کتابی اندراجات کرنے کے لیے تیار رہوں۔

واقعہ یہ ہے کہ سرکاری ضبط و تنظیم، انگلستان کے نظام زر کا ایک مسلمہ جزو خیال کی جا چکی ہے اور یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ بنک چارٹر ایکٹ نے احتیاط اور صحت کے ساتھ ان نوٹوں کی تعداد از روئے قانون معین کر دی ہے جو بنک جاری کر سکتا ہے۔ اگر بنک کے نوٹ انگلستان کے سب سے اہم اعتباری دستاویزات ہونے کے لحاظ سے اپنی حیثیت قائم رکھتے تو شرح بنک زر کے بازار پر اپنا اقتدار قائم رکھتی یعنی وہ شرح جس پر بنک آف انگلینڈ قرض گیروں کو نوٹ فراہم کرنے پر تیار رہتا زر کی قیمت کے تعین میں سب سے اہم اور غالب عنصر ہوتی۔ لیکن ہم بیان کر چکے ہیں کہ بنک ایکٹ نے جو تنظیم نافذ کی تھی اس کو چیکوں کے استعمال کے ذریعے سے بالائے طاق رکھ دیا گیا ہے۔ اور اس وقت زر کی قیمت کے تعین میں سب سے غالب و اہم عامل وہ شرح ہے جس پر دیگر بنک قرض گیروں کو چک لکھنے کا حق مہیا کر دینے پر تیار اور راضی ہوں۔

لیکن اس شرح پر جس پر دیگر بنک قرضہ دینے کو تیار ہوتے ہیں جنگ کے بعد سے جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے[۱]، بنک آف انگلینڈ کا بہت گہرا قابو رہا ہے۔ بحالت موجودہ ہر اس شے کے مصارف کے مثل جو بے چارے غریب عوام خریدتے ہیں بنک کاری کی سہولتوں کے مصارف کے بڑھ جانے کی وجہ سے جمع کنندے ایسی شرح پاتے ہیں جو شرح بنک سے ½۱ فی صد کم نہیں ہوتی بلکہ ۲ فی صد کم ہوتی ہے۔ اور دیگر بنک ہنڈی والوں کو ایسی شرح پر قرضہ دیتے ہیں جو امانت کی شرح سے ۱ فی صد زیادہ

219

[۱] دیکھو صفحہ ۱۱۳ انگریزی مندرجہ حاشیہ

ہے اور اس طرح شرح بنک سے ایک فی صد کم ہے۔ ہنڈی دلال دوسرے قرض دہندوں سے نسبتہً بہت ارزاں زر حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن اس زر کا بڑا حصہ جس کو وہ ”عمدہ“ کہتے ہیں یعنی وہ زر جس پر یہ بالعموم بھروسہ کر سکتے ہوں کہ معمولی اوقات میں اس کے ان کے پاس ٹھیرنے کا امکان ہے اس کی شرح بھی شرح بنک سے اسی طرح متعین ہوتی ہے۔

لیکن بنک آف انگلینڈ بازاری شرح پر جو قابو رکھتا ہے اس کو مزید تقویت اس امر سے حاصل ہوئی ہے کہ خود بنک اور دیگر بنکوں کی حیثیت میں دیگر متعدد اہم تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔

سب سے اول تو یہ کہ انضمام و اتحاد کے تدریجی عمل کے باعث انگلینڈ اور ویلس میں بنکوں کی تعداد جو سنہ ۱۹۰۰ء میں ساٹھ تھی گھٹ کر ۱۹۲۹ء میں بیس ہو گئی۔ 220 اور اس طرح نسبتہً چھوٹے اور کمزور بنکوں کا بڑی حد تک استیصال عمل میں آیا ہے جو اپنے نقد سرمایوں کی مقدار بہت قلیل رکھتے تھے اور اس قلیل بنیاد پر انتہا سے زیادہ اعتبار کی عمارت تعمیر کرتے تھے اور جن کی یہ شرارت ابتدائی زمانے میں دنیائے بنک کے قرض دہندوں کے لیے پریشانی کا سبب تھی۔ اسی وجہ سے زائد اعتبار کی ناقابل برداشت رسد، جو شرح بنک کو بالعموم گھٹا کر بہت ہی ادنیٰ کر دیا کرتی تھی، زیادہ تر ملک کے کاروبار کی روز افزوں ضرورتوں کی بنا پر جذب ہوتی گئی اور موجودہ زمانے میں تاوقتیکہ حکومت یا بازار بحیثیت قرض گیر بنک آف انگلینڈ میں موجود نہ رہے زر کی قلت کی توقع بالکل بدیہی ہے۔ گو جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا، بنک آف انگلینڈ اب بھی اعتبار کو بہت ارزاں ملنے سے روکتا ہے، اس کو بالعموم اس سے معکوس سمت میں بھی کام کرنا پڑتا ہے اور بازار کے لیے پرسکون حالت پیدا کرنی پڑتی ہے۔

بنک کی ان پر پیچ تدابیر پر عمل پیرا ہونے کی قوت اس وجہ سے بڑھ گئی ہے کہ ان سرکاری قرضوں اور خاص کر بے فنڈ کے قرضوں میں کثیر المقدار اضافہ ہوا ہے جو جنگ کی مالی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے کئے گئے تھے اور جن کے نتیجے کے طور پر حکومت کی اہمیت زر کے بازار کے ایک عامل کی

حیثیت سے بہت بڑھ گئی ہے۔ جب کبھی برطانیہ کے خزانۂ عامرہ کو سود کی کثیر رقم ادا کرنے کی غرض سے زائد قرضہ حاصل کرنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے تو بنک کی یہ حیثیت کہ وہ سرکاری قرضوں کا منتظم اور حکومت کا قرض دہندہ ہے بنک کو بازار کی نگرانی کرنے میں بہت مفید مدد دیتی ہے۔ گو اس کے ساتھ یہ حیثیت بنک کو اس امر پر بھی مجبور کرتی ہے کہ وہ بازار کی نرمی اور مصلحت اندیشی کے ساتھ نگرانی کرے اور وزیر خزانہ کی اس خواہش کو بھی ملحوظ رکھے کہ وہ اپنے خزانے کی ہنڈیوں پر اپنے موافق شرحوں سے بٹہ کٹوانا چاہتا ہے

221

اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ تاوقتیکہ حکومت یا بازار "بنک میں" موجود نہ ہو بازار میں ہر وقت زر کی کال کی توقع کی جا سکتی ہے۔ حکومت بنک سے جو قرضہ حاصل کرتی ہے وہ بالعموم اس سود کو ادا کرنے کی غرض سے حاصل کرتی ہے جس کی ادائی کی کوئی سبیل محاصل سرکاری کے جمع کرنے میں نہیں کی گئی ہے۔ اس کا امکان خاص کر اس زمانے میں زیادہ ہوتا ہے جبکہ دو ہزار ملین پونڈ جنگی قرضے کے سالانہ مقسوم کی ادائی جولائی اور ڈسمبر میں واجب ہوتی ہے۔ ہفتہ مختتمہ یکم ڈسمبر ۱۹۲۸ء[1] کے قومی مداخل و مخارج کے ہفتہ وار اعداد میں قرضے کے سود کی مطلوبہ مقدار ۴۴½ ملین پونڈ تھی اور تدریجی ادائی قرضہ کے فنڈ میں نصف ملین پونڈ کی ایک اور رقم شریک تھی۔ محاصل رواں، مخارج معمولی سے صرف بقدر ایک ملین پونڈ زائد تھے (جیسا کہ سب کو معلوم ہے مارچ کی سہ ماہی ہی وہ زمانہ ہے جس میں محصول وصول کرنے والا بہت زیادہ مصروف رہتا ہے) اور اس طرح وزیر خزانہ کو ۴۳ ملین پونڈ قرضہ لینا پڑا جس کے منجملہ ۲۳ ملین پونڈ بنک آف انگلینڈ سے مستعار لئے گئے اور تقریباً ۷ ملین پونڈ ہنڈیات خزانہ سے فراہم ہوئے۔ اس کے بعد کے ہفتے میں ۳ ملین پونڈ سے زاید رقم بنک آف انگلینڈ سے مستعار لی گئی اور اس کے بعد کے دو متواتر ہفتوں میں یہ کل قرضہ ادا کر دیا گیا۔

---

[1] دیکھو رسالہ اکنامسٹ یکم ڈسمبر ۱۹۲۸ء۔

جہاں تک ہنڈیات خزانہ کا تعلق ہے وہاں تک ان مختصر المدت سرکاری وعدوں کی مقدار جو قابل ادائی تھے معمولی تھی۔ اگر کوئی سی تاریخ منتخب کرلی جائے تو مثلاً ۱۷ر جنوری ۱۹۱۴ء کو ان کی مقدار ۲۰ ملین پونڈ تھی جن کے منجملہ ۱۱½ ملین پونڈ کے وعدے عوام کے ہاتھ فروخت کئے گئے تھے۔ ۱۱ر مئی ۱۹۲۹ء کو ان کی مقدار ۷۰۰ ملین پونڈ تھی، اور ہر ہفتے ان میں سے ۳۰ ملین یا ۴۵ ملین پونڈ کے بازار میں فروخت ہونے کے متعلق اعلان شائع ہوتا ہے۔

بظاہر اس کثیر المقدار بے فنڈ کے قرضے کا انتظام بنک کو اس کے بہت سے مواقع بہم پہنچاتا ہے کہ وہ خزانے کے تعاون سے بازار کی نگرانی کرے۔ ہنڈیات خزانہ کی مقدار کو گھٹا کر جو کسی ہفتے فروخت کے لیے پیش کئے جاتے ہیں اور سرکاری فاضلات سے اس طرح رقم نکال کر کہ اس کی مقدار بہت گھٹ جائے یا کسی ایسے سرکاری محکمہ سے قرضہ لے کر جس کے پاس رقم گنجائش موجود ہو زر کی شرح کو ارزان بنانا اور اس سے معکوس طریقے پر عمل کرکے زر کی شرح کو گراں بنانا ممکن ہے۔

علاوہ ازیں خود بنک آف انگلینڈ ان ہنڈیات اور دیگر قسم کے قلیل المدت سرکاری تمسکات کی کثیر مقدار قدرتی طور سے اپنے پاس رکھتا ہے اور ان تمسکات کی مقدار میں اضافہ و تخفیف کرکے بازار پر اثر ڈال سکتا اور زر کا کال یا اس میں ارزانی پیدا کرسکتا ہے۔ رسالہ اکنامسٹ مورخہ ۱۸ر مئی ۱۹۲۹ء میں درج ہے کہ "اس ہفتے کی توی شرح بنک[1] کی خصوصیت یہ ہے کہ بنکوں کی امانتوں کی مد میں دو ملین پونڈ کی تخفیف واقع ہوئی جس سے غالباً اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ آئندہ تمسکات خزانہ کی خرید فروخت بنک کی جانب سے عمل میں آنے والی ہے۔ یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ بٹوں اور قرضوں کی مد میں جو دو ملین پونڈ کی تخفیف واقع ہوئی وہ نتیجہ ہے بنک کے کثیر مقدار میں ہنڈیوں کو غالباً اس خیال سے فروخت کرنے کا کہ بٹے کی بازاری شرحوں کو شرح بنک سے قریب تر لایا جائے۔" یہ وہ موقع تھا جبکہ بازاری شرح گھٹ کر تقریباً ۵ فی صد ہوگئی تھی اور یہ وہ زمانہ تھا

[1] شرح بنک کی تشریح متعاقب باب میں کی جائے گی۔

جبکہ نیویارک کا تمسک کا صرافہ عند الطلب زر کے لیے ۵ فی صد شرح پیش کر رہا تھا اور نیویارک کا مبادلہ نقطۂ طلا کے بہت قریب آگیا تھا۔ شرح بنک ۲½ فی صد تھی جو اوائل فروری میں بجائے ۴½ فی صد کے بڑھا کر اس غرض سے مقرر کی گئی تھی کہ امریکا کی اعلیٰ شرح سود کی وجہ سے انگلستان سے امریکہ کو سونے کی برآمد کے امکان کو روکا جائے اور اس طرح بنک آف انگلینڈ کے ذخیرۂ طلا کی حفاظت کی جائے۔

اس کے برخلاف اب جبکہ زر کا کال، زر کے بازار میں معمولاً ظاہر ہوتا رہتا ہے بالعموم یہ ہوتا ہے کہ بنک بازار کو مصارف قرضہ برداشت کیے بغیر اپنے پاس سے قرضہ دیتا یا اپنے پاس ہنڈی پر دفتری شرح سے بٹہ کاٹنا چاہتا ہے تاکہ ذیر خزانہ اپنے ہنڈیات خزانہ معقول شرحوں پر فروخت کر سکے۔ بنک یہ عمل اس طرح انجام دیتا ہے کہ ہنڈی کے دلالوں سے بازاری شرح پر یا اس کے قریب کسی شرح پر کسی واسطے سے ہنڈیاں خریدتا ہے۔ جب یہ ہوتا ہے تو بازار میں یہ چرچا ہونے لگتا ہے کہ "مردے از غیب" نے مدد کی۔

اس زمانے میں بنک خود یورپ کے مرکزی بنکوں کے حساب میں اور ان کی جانب سے ہنڈیوں کا کاروبار بڑی حد تک انجام دیتا ہے۔ یہ مرکزی بنک اپنے نقد ذخیرہائے محفوظہ کے جزو کے طور پر اور اپنے ملک کے زر کی قدر مبادلہ کو برقرار رکھنے کے ذریعے کے طور پر اسٹرلنگ کی ہنڈیاں اپنے حساب میں بنک آف انگلینڈ میں رکھتے ہیں۔ مثلاً اگر جرمنوں کے ذمے بیرونی ممالک کے کثیر رقوم واجب الادا ہوں اور بیرونی ممالک کے زر کی طلب، جو جرمنوں کو محسوس ہو رہی ہو، مارک (جرمن سکّے) کی قدر مبادلہ میں تخفیف کر رہی ہو تو ریش بنک صرف اس صورت میں مارک کو سنبھال سکتا ہے جبکہ اس کے پاس اسٹرلنگ کی ہنڈیوں کا ذخیرہ موجود ہو اور اس کے حساب میں بنک آف انگلینڈ میں جمع ہو۔ چنانچہ ریش بنک، بنک آف انگلینڈ کو یہ ہدایت کر سکتا ہے کہ وہ اس کی ہنڈیوں کو فروخت کر دے اور اس طرح ریش بنک کو لندن میں زر فراہم کر دے۔ اور لندن کے زر کا کسی دوسرے زر میں بہت آسانی کے ساتھ ہمیشہ مبادلہ کیا جا سکتا ہے۔

224

اس طرح پہلے کے مقابلے میں بنک آف انگلینڈ اب بٹے کے بازار میں بہت زیادہ سرگرم عامل بن گیا ہے۔ اور اس خصوصیت کی وجہ سے اسے بازار کی نگرانی کرنے کے مزید اختیارات حاصل ہوتے ہیں، گو ممکن ہے کہ اس کے اہل معاملہ کی ضرورتیں بحیثیت نگران اس کی مصلحت کے خلاف ہوں۔

بازار کا انتظام کرنے میں بنک کے ذمے کے کام میں جس اہم تبدیلی نے آسانی پیدا کی ہے وہ یہ ہے کہ بنک آف انگلینڈ بحالت موجودہ دیگر بنکوں سے اور ہنڈی کے دلالوں سے بہت قریبی تعلق رکھتا ہے۔ لندن کے کلیرنگ بنکرس کی کمیٹی بغرض صفائی حساب وقفے وقفے سے بنک آف انگلینڈ میں منعقد ہوتی ہے اور اس کمیٹی کے اجلاس میں بنک آف انگلینڈ کا ایک نمائندہ بھی شریک ہوتا ہے۔ کمیٹی مذکور کی کارروائیوں کی ایک مدلنچ بھی ہے۔ بنک آف انگلینڈ کا گورنر بازار کے کارکنوں مثلاً ساہوکاروں اور ہنڈی کے دلالوں یا دوسرے اشخاص سے ذاتی طور سے برابر ملتا جلتا رہتا ہے۔ اور جو اشخاص اس سے ملنا چاہیں اس تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔ بٹہ گھروں کا ایک نمائندہ ہر ہفتے گورنر سے ملاقات کرتا ہے اور بٹہ گھروں کے کاروبار کی حالت کو اس کے سامنے پیش کرکے گورنر جو تجویز یا تنقید کرے اس سے بٹہ گھروں کو مطلع کرتا ہے۔ بنک ہنڈی کے دلالوں کی انجمنوں اور کمپنیوں کی جدوجہد اور حالت میں بھی بہت گہری دلچسپی لیتا ہے، ان سے وقفے وقفے سے چٹھا طلب کرتا ہے اور بعض اوقات ان کے کاروبار کی رفتار کے متعلق ایسی پدرانہ شفقت و دلچسپی کا اظہار کرتا ہے جس پر مختلف عنوانات سے مذاق اڑایا جاتا ہے۔

ان طریقوں اور دیگر تدابیر کے اختیار کرنے کی وجہ سے بنک آف انگلینڈ کی حیثیت اب شہر لندن کے دیگر اداروں سے غیر متعلق الگ تھلگ ادارے کی نہیں رہی ہے، بلکہ وہ اب اپنے خیالات و خواہشات کو ان تک پہلے کے مقابلے میں زیادہ براہ راست طریقے پر پہنچا سکتا ہے۔ اس کے اصول عمل اور طریق کار کے متعلق بالعموم اعتراضات اور شکایات تو کئے جاتے ہیں لیکن بحیثیت مجموعی اس کا احترام کیا جاتا اور اس کی اتباع اس حد تک کی جاتی ہے کہ قدیم وضع کے بعض

225 دیکھ کر بعض اوقات حیرت زدہ ہو جاتے ہیں۔ اس کی ایک عجیب مثال اس وقت پیش آئی جبکہ انگلستان کے عود بہ معیار طلا میں سہولت بہم پہنچانے کی خاطر بنک نے یہ اعلان کیا کہ بیرونی ممالک کو قرضے دینا جو (جیسا کہ یاد ہوگا مبادلات کو انگلستان کے مخالف بنا دیتے ہیں) بے موقع اور ضرر رساں ہے۔ یہ نادر شاہی حکم قانونی حیثیت سے کوئی قوت نہ رکھتا تھا اس لیے کہ گو اس کے کہنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے، خود وزیر داخلہ اتنا اختیار نہیں رکھتا کہ ملک کے کسی شخص کو بھی قرضے دینے سے روک سکے خواہ وہ شیطان ہی کو قرضہ کیوں نہ دینا چاہے۔ جب تک قرض گیروں کا اس کے پاس مرجوعہ رہے گا وہ برابر قرضہ دئے جائے گا بعض نقادوں نے اس حکم کے نفاذ پر نکتہ چینی کی اور کہا کہ بنک عمدہ کاروبار لندن سے نیویارک منتقل کر رہا ہے اور یہ کہ نیویارک اجرائے قرض کے کمیشن سے خود متمتع ہو کر لندن کے ہاتھ تمسکات فروخت کر رہا ہے اور اس طرح انجام کار مبادلے کو لندن کے مخالف بنا رہا ہے۔ لیکن اس کے باوجود بنک کے حکم کی تعمیل ہی کی گئی۔

بنک اور بازار کے باہمی تعلق کی طرح اب شرح بنک اور بازاری شرح کا باہمی تعلق بھی پہلے کے مقابلے میں بہت زیادہ قریبی ہو گیا ہے۔ اور اگرچہ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، بنک کو ایسے زمانے میں جبکہ ہنڈیاں کمیاب ہوں اور بر اعظم کے بنک ان کے طلب گار ہوں بٹے کی شرحوں کی تخفیف روکنے کے لیے اب بھی بالعموم غیر معمولی تدابیر اختیار کرنے پڑتے ہیں، لیکن سابق میں شرحوں کے جن وسیع اختلافات کی وجہ سے بنک کو اپنے فرائض کی انجام دہی میں مشکلات پیش آتی تھیں ان کی اب بڑی حد تک اصلاح ہو گئی ہے۔

یوں تو بہت زمانے سے شرح بنک کے تغیرات سے اعتباری ضبط و تنظیم کا کام لیا جاتا رہا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ موجودہ زمانے میں بازاری دوڑیاں اس طرح ہلائی جاتی ہیں کہ شرح بنک کے تغیرات سے اعتباری تنظیم کا کام لیے جانے کا امکان آئندہ بظاہر بہت کم معلوم ہوتا ہے۔ "کھلے بازار کے طول" 226 پر یعنی ان ہنڈیوں اور تمسکات کی تعداد کو جو بنک کے ذخیرے میں ہوں گھٹانے

بڑھانے کے اصول پر عمل پیرا ہو کر تھرڈ نیڈل اسٹریٹ کی بڑی بی[1] بازار کو اس قدر سختی کے ساتھ اپنی گرفت اور نگرانی میں رکھتی ہیں کہ اگر بین الاقوامی بنک کاری کے ادارے متحد ہو جائیں اور یکجہتی کے ساتھ کام کریں تو زر کی قیمت میں الٹ پھیر جلد جلد نہیں ہو سکتا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ سب جدت طرازی مصنوعی اور غیر موثر ہے، اور ایسے کھلے بازار کے ہزار اصول ایک طرف اور شرح بنک کا ذرا سا تغیر ایک طرف۔ لیکن موجودہ زمانے میں اگر پرستش ہے تو صرف ثبات، معیاریت اور معقولیت کی ہے۔ اور یہ کہیں زیادہ بہتر ہے کہ صنعت و تجارت کو ایسے زمانے میں جب کہ وہ خود کشمکش میں مبتلا ہیں زر گراں نرخ پر فراہم کئے بغیر اعتبار کی کل کی بے راہ روی اور بے اعتدالی کی اصلاح کی جائے۔

[1] Old Lady of thread needle street. اس سے بنک آف انگلینڈ مراد ہے۔

تیرھواں باب

بنک کی فرد حساب

(۱) اس کی شکل کا نمونہ (۲) ۱۹۰۸ء اور ۱۹۲۹ء کی حالت (۳) صیغۂ اجرا۔ (۴) اعتباری نوٹ کا اجرا (۵) فلزی بنیاد صیغۂ اجرا میں چاندی (۶) بنک کا اصل (۷) اندوختہ (۸) سرکاری اور دوسری امانتیں (۹) ساہوکار کے چھٹے اب علیحدہ پیش کئے جاتے ہیں (۱۰) ان کے علیحدہ شائع کرنے کی ضرورت (۱۱) رقوم واجب الوصول اور اثاثہ کی مدمیں تبدیلی (۱۲) معمہ اور اس کا حل (۱۳) سرمایۂ محفوظ۔

ہر جمعرات کو بنک آف انگلینڈ اپنی سابقہ ہفتے کی مالی حالت کے متعلق فرد حساب شائع کرتا ہے، کاروبار کرنے والے اس کا اس لیے خاص دلچسپی اور بے چینی کے ساتھ انتظار کرتے رہتے ہیں اور بڑے شوق سے اس کو پڑھتے ہیں کہ یہ فرد حساب عام طور سے لندن کے زر کے بازار کے حالات کا بحیثیت مجموعی آئینہ خیال کی جاتی ہے۔ اس کی مختلف مدوں میں تبدیلی کا مفہوم سمجھنے کے لئے بڑی دقت نظر اور ذکاوت طبع کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ اس فرد سے پوری توضیح کے ساتھ حالات کا انکشاف نہیں ہوتا۔ گو اس اعتبار سے فرد کی حالت نومبر ۱۹۲۸ء سے یعنی جب سے کہ ۱۹۱۴ء کے جاری کردہ خزانے کے نوٹ بنک کے نوٹوں کے ساتھ ضم ہوگئے اور ان کے اجرا کا

کام بھی بنک نے اپنے ہاتھ میں لے لیا، کچھ تبدیلیاں عمل میں آنے کی وجہ سے بہت کچھ درست ہوگئی ہے۔ جو لوگ زر کے بازار کے رازہائے سربستہ سے واقف ہونا چاہتے ہوں ان کے لیے ان اعداد و شمار پر غور و خوض کر کے سمجھنے کی کوشش کرنا نہایت ضروری ہے۔ پس ہمیں بھی ان کے متعلق کچھ شدبد معلومات حاصل کر لینی چاہئیں۔ اس سے زیادہ کی کوشش بے کار ہے۔ کچھ اس چٹھے ہی پر منحصر نہیں بلکہ بنکوں کے تمام چٹھوں کا یہی حال ہے کہ ان سے صرف جزوی معلومات یا اشارات حاصل ہو سکتے ہیں لیکن اگر کوئی شخص صرف ان ہی کی بنیاد پر تفصیلی نتائج اخذ کرنا چاہے تو اس کے بھٹک جانے کا اندیشہ ہے، البتہ وہ اشخاص اس کلیہ سے مستثنیٰ ہیں جو ان اعداد کے پس پشت حالات کا مطالعہ کر سکتے اور ان کے حقیقی مفہوم کو سمجھ سکتے ہیں۔ بنک آف انگلینڈ کی فرد حساب کو ایک قسم کا چٹھا کہا جا سکتا ہے جہاں تک اس فرد کا تعلق ہے وہاں تک بہت ہی بچ بچ کر اور احتیاط کے ساتھ نتائج اخذ کئے جا سکتے ہیں اور ان نتائج کو خاص حزم و احتیاط کے ساتھ تسلیم کرنا چاہیئے۔

228

بنک آف انگلینڈ

مندرجہ ذیل فرد حساب قانون نمبر (۷) و (۸) دفعہ (۳۲) کی متابعت میں ہفتہ مختتمہ بہ چہارشنبہ یکم جولائی ۱۹۰۸ء کی بابت مرتب کی گئی :۔

(۱) صیغہ اجرائے نوٹ

اثاثہ و واجب الوصول	پونڈ	واجب الادا	پونڈ
سرکاری قرضہ	۱۱,۰۱۵,۱۰۰	جاری کردہ نوٹ	۵۵,۴۸۴,۳۸۵
دوسرے تمسکات	۷,۴۳۴,۹۰۰		
طلائی سکہ اور سونا	۳۷,۰۳۴,۳۸۵		

(بسلسلۂ صفحۂ ماسبق)

چاندی .... ×	پونڈ
۵۵،۴۸۴،۳۸۵ پونڈ	۵۵،۴۸۴،۳۸۵ پونڈ

مورخہ ۲ر جولائی ۱۹۰۸ء

جے۔ جی۔ نیرن
صدر خزانچی

(۲) صیغۂ بنک کاری

اثاثہ و واجب الوصول		واجب الادا	
	پونڈ		پونڈ
(۱) سرکاری تمسکات	۱۵،۲۳۱،۷۶۶	(۱) مالکوں کا اصل	۱۴،۵۵۳،۰۰۰
(۲) دوسرے "	۳۶،۲۴۷،۸۱۹	(۲) اندوختہ	۳،۲۱۴،۳۸۵
(۳) نوٹ	۲۵،۵۰۸،۱۲۰	(۳) سرکاری امانتیں:۔ (جس میں سرکاری خزانہ سیونگ بنک کمشنران قومی قرضہ اور مقسوم کے مدات شامل ہیں):۔	۹،۶۴۸،۰۲۱
(۴) طلائی و نقروی سکے	۱،۵۷۴،۰۰۸	(۴) دوسری امانتیں	۵۱،۱۹۷،۰۸۳
		(۵) ہفت روزہ اور دوسری ہنڈیاں	۴۸،۲۴۴
میزان	۷۸،۶۶۰،۷۱۳ پونڈ		۷۸،۶۶۰،۷۱۳ پونڈ

مورخہ ۲ر جولائی ۱۹۰۸ء

شرح دستخط جے۔ جی۔ نیرن
صدر خزانچی

229

بنک آف انگلینڈ

مندرجۂ ذیل فردِ حساب ہفتہ مختتمہ بہ چہارشنبہ ۳ ؍ جولائی ۱۹۲۹ء کی بابت مرتب کی گئی تھی :-

صیغۂ اجرا

اثاثہ و واجب الوصول	پونڈ	واجب الادا	پونڈ
(۱) سرکاری قرضہ	۱۱,۰۱۵,۱۰۰	(۱) جاری کردہ نوٹ :-	
(۲) دوسرے سرکاری تمسکات	۲۳۴,۹۹۵,۷۶۰	گردش میں	۳۶۹,۱۰۰,۸۵۸
(۳) دوسرے تمسکات	۹,۱۴۹,۳۶۸	صیغۂ بنک کاری میں	۴۵,۴۲۴,۱۴۰
(۴) چاندی کے سکے	۴,۸۳۹,۰۷۲		
اعتباری نوٹوں کی مقدار	۲۶۰,۰۰۰,۰۰۰		
(۵) طلائی سکے اور طلا	۱۵۴,۵۲۴,۹۹۰		
میزان	۴۱۴,۵۲۴,۹۹۰ پونڈ		۴۱۴,۵۲۴,۹۹۰

صیغۂ بنک کاری

اثاثہ و واجب الوصول	پونڈ	واجب الادا	پونڈ
(۱) سرکاری تمسکات	۳۷,۲۸۱,۸۵۵	(۱) مالکوں کا اصل	۱۴,۵۵۳,۰۰۰

بسلسلۂ صفحۂ ماسبق

	پونڈ		پونڈ
(۲) دیگر تمسکات :-		(۲) اندوختہ Rest	۳,۴۵۷,۵۴۴
(ل) بٹہ اور قرضہ ۵۲,۳۲۱,۲۰۶	۷۵,۲۷۸,۷۴۶	(۳) سرکاری امانتیں :-	
(ب) تمسکات ۲۲,۹۵۷,۵۴۰		(بشمول فاضلات خزانہ سیونگ بنک، کمشنر قرضہ و مقسوم)	۲۸,۲۹۶,۰۹۱
(۳) نوٹ	۴۵,۴۲۴,۱۴۰	(۴) دیگر امانتیں :-	
(۴) طلائی و نقروی سکے	۱,۱۸۰,۹۳۳	(ا) بنکوں کی امانتیں ۷۵,۵۵۸,۲۶۲	۱۱۲,۸۵۹,۲۸۶
		(ب) دوسری امانتیں ۳۶,۲۹۷,۸۲۴	
		(۵) ہفت روزہ اور دیگر ہنڈیاں	۲,۷۵۳
میزان	۱۵۹,۱۲۵,۶۷۴ پونڈ		۱۵۹,۱۲۵,۶۷۴

مورخہ ۴ ؍ جولائی ۱۹۲۹ء

سی - پی - جے ہولن
صدر خزانچی

قانون منشور بنک (بنک چارٹر ایکٹ) کے نافذ کرنے میں پارلیمنٹ کا ایک دانشمندانہ منشا یہ بھی تھا کہ بنک آف انگلینڈ کے اجرائے نوٹ کے کام کو اس کے قرضوں کے لین دین کے کاروبار سے علیٰحدہ کر دیا جائے۔ اور یہ کہ ان دونوں مختلف کاموں کے بارے میں جداگانہ ہفتہ وار کیفیتیں شائع کی جائیں۔ چنانچہ بنک ایک ہی چٹھے میں دو جداگانہ کیفیتیں شائع کرتا ہے۔ یعنی ایک میں صیغۂ اجرا کا حال درج ہوتا ہے اور دوسری میں صیغۂ بنک کاری کا۔ اکثر اشخاص اس تفریق کے مخالف ہیں اور یہ رائے زنی کرتے ہیں کہ اس سے حقیقی حالات پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ اس لیے بہتر یہ ہوگا کہ دونوں کیفیتوں کو ملا کر شائع کیا جائے تاکہ حالات سیدھے اور

230

صاف طور پر معلوم ہو جائیں۔ اس خیال کی تائید میں کچھ نہ کچھ دلیل پیش کی جا سکتی ہے۔ لیکن یہ دلیل ایسی تبدیلی و اصلاح کے جواز کے لیے غالباً کافی نہ ہوگی جو فرد کی شکل کو کاملاً اس درجہ بدل دے کہ سابقہ ۸۰ سال کی مدت میں اس کے پیشروؤں کی ہیئت اور مستبدلہ شکل میں تمیز و موازنہ کرنا دشوار ہو جائے فرد حساب فی زمانہ کس طرح پیش کی جاتی ہے اور ۱۹۰۸ء میں کس طرح پیش کی جاتی تھی اس کے نمونے (صفحہ ۲۲۵ تا ۲۲۸) پر درج کئے گئے ہیں۔ ان کے اعداد و شمار اس واقعے کی بنا پر متاثر ہوئے ہیں کہ یہ دونوں چھٹے سال کی ششماہی کے آخری فرد حساب ہیں اور اسی لیے "دیگر امانتوں اور" دیگر تمسکات" میں عملی ضرورت کے لحاظ سے بنک کے اعتبار مہیا کرنے کی وجہ سے اضافہ ہو گیا ہے لیکن تمثیل کی غرض سے ہی ششماہی کے چھٹے کافی ہیں۔

صیغۂ اجرا کے اعداد و شمار پیش کرنے میں جو تبدیلیاں کی گئی ہیں وہ مبصر و محقق کو ایک حد تک پراگندگی سے بچاتی ہیں۔ لیکن بجز ایک اہم مد کے ان سے اس کو کوئی ایسی چیز نہیں معلوم ہوتی جس کو وہ جوڑ کر یا حساب کر کے معلوم نہ کر سکتا ہو۔ جانب چپ پرانی فرد حساب میں جاری کردہ نوٹوں کی صرف ایک ہی مد ہوا کرتی تھی اور نوٹوں کی گردش کے متعلق نتیجہ اخذ کرنے کی غرض سے اس مد کے نوٹوں کی مقدار میں سے ان نوٹوں کی مقدار کو منہا کرنا پڑتا تھا جو صیغۂ بنک کاری کی مد اثاثہ میں رکھے جاتے تھے۔ لیکن جدید فرد حساب میں یہ چیز از خود بتائی جاتی ہے، اور یہ بتلا دیا جاتا ہے کہ گردش میں کتنے نوٹ ہیں اور صیغہ بنک کاری میں کتنے نوٹ ہیں۔ پھر بھی یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ گردش میں جو نوٹ رہتے ہیں وہ صرف وہی نہیں ہیں جو ہم اپنی جیبوں میں لیے پھرتے اور دوکانوں میں چیزوں کے دام ادا کرتے وقت دیتے ہیں۔ بلکہ وہ نوٹ بھی اس میں شامل ہیں جو دیگر بنکوں میں روزمرہ کے مطالبات کی نقد ادائی کی غرض سے رکھے جاتے ہیں۔

بنک آف انگلینڈ کے ۱۹۰۸ء کے جاری کردہ نوٹوں میں یا ۲۱ نومبر ۱۹۲۸ء سے قبل کی کسی تاریخ کے جاری کردہ نوٹوں میں اور موجودہ زمانے کے

نوٹوں میں ایک اور اہم فرق بھی ہے اور وہ یہ کہ قدیم نوٹ پانچ پونڈ سے کم رقم کے جاری ہی نہیں کئے جاتے تھے اور اس طرح روزمرہ کے معمولی کاروبار کے لیے لوگ انھیں اپنے جیبی زر کی طرح نہ رکھتے تھے بجز گھڑ دوڑ کے میدانوں اور دوسرے مقامات کے جہاں ایسے اشخاص سے معاملہ کرنا پڑتا ہو جن کے چکوں کو لوگ قرضوں کی ادائی میں قبول کرنے کے خواہشمند نہ ہوں۔ بڑے بڑے تجارتی کاروباروں کی حاجتک مطالبات کی ادائی تقریبًا عام طور سے چکوں کی شکل میں کی جاتی تھی۔ اور بنک آف انگلینڈ کے نوٹ کسی معاملے کے طے کرنے میں بہت شاذ استعمال کئے جاتے تھے بجز ان صورتوں کے جب کہ مکانات کی خرید و فروخت عمل میں آتی تھی۔ اس طرح ۱۹۱۴ء سے پیشتر کے زمانے میں نوٹ زیادہ تر دیگر بنکوں کے نقد سرمایۂ محفوظ کے جزو کے طور پر استعمال ہوتے تھے۔ اور یہ بنک اس صورت میں جبکہ ان کے اہل معاملہ کی جانب سے نقد کا مطالبہ ہوتا اور بنکوں کے پاس ادائی کے لیے کافی مقدار میں ساورن نہ ہوتے یا انھیں خوف ہوتا کہ یہ ساورن کافی نہ ہوں گے تو یہ نوٹ استعمال کئے جا سکتے تھے اور بہت شاذ موقعوں پر انھیں استعمال کیا جاتا تھا۔[1] لیکن جس وقت گاہک نقد زر طلب کرتا خزانچی اس سے اول ہمیشہ یہ سوال کرتا کہ "زر کس صورت میں لو گے؟" ۱۹۱۴ء تک تو عام طور سے ساورن لیے جاتے تھے۔ اور جب جنگ کی وجہ سے ساورن ختم ہو گئے تو ایک پونڈ یا دس شلنگ کے خزانے کے نوٹ لیے جانے لگے۔ جنگ کے زمانے میں زر کی مقدار میں اضافہ کیوں روا رکھا گیا اور جب انگلستان کے ساورن محاذ جنگ پر چلے گئے تو بنک آف انگلینڈ کو ایک پونڈ اور دس شلنگ کے نوٹ فورًا جاری کرنے کی اجازت کیوں نہیں دی گئی، ان سب سوالات کا جواب کسی نہ کسی دن مل جائے گا بشرطیکہ کوئی شخص اس مسئلے سے دلچسپی رکھنے والا باقی رہ جائے۔ فی الحال یہ واقعہ کافی ہے کہ خزانے کے نوٹ انگلستان کے طلائی زر کے جانشین بنے تھے لیکن اب خزانے کے نوٹوں کی بجائے بنک آف انگلینڈ کے

232

[1] دیکھو تیج ودھرس کی کتاب موسوم بہ "جنگ اور لمبارڈ اسٹریٹ" War and Lombard Street

نوٹوں سے کردی گئی۔ اس طرح گو طلائی سکے اگر کسی کے ہاتھ لگیں تو اب بھی زر قانونی ہیں لیکن اس وقت تو محض بنک آف انگلینڈ کے نوٹ ہی عملاً واحد زر قانونی ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ دو پونڈ کی حد تک تو کاروبار میں چاندی کے سکوں کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔ لیکن دو پونڈ سے اوپر کے تمام کاروبار میں لین داروں کو چاندی کے سکے وصول کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ اس طرح موجودہ زمانے کے نوٹ اپنے پیشروؤں یعنی پانچ پونڈ کے نوٹوں کے مقابلے میں حقیقت میں بہت زیادہ مقدار میں گردش میں ہیں۔ زمانۂ سابق میں جب عوام کی جانب سے نقد کا زیادہ مقدار میں مطالبہ ہوتا تو بنک آف انگلینڈ سے ساورن لیے جاتے تھے۔ یا پھر ۱۹۱۴ء اور ۱۹۲۸ء کے مابین محکمۂ زر کاغذی کی جانب سے خزانے کے نوٹ جاری کئے جاتے تھے لیکن بہ زمانۂ موجودہ بنک آف انگلینڈ کے نوٹوں کا مطالبہ کیا جاتا ہے جو بنک کے صیغۂ بنک کاری میں رکھے رہتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ جب تعطیلات یا دوسرے اغراض کے لیے نقد کا مطالبہ عوام کی جانب سے زیادہ ہوتا ہے تو بنک کے سرمایۂ محفوظ کی مقدار میں عظیم تغیرات رونما ہوتے ہیں۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ اندرون ملک نقد کی گردش کے سلسلے میں زر کا جو مطالبہ ہوتا ہے اس کے باعث بنک کے سرمایۂ محفوظ پر بیشک دباؤ پڑتا ہے۔ 233 لیکن یہ نہیں ہوتا جیسا کہ جنگ کے بعد کے بعض مصنفین کا قول ہے کہ اس دباؤ سے بنک پر کوئی نئی اور شدید قسم کی ذمہ داری عائد ہوتی ہو۔ بلکہ یہ محض قبل جنگ زمانہ کے حالات کی جانب رجعت ہے۔ اس زمانے میں ساورن گردش میں رہتے تھے یہ ساورن طلائی سکوں اور فلز کے اس ذخیرے سے باہر جاتے تھے جو صیغۂ اجرا میں رکھا جاتا تھا اور ان کے مقابلے میں جاری کردہ نوٹوں کو زائل کرنا پڑتا تھا۔ ظاہر ہے کہ گردش کرنے والے نوٹوں کو زائل نہیں کیا جا سکتا تھا اس لیے بنک کے صیغۂ بنک کاری میں رکھے ہوئے نوٹوں کی مقدار گھٹانی پڑتی تھی اور بنک کا سرمایۂ محفوظ مقدار میں کم ہو جاتا تھا۔

صیغۂ اجرا کی کیفیت کے اثاثے کی مد میں ہم چند اہم تبدیلیاں پاتے ہیں یہ اثاثہ وہ مد ہے جس کی بنیاد پر نوٹ جاری کئے جاتے ہیں۔ سب سے اوّل

سرکاری قرضہ ہے جس کی مقدار ۱۲ لاکھ پونڈ سے بڑھ کر گیارہ ملین پونڈ سے بھی زائد ہو گئی ہے۔ ابتداء میں ۱۲ لاکھ پونڈ کی رقم ڈچ ولیم کی حکومت کو بطور قرض دینے کے لیئے ہی بنک کی تاسیس عمل میں آئی تھی۔ گیارہ ملین پونڈ کی رقم کی نمایندگی تمسکات کی کسی مقدار سے نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ حکومت اور بنک کے مابین محض کھاتہ کا اندراج ہے۔ ابتداءً یہ ان تمسکات میں سب سے بڑی مد تھی جن کے رکھنے کا مجاز ۱۸۴۴ء کے بنک ایکٹ کی رو سے بنک کو کیا گیا تھا تاکہ وہ ان سے نوٹوں کے اجرا کی بنیاد کے طور پر کام لے۔ چنانچہ ایسے نوٹوں کی مقدار ۱۴ ملین پونڈ تھی۔ اس حد سے تجاوز کرنے کی صورت میں ہر جاری کردہ نوٹ کے مقابلے میں ہم قدر فلز بطور بنیاد رکھنا پڑتا تھا۔ جن نوٹوں کی بنیاد فلز پر قائم نہ تھی بلکہ محض ادائی کے وعدوں پر قائم تھی ان کو اعتباری نوٹ کہا جاتا تھا۔ ان کی مقدار ۱۴ ملین پونڈ کی حد تک مقرر کی گئی تھی لیکن بنک کو مجاز گردانا گیا تھا کہ وہ کسی ایسے بنک کے اجرائے نوٹ کے اختیارات کو جو نوٹ جاری کرنے کے حق سے دست بردار ہو گیا ہو دو ثلث کی حد تک کام میں لائے۔ اس قسم کی دست برداریاں اس وقت عمل میں آتی تھیں جب ملک کے بنک ایسی کمپنیوں میں جذب ہو جاتے تھے جن کے صدر دفاتر لندن میں ہوتے تھے اور جو اس لحاظ سے لندن میں بنک آف انگلینڈ کو اجرائے نوٹ کا اجارہ حاصل ہونے کی بنا پر نوٹ جاری کرنے سے معذور ہوتے تھے۔ ان دست برداریوں کے ذریعے سے بنک آف انگلینڈ کے اعتباری نوٹوں کی مقدار بڑھ کر ۱۹۰۸ء میں ۱۸،۴۵۰،۰۰۰ پونڈ ہو گئی تھی اور ۱۹۲۸ء میں جبکہ بنک نے خزانے کے نوٹوں کا اجرا بھی اپنے ہاتھ میں لے لیا ان کی مقدار ۱۹،۷۵۰،۰۰۰ پونڈ تک بڑھ گئی۔

بنک کو ایسا کرنے کا مجاز گرداننے کے لیے ۱۹۲۸ء میں ایک قانون زر کاغذی و بنک نوٹ[۱] منظور کیا گیا جس کی رو سے اعتباری نوٹوں کی مقدار بڑھا کر ۲۶۰ ملین پونڈ مقرر کی گئی اور یہ بھی طے پایا کہ چاندی کے سکے جن کی مقدار ۵½ ملین پونڈ سے متجاوز نہ ہو ان تمسکات میں شامل کئے جائیں جو اعتباری

---

[۱] Currency and Bank notes Act of 1928.

نوٹوں کے اجرا کی بنیاد کے طور پر رکھے جائیں۔ جہاں تک بقیہ تمسکات کا تعلق ہے وہاں تک قانون مذکور میں صرف یہ قرار دیا گیا کہ ان کی مقدار اتنی ہونی چاہئے کہ وہ فی الوقت اعتباری نوٹوں کے ہم قدر ہوں، اور یہ کہ بنک کو چاہئے کہ وقتاً فوقتاً خزانے کو ان تمسکات کے بارے میں جو کچھ اطلاعات مطلوب ہوں پہنچاتا رہے۔

اعتباری نوٹوں کی بنیاد کے طور پر جو تمسکات رکھے جاسکتے تھے ان کی نوعیت کے بارے میں کسی بندش کا عائد نہ کرنا ایک نہایت ہی اہم تبدیلی خیال کیا جاتا تھا اور ایسا خیال کرنے والے وہی لوگ تھے جو اس غلط فہمی میں مبتلا تھے کہ قدیم بنک اکٹ نے بنک کو اپنے صیغۂ اجرا میں محض برطانوی حکومت کے تمسکات رکھنے کی اجازت دی تھی، اور اس طرح اکٹ نے بقول ان کے اجرائے نوٹ میں جو لچک ہونی چاہئے اسے محدود کر دیا تھا۔ واقعہ صرف یہ ہے کہ ۱۸۴۴ء کے قانون کی رو سے بنک کو یہ ہدایت تھی کہ وہ گیارہ ملین پونڈ کے سرکاری قرضے کو صیغۂ اجرا اور "دیگر تمسکات میں" اتنی مقدار کی حد تک منتقل کر دے جو اعتباری نوٹوں کی بنیاد کے لیے مکتفی ہوسکے۔ 285 اگر بنک چاہتا تو اپنے اعتباری نوٹوں کے ایک جزو کی بنیاد ہمیشہ مبادلے کی ہنڈیوں پر قائم رکھ سکتا تھا، جیسا کہ بعض مصلحین مُصر تھے۔ لیکن فی الواقع ہمیشہ یہ خیال کیا جاتا تھا کہ صیغۂ اجرا کے سب تمسکات برطانوی حکومت کے قرضے پر مشتمل ہیں۔

جس وقت تک بنک کے اعتباری نوٹوں کی مقدار ۲۰ ملین پونڈ سے کم رہی اس وقت تک یہ سوال ایک حد تک کوئی اہمیت ہی نہ رکھتا تھا۔ لیکن اب معاملہ دگرگوں ہے۔ چنانچہ بنک نے اس کی اہمیت کو نہ صرف چند غیر سرکاری وعدوں کو اپنے نوٹوں کی بنیاد بنا کر تسلیم کیا ہے بلکہ وہ جو اطلاعیں اپنی نئی فرد حساب میں ہم پہنچاتا ہے ان میں اس واقعے کا اضافہ کر کے اور کسی قید قانونی کے بغیر اس کو شائع کر کے بھی تسلیم کرتا ہے۔

صیغۂ اجرا کی مداثاثہ میں چاندی کا دوبارہ ظاہر ہونا اس امر کی ایک

دلچسپ مثال ہے کہ مرورِ زمانہ کے ساتھ وقت اپنا انتقام کس طرح لیتا ہے۔
۱۸۴۴ء کے قانون کے شرائط کے تحت بنک کو اجازت دی گئی تھی کہ وہ اپنے
نوٹوں کی فلزی بنیاد میں نقروی فلز بھی شریک کرے لیکن یہ کہ اس کی مقدار کل
فلزی ذخیرے کے ۱/۵ جزو سے متجاوز نہ ہو۔ اور ستمبر ۱۸۴۴ء میں اس قانون کے
تحت سب سے پہلی فردِ حساب شائع کی گئی اور اس سال سے اگست ۱۸۵۳ء تک
اور پھر نومبر ۱۸۶۰ء اور جولائی ۱۸۶۱ء کے درمیان چاندی حقیقت میں اسی مشروط
طریقے پر رکھی گئی۔ اس تاریخ (۱۸۶۱ء) کے بعد سے صیغۂ اجرا میں چاندی رکھی ہی
نہیں گئی۔ اور اس صیغے میں چاندی رکھنے کے متعلق بنک کو جو اختیار حاصل
تھا وہ تقریباً فراموش کر دیا گیا تھا۔ اگرچہ ہفتہ وار فردِ حساب میں ایک سطر
"نقروی فلز" کے عنوان سے لکھی جاتی تھی اور اس کے بالمقابل خانہ خالی رکھا
جاتا تھا۔ لیکن اس اختیار کی موجودگی شہرِ لندن پر ۱۸۹۷ء میں واضح ہوئی جبکہ وزیر
مالیات اور بنک کے گورنر کے مابین اس اقتدار کو عمل میں لانے کے متعلق سرگرم
مباحثہ ہوا۔ اس انتظام کا باعث وہ دباؤ تھا جو حکومت وقت پر دو فلزی
طریقہ زر کے مویدین کی جانب سے ڈالا گیا تھا۔ اس طریقے کے مویدین یہ سمجھتے تھے
کہ طلا و نقرہ ایک مقررہ شرح تناسب پر مساوی حیثیت سے جاری کئے جا سکتے
ہیں اور اس سے تمام متعلقہ لوگوں کو فائدہ ہوگا۔ اور بنک آف انگلینڈ
کی جانب سے اس زیرِ بحث رعایت کا روا رکھا جانا دراصل چاندی کی حالت
کو رو بہ اصلاح کرنے کی تجویز کا ایک جزو تھا۔ لیکن آغاز ہی میں اس تحریک کا
خاتمہ کر دیا گیا۔ اخبار ٹائمز کو اس تحریک کا علم ہو گیا اور اس نے دفعتہً اس تجویز کو
طشت از بام کر دیا۔ تمام شہر میں شور و غل مچ گیا۔ شہر کے سب لوگوں کو یہ خوف
تھا کہ بنک آف انگلینڈ کے نوٹوں کی فلزی بنیاد میں چاندی شریک کرنے کی
وجہ سے بنک کا اعتماد عوام کی نظر میں کم ہو جائے گا اور یہ سوء ظن پیدا ہو گا کہ
بنک مطالبات کی ادائی سونے کی شکل میں کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اس
بدل پذیری کی صلاحیت ہی کو ایک ایسی چٹان سمجھا جاتا تھا جس پر انگلستان کا
معیارِ طلا قائم تھا اور کسی ایسی تبدیلی کا مشورہ جس سے اس چٹان کے کمزور ہونے کا

236

خطرہ خواہ وہ خیالی ہی کیوں نہ ہو، رونما ہوتا ہو، شہر کے عملی کاروبار کو صدمہ پہنچانے والا تھا۔ غرض تجویز تو ہوا میں اڑ گئی اور اعتباری نوٹوں کے اجرا کے متعلق قانون نے جو حد مقرر کی تھی اس سے تجاوز کرنے کی صورت میں ہر زائد جاری کردہ نوٹ کے مقابلے میں بدستور اس کے ہم قدر طلا اور صرف طلا رکھنا پڑا اور اب بھی ایسا ہی کیا جا رہا ہے۔

لیکن بایں ہمہ چاندی چپکے سے اس چور دروازے سے صیغۂ اجرا میں داخل ہوگئی ہے جو اس کے لیے ۱۹۲۸ء کے قانون موسوم بہ Currency Act. نے کھول دیا ہے۔ قانون مذکور اس کی اجازت دیتا ہے کہ اعتباری نوٹوں کی بنیاد کے طور پر جو تمسکات رکھے جائیں ان میں چاندی بھی شریک کی جائے۔ لیکن اس کو نوٹوں کی فلزی بنیاد کے جزو کے طور پر نہ رکھا جائے۔

"سرکاری قرضہ، دیگر سرکاری تمسکات، دیگر تمسکات، نقرئی سکے" یہ سب مدیں مجموعی طور سے فرد حساب میں شریک کی جاتی ہیں تاکہ ہمیں یہ معلوم ہو کہ وہ اعتباری نوٹوں کی مجموعی مقدار یعنی ۲۶۰ ملین پونڈ کی رقم کے معادل ہیں اور بقیہ اثاثے کی تکمیل طلائی سکوں اور سونے سے کی جاتی ہے جس پر اصولاً نوٹوں کی بنیاد و کفالت قائم ہے۔ اگرچہ اندرون و بیرون ملک عوام کی نظر میں اصل کفالت یہ ہے کہ ان نوٹوں کا اجرا **بنک آف انگلینڈ** کی جانب سے عمل میں آتا ہے۔

بنک کی جدید ہفتہ وار فرد حساب جو سب سے اہم نئی اطلاع ہم پہنچاتی ہے وہ صیغۂ بنک کاری کے ان اعداد میں ملتی ہے جن میں "دیگر امانتوں" اور "دیگر تمسکات" کو ذیلی مدوں میں تقسیم کرکے پیش کیا گیا ہے۔ رقوم واجب الادا کی جانب ہماری نظر سب سے اوّل "مالکوں کے اصل" کی مد پر پڑتی ہے جو خود بدیہی ہے۔ اس لیے کہ یہ بظاہر وہ رقم ہے جو بنک کے حصہ داروں نے ابتداءً مہیا کی تھی اور اس میں بعد میں اضافہ ہوتا رہا۔ اس میں اور دیگر انگریزی بنکوں کے اصل میں یہ فرق ہے کہ وہ تمسکات کی شکل میں فراہم ہوئی اور ان تمسکات کی کل قیمت وصول ہو چکی اور دیگر بنکوں کا اصل حصص کی شکل میں فراہم ہوا جن کی پوری قیمت وصول نہیں ہوئی۔ ان بنکوں کا یہ قاعدہ ہے کہ اپنے پاس ایک سرمایۂ محفوظ ان رقوم واجب الادا

کی شکل میں رکھتے ہیں جو وصول طلب اصل کی حیثیت سے حصہ داروں سے واجب الوصول ہوتا ہے۔ گو بنک آف انگلینڈ کے تمسک کی کل قیمت ادا کر دی جاتی ہے لیکن ماہرین کی رایوں میں اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا بنک پر اس سے مزید ذمہ داری عاید ہوتی ہے یا نہیں پھر بھی یہ کوئی عملی مسئلہ نہیں ہے یا کوئی ایسا معاملہ نہیں ہے جو بنک کے تمسک کے مالکوں کو چین سے سونے نہ دے اور پارلیمنٹ نے تمسک کو ایسے مشاغل اصل میں شامل کر کے جن میں امنا بھی شریک ہو سکتے ہیں تمسک کو ایک ممتاز حیثیت دے دی ہے۔

اس جانب دوسری مد "اندوختہ" یا "رسٹ"[1] ہے۔ اس انوکھے عنوان کے تحت بنک جو چیز اپنے پاس رکھتا ہے اس کو دوسرے بنک اور کمپنیاں بشرطیکہ وہ بھی اس کی طرح خوش نصیبی سے ایسی چیز کی مالک ہوں "رزرو"[1] کے نام سے موسوم کرتی ہیں۔ "اندوختے" میں بنک کا وہ منافعہ پس انداز ہوتا رہتا ہے جو حصہ داروں کو مقسوم کے طور پر تقسیم نہیں کیا جاتا بلکہ بنک کی مالی حیثیت کو مستحکم کرنے کے لیے رکھا جاتا ہے۔ بادی النظر میں یہ امر ایک معمہ سا معلوم ہوتا ہے کہ واجب الادا رقم کی ملکیت کمپنی کی مالی حالت کو کیونکر تقویت پہنچا سکتی ہے۔ لیکن یہ واجب الادا رقم جمع شدہ اصل کے مثل بنک آف انگلینڈ اور اس کے تمسک داروں کے مابین واجب الادا رقم ہے، اور فرد حساب کی دوسری جانب اس کی نمائندگی اثاثے سے ہوتی ہے۔ اس طرح حقیقی بیرونی رقوم واجب الادا (یعنی ایسے مطالبات جو بنک کے اہل معاملہ اس پر کر سکتے ہوں) کے مقابلے میں جو اثاثہ یا رقوم واجب الوصول رہتے ہیں ان کے تناسب کو اس رقم واجب الادا یعنی اندوختہ کی موجودگی سے تقویت حاصل ہوتی ہے۔ پھر بھی معمولی بنک یا کمپنی کے سرمایۂ محفوظ کے برعکس بنک آف انگلینڈ کے اندوختے کی مقداریں ہمیشہ تغیرات رونما ہوتے رہتے ہیں، اور یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ اندوختے میں بنک کے نفع و نقصان کے فاضلات کم و بیش شامل رہتے ہیں۔ لیکن ہر ہفتے اس رقم میں

---

[1] Rest بمعنی اندوختہ اور رزرو یعنی Reserve بمعنی سرمایۂ محفوظ۔

کچھ ایسے طریقے سے تبدیلی کی جاتی ہے جس کو بیرونی مبصر دیکھ تو سکتا ہے لیکن سمجھ نہیں سکتا اور بظاہر نفع ونقصان کے فاضلات کا بیشتر حصہ "دیگر امانتوں" کی مد میں شامل کر لیا جاتا ہے، جن کو متعاقب بیان کیا جائے گا، اور جس وقت بنک اس مد سے مقسوم ادا کرنا چاہتا ہے تو "فاضلات کا یہ حصہ اندوختے میں منتقل کر دیا جاتا ہے۔ بہرنوع یہ بات عام طور سے مشاہدے میں آتی ہے کہ فروری اور اگست کے اختتام پر جس وقت بنک اپنی ششماہی مکمل کر لیتا ہے ایک بڑی رقم اندوختے میں دفعتہً منتقل کر دی جاتی ہے اور ان تاریخوں میں اندوختے میں جتنی رقم رہتی ہے اس سے یہ حساب کرنا ممکن ہے کہ مقسوم کا اعلان کرنے کے لیے جب مجلس بنک کا اجلاس ہو تو کتنی رقم تقسیم کی جائے گی۔ اس لیے کہ اندوختے میں رقم کی مقدار تین ملین پونڈ سے کم کبھی نہیں ہونے دی جاتی۔ اس سطح سے اوپر ششماہی کے اختتام پر جتنی رقم ہو کم وبیش اسی کو بطور مقسوم تقسیم کیا جاتا ہے۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ اندوختے میں یہ تین ملین پونڈ کی سطح سنہ ۱۸۴۴ء سے اب تک برابر برقرار رکھی جا رہی ہے۔ اور اس میں بنک کے ذمے کے بیرونی رقوم واجب الادا کی مناسبت سے کوئی اضافہ نہیں کیا گیا ہے۔ ستمبر سنہ ۱۸۴۴ء میں اندوختے میں ۳٫۵۶۴٫۷۲۹ پونڈ کی رقم تھی۔ اور مجموعی امانتوں کی رقم بقدر ۱۲ ملین پونڈ تھی۔ ختم جون سنہ ۱۹۲۹ء پر اندوختے میں کچھ کم ۳ ½ ملین پونڈ اور مجموعی امانتوں میں تقریباً ۱۴۱ ملین پونڈ تھے۔

حکومت برطانیہ کے متعدد محکموں کے فاضلات کو **سرکاری فاضلات** کہتے ہیں جو بنک آف انگلینڈ میں امانتہً رکھے جاتے ہیں اور جن کا حساب کتاب وانتظام بھی بنک سرکاری ساہوکار کی حیثیت سے کرتا ہے۔ اگر محاصل تیزی یا سستی کے ساتھ وصول اور جمع ہوں تو ان کی مقداریں بھی بنک میں بیشی یا کمی ہوتی رہتی ہے۔ اور حکومت اپنے متعدد اخراجات جتنی پھرتی یا سستی سے پورے کرتی ہے اس

ا۔ دیکھو پہلی فرد حساب جو سنہ ۱۸۴۴ء کے قانون کے تحت شائع ہوئی تھی اور جس کا فوٹو مڈلینڈ بنک کے ماہنامہ سنتھلی ریویو مورخہ دسمبر سنہ ۱۹۲۸ء میں چھپا۔

رفتار کا بھی اس پر اثر پڑتا ہے۔ جس زمانے میں جنگی قرضے اور دیگر سرکاری تمسکات کے مقسوم کی ادائی کی جاتی ہے ان امانتوں میں بڑی رقم کی کمی ہو جاتی ہے۔ اور یہ رقم "دیگر امانتوں" کی مد میں یا تو منتقل کر دی جاتی ہے یا آخر میں خود بینک پہنچ جاتی ہے۔ اس طرح حکومت کی جانب سے جب مقسوم کی تقسیم عمل میں آتی ہے تو زر کی مقدار کثیر ہو جاتی ہے۔ اس لیے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ بنک آف انگلینڈ کا اعتبار خزانے سے لیا گیا اور اس کو دیگر بنکوں کی مد "نقد بدست و در بنک آف انگلینڈ" میں منتقل کر دیا گیا۔ چنانچہ یہ دیگر بنک اس مد کو زیادہ اعتبار جاری کرنے کی بنیاد بنا سکتے ہیں۔ اس کے برخلاف مارچ کی سہ ماہی میں جب عوام کی جانب سے محصول آمدنی اور محصول مکان کی ادائی عمل میں آتی ہے تو "سرکاری امانتوں" کی مد میں اضافہ ہو جاتا ہے، دیگر امانتوں کی مد میں تخفیف رونما ہوتی ہے اور زر کمیاب ہو جاتا یا شہر لندن کی اصطلاح میں "انقباض" واقع ہوتا ہے[1] اگرچہ سرکاری امانتوں کی رقم کو خزانہ بالعموم ان ہنڈیوں کے ادا کرنے کے کام میں لاتا ہے جن کی میعاد پوری ہوتی جا رہی ہو۔ یہ اہم امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ سرکاری امانتوں کے اضافے کے معنی اعتبار کے اضافے کے ہیں جس پر بنک اختیار اور قابو رکھتا ہے۔ لیکن دیگر امانتوں کے اضافے کے معنی ایک تو اس کے ذمے کے واجب الادا رقوم کے اضافے کے ہیں جو عوام کو واجب الوصول ہیں اور دوسرے "نقد در بنک آف انگلینڈ" کی مد میں اضافے کے ہیں جس کو دوسرے بنک سونے یا نوٹوں کے مثل اپنے دیے ہوئے اعتبار کی بنیاد کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔

240

پہلے "دیگر امانتیں" ایک جامع مد ہوا کرتی تھی جس کے تحت بنک ان سب رقوم واجب الادا کو شامل کرتا تھا جو برطانوی حکومت کے سوا تمام افراد اور جماعتوں کی جانب سے بنک میں بطور امانت جمع کی جاتی تھیں۔ لیکن اب اس مد کو دو ذیلی مدوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے یعنی بنکوں کی امانتیں اور

---

[1] دیکھو ص ۲۲ (انگریزی) مندرجہ حاشیہ۔

دیگر امانتیں۔ اس طرح نئی فرد حساب مالی معاملات پر نئی اور گہری روشنی ڈالتی ہے۔ قدیم فرد حساب میں حسابات اس طرح پیش کئے جاتے تھے کہ ہمیں اس بات کا پوری طرح علم ہی نہ ہونے پاتا تھا کہ دیگر بنک بنک آف انگلینڈ میں کتنی اعتباری امانت رکھتے ہیں۔ اس لیے کہ ممکن تھا کہ اس مد کا اضافہ یا تخفیف بنک کے بعض دوسرے گاہکوں مثلاً حکومت ہند یا کسی بیرونی حکومت پر اثر انداز ہو۔ لیکن بحالت موجودہ ہمیں ہر ہفتے یہ بتا دیا جاتا ہے کہ مرکزی بنک میں دیگر بنکوں کی کس قدر امانت جمع ہے۔ اور اس طرح اس بارے میں ہمارے معلومات بہت زیادہ وسیع ہو جاتے ہیں کہ بنکوں کے مجموعی ذرائع کیا ہیں۔ رہی ان کی نقد بدست کی مقدار تو اس کا حال ہمیں صرف لندن کے حساب بنکوں[1] کی ماہانہ کیفیتوں سے جو ہر مہینے کی ۱۲ تاریخ کو شائع کی جاتی ہیں، اور بقیہ بنکوں کی ششماہی یا سالانہ رپورٹوں سے معلوم ہو سکتا ہے۔ بنک آف انگلینڈ کی کتابوں میں ان کی جتنی رقم ہر چہارشنبہ کو درج رہتی ہے وہ دوسرے ہی دن بنک کی فرد حساب میں شائع ہو جاتی ہے۔ اس مد میں جو بنک شامل ہوتے ہیں وہ لندن کے حساب بنک اور وہ ملکی بنک ہیں جو کسی دوسرے بنک سے معاملہ نہیں کرتے بلکہ صرف بنک آف انگلینڈ سے معاملہ کرتے ہیں۔ بایں ہمہ یہ امر قابل ذکر ہے کہ اس مد میں جتنے فاضلات شامل ہوتے ہیں ان کے کچھ حصے کو دیگر بنک بنک آف انگلینڈ کے صدر دفتر واقع تھرڈ نیڈل اسٹریٹ میں جمع نہیں کرتے بلکہ بنک کی قصباتی شاخوں میں جمع کرتے ہیں۔

دیگر فاضلات یا حسابات کی مد مذکورہ بالا تفصیلی بحث کے ضمن میں واضح ہو چکی ہے۔ اس میں بنک کے تمام جمع کنندوں کی امانتیں باستثنائے حکومت برطانیہ اور مذکور الصدر دیگر بنک شامل ہوتی ہیں۔ رقوم واجب الادا کی جانب آخری مد ہفت روزہ اور دیگر ہنڈیوں کی ہے جن کی قیمت چند ہزار پونڈ یا بقول پرنس ہال "بہت ہی معمولی چند پیسوں کا معاملہ ہے"۔ یہ مد ترسیل زر کرنے کے

[1] London Clearing Bank

قدیم طریقے سے متعلق ہے جو بعض قسم کے محاصل کی ادائی کے لیے اب بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

اب ہم فرد حساب کی دوسری جانب متوجہ ہوتے ہیں اور بنک آف انگلینڈ کی مد اثاثہ و واجب الوصول رقوم پر غور کرتے ہیں جو بنک کے ذمے کے ان رقوم کے مقابلے میں بنک میں رہتے ہیں جو اس کے تمسک داروں اور گاہکوں کو واجب الادا ہوتے ہیں۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ واجب الادا رقوم کی پہلی دو مدیں یعنی اصل اور اندوختہ صرف ایسی رقوم پر مشتمل ہیں جو بنک کی جانب سے اس کے مالکوں کو واجب الادا ہیں اور اس لحاظ سے وہ اس معنی میں قرضہ نہیں ہیں جس معنی میں کہ دوسرے واجب الادا رقوم قرضہ ہوتے ہیں۔ اور جب رقوم واجب الادا کے مقابلے میں نقد کے تناسب کا حساب لگایا جاتا ہے تو صرف اہل معاملہ سرکاری اور دیگر جمع کنندگان اور ہفت روزہ اور دیگر ہنڈیوں کے حامل اداشدنی رقوم کے حساب میں شریک کئے جاتے ہیں۔

جہاں تک فرد حساب کے رقوم واجب الادا کا تعلق ہے وہاں تک ہمیں یہ معلوم ہوا کہ بنک نے دیگر بنکوں کے مقابلے میں ہمیشہ اس حد تک زیادہ تفصیلی اطلاع بہم پہنچائی کہ اس نے سرکاری اور دیگر امانتوں کو الگ الگ پیش کیا۔ لیکن اثاثے اور رقوم واجب الوصول کی جانب خود اس کی جدید اور مرمہ فرد حساب میں بھی صراحت مفقود ہے۔ چنانچہ اس کے مشاغل اصل اور اس کے دیگر اثاثے کے مابین کوئی امتیاز نہیں کیا گیا ہے۔ اور اگرچہ "دیگر تمسکات" کی مد کو ذیلی مدوں میں تقسیم کر کے پیش کرنے سے سمجھنے والے کے لیے بے شک سہولت پیدا ہو گئی ہے لیکن ناواقف مشاہد بہت آسانی کے ساتھ گمراہ ہو سکتا ہے۔

یہاں بھی حکومت کے معنی محض برطانوی حکومت ہیں۔ چنانچہ سرکاری تمسکات کی تعریف میں محض کنسول، دیگر برطانوی تمسک، ہنڈیات خزانہ، تمسکات خزانہ اور دیگر مختصر المعیاد ہنڈیاں اور وہ قرضے داخل ہیں جو بنک حکومت کو "طرق و ذرائع" کے قرضوں کی شکل میں اس زمانے میں دیتا ہے جبکہ "رسد زر" کی قلت یا مقسوم کی ادائی کی ضرورت حکومت کو مجبور کرتی ہے کہ وہ اپنے ساہوکار (یعنی بنک آف انگلینڈ)

242

سے رقم وصول کرے۔ چونکہ خزانے کے اس قرضہ لینے کے کاروبار کا حال آمد و خرچ کے ہفتہ وار اعداد سے معلوم ہوتا ہے جو گزٹ میں شائع ہوتے ہیں، اس لیے ان کی مدد سے بنک کے فرد حساب میں سرکاری تمسکات کی مقدار میں جو تغیرات ہوتے ہیں ان کے مفہوم کی سرسری جھلک حاصل کرنا تو ممکن ہے۔ لیکن چونکہ یہ سرکاری 243 اعداد بہت دیر میں شائع کیے جاتے ہیں، غیر مکتفی اطلاعات بہم پہنچاتے اور سطحی حالات ظاہر کرتے ہیں، اس لیے جو شخص ان کی مدد سے حکومت اور زر کے بازار کے باہمی تعلقات کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے وہ ایسا راستہ اختیار کرتا ہے جس میں لغزشوں کا اندیشہ ہے۔ یہ امر کچھ عجیب سا معلوم ہوتا ہے کہ زر کا بازار جو ہنڈیات خزانہ خرید کر اور دوسرے طریقوں سے قرضہ دے کر بسا اوقات حکومت کی امداد کرتا ہے ایک ایسے قرض گیر کو نہایت خاموشی کے ساتھ اپنا زر بطور قرض حوالہ کر دیتا ہے جس کا کاروبار انتہائی راز میں رہتا اور بہت اہمیت رکھتا ہے۔ بایں ہمہ عام طور سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ جس وقت سرکاری تمسکات کی مد میں اضافہ ہوتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ یا تو بنک برطانوی حکومت کو زیادہ مقدار میں باذخیرہ اور بے ذخیرہ قرضے دے کر یا کسی دوسری شکل میں حکومت کو قرضے دیکر اپنے تمسکات کی مقدار میں اضافہ کر رہا ہے اور جب اس مد میں تخفیف ہوتی ہے تو بلاشبہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کے برعکس کوئی عمل واقع ہو رہا ہے یعنی یہ کہ بنک سرکاری تمسکات فروخت کر رہا ہے یا اس کو حکومت سے قرضہ واپس وصول ہو رہا ہے۔ لیکن اس کے علاوہ ایک اور بھی امکان ہے اور وہ یہ کہ بنک بازار سے قرضہ لے رہا ہو اور اپنے سرکاری تمسکات کو بطور کفالت پیش کر رہا ہو۔ جس وقت بنک اعتبار کی رسد کو کم کرنے کے لیے قرضہ حاصل کرتا ہے تو عام طور سے یہ دیکھا جاتا ہے کہ سرکاری تمسکات کی مد میں تخفیف رونما ہوتی ہے اور بعض اوقات اسی کے مماثل دیگر تمسکات میں بھی کمی ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ بنک جس وقت بازار کو قرضہ دیتا ہے تو اس کی وجہ سے 244 اس کے سرکاری تمسکات کی مد متاثر نہیں ہوتی۔ سرکاری تمسکات کو مکفول کر کے قرضہ دینے کی صورت میں بھی یہ تمسکات کفالت کی حیثیت رکھتے ہیں اور قرض گیروں

کے مطالبات ادا کرنے کے وعدے کو وہ سب سے مقدم شے خیال کرتا ہے۔ اور اسی لیے "دیگر تمسکات" کی مد میں وہ ان سب قرضوں کو شامل کرتا ہے۔ جو برطانوی حکومت کے سوا ہر قرض گیر کو دئیے جاتے ہیں۔ بہ زمانہ موجودہ اس مد کی ذیلی تقسیم بٹہ اور قرضہ کے عنوان سے کر دی گئی ہے۔

اب "دیگر تمسکات" کی مد دو ذیلی مدوں یعنی "بٹہ و قرضہ" اور "تمسکات" میں تقسیم کر دی گئی ہے۔ اس تبدیلی کے ذریعے سے بھی بنک نے فرد حساب کی توضیح کے سلسلے میں بڑا کام انجام دیا ہے۔ بنکوں کی امانتوں کو "دیگر امانتوں" سے علٰحدہ پیش کئے جانے کی وجہ سے ہمیں بازار کی حیثیت کو بہتر طریقے پر سمجھنے میں بہت بڑی مدد ملتی ہے۔ دیگر تمسکات کی ذیلی تقسیم سے بھی ہم کو اس بارے میں بنک کی حیثیت کے سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی تسلیم کرنا ضروری ہے کہ نئی فرد حساب بحالت موجودہ بظاہر ہر اس شخص کے لیے گمراہ کن ثابت ہو سکتی ہے جو اس کو معمہ کے حل کے اشارے کی جانب توجہ کئے بغیر پڑھتا ہے۔ کوئی ذہین مبصر ان مدوں کا مطالعہ معمولی تجربے کی روشنی میں کر کے قدرتی طور سے یہ نتیجہ اخذ کرے گا کہ بٹے اور قرضے کے معنی بظاہر بنک کی جانب سے ہنڈیوں کی خریداری اور قرضوں کا اجرا ہے، اور یہ کہ تمسکات سے مراد بونڈ اور اسٹاک کا وہ ذخیرہ ہے جو حکومت برطانیہ کے تمسکات کے ماسوا بنک میں موجود ہے۔

لیکن اصل معنی اس سے مختلف و جداگانہ ہیں۔ چنانچہ یکم دسمبر ۱۹۲۸ء کے رسالہ اکنامسٹ میں اس کی تشریح و توجیہ کی گئی ہے۔ اور میں بوثوق و بسند کہہ سکتا ہوں کہ رسالۂ اکنامسٹ کا بیان صحیح ہے۔ رسالۂ مذکور نے لکھا تھا کہ "دیگر تمسکات" کی مد کو اب اس طرح تقسیم کر دیا گیا ہے کہ ان سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ بازار بنک کا کس حد تک قرض دار ہے۔ چنانچہ نئی مد "بٹہ اور قرضہ" کے فی الواقع یہی معنی ہیں۔ اہم فرق و امتیاز یہ ہے کہ اگر بنک میں بازار کی جانب سے ہنڈی پر بٹہ کٹوانے کا عمل آغاز کیا جائے تو بنک ایسی ہنڈیوں کو "بٹہ" کی مد میں داخل کرے گا۔ اور جب خود بنک اپنی جانب سے کھلے بازار کے اصول

کے تحت ہنڈیاں خریدنے کا عمل شروع کرے تو ایسی ہنڈیوں کو وہ "تمسکات" کی ذیل میں شمار کرتا ہے۔ گویا "خزانے کے ہنڈیات" کے لیے "سرکاری تمسکات" اور تجارتی ہنڈیوں کے لیے "دیگر تمسکات" کی اصطلاحیں استعمال کی جاتی ہیں"۔

اس طرح یہ نئی تبویب رقوم واجب الوصول کی مختلف قسموں پر مبنی نہیں ہے بلکہ محض اس طریقے کے لحاظ سے عمل میں لائی گئی ہے جس سے کہ بعض رقمیں بنک کے قبضے میں آتی ہیں۔ اور اس نفسیاتی طریقے پر حساب رکھنے کے متعلق ایک ماہر محاسب کی خواہ کچھ ہی رائے ہو ہمیں اس سے بلاشبہ ایسی بہت سی چیزیں معلوم ہو جاتی ہیں جو محض اندازے سے کبھی نہ معلوم ہو سکتی تھیں۔ اور یہ بات نہ صرف قدیم وضع کی جامع مد یعنی "دیگر تمسکات" کے بارے میں بلکہ اس مد کی جدید رسمی ذیلی تقسیم یعنی "قرضہ، بٹہ اور شغل اصل" کے بارے میں بھی صادق آتی ہے۔

ہم جو کچھ معلوم کرنا چاہتے ہیں وہ صرف یہ ہے کہ بازار بنک میں ہنڈی پر بٹہ کٹوانے یا اس سے قرضہ حاصل کرنے میں بنک کے ساتھ کیا کاروبار کر رہا ہے۔ اور جب بنک اعتبار کو بڑھاتا یا گھٹاتا، تمسکات فروخت کرتا یا قرضے میں اضافہ یا تخفیف کرتا ہے تو وہ بازار کے ساتھ کیا کاروبار کرتا ہے۔ یہ حال کم از کم ایک حد تک نئی تفریق سے معلوم ہو جاتا ہے۔ جب ہنڈی دلالوں کو قرضہ حاصل کرنے یا ہنڈی پر بٹہ کٹوانے کی غرض سے بنک آف انگلینڈ جانا پڑتا ہے تو بنک کی "بٹہ اور قرضوں" کی مد میں اضافہ ہو جائے گا۔ اگر بنک کو یہ خیال ہو کہ اس کی دفتری شرح پر ہنڈی پر بٹہ کاٹنا گویا بازار کا خون چوسنا ہے۔ اور اس لحاظ سے وہ اس سے "مردے از غیب" کے توسط سے بازاری شرح پر ہنڈیاں خریدے تو یہ اضافہ "تمسکات" کی مد میں ظاہر ہوگا۔ لیکن ایک مزید احتیاط ضروری ہوگی۔ جب ہم بازار کی ہدایت کا ذکر کریں تو ہمیں بازار کو معمولی محدود معنوں میں استعمال نہ کرنا چاہیئے۔ جب شہر کے اخباروں میں کوئی شخص "بازاری قرضوں" کے متعلق مضامین پڑھتا ہے تو ان کے معنی یہ ہیں کہ ہنڈی کے دلال قرضہ لے رہے ہیں۔ اگر "بٹہ اور قرضہ" میں صرف اس قسم کا قرض لینا

246

شامل ہو تو ہم یہ نتیجہ اخذ کرنے کی جانب مائل ہوں گے کہ نئی فردِ حساب کے وجود میں آنے کے بعد ہنڈی دلال بنک میں آئے۔ لیکن یہ کسی طرح صحیح نہیں ہے۔ "بازار کی ہدایت" کے معنی بنک یہ لیتا ہے کہ وہ (بنک) ایسے قرضے اور بٹے لیتا ہے جن کا اہتمام وہ حکومت برطانیہ کے ماسوا اپنے دوسرے قرض گیر اہلِ معاملہ کے لیے کرے۔ جب کوئی بنک میں آکر زر طلب کرے تو وہ "بازار کی ہدایت" ہوگی اور جب وہ خود بازار میں قرضہ لینے یا دینے کے لیے جائے تو وہ اپنے "کھلے بازار کے اصول" کے ذریعے سے ڈوریاں کھینچ رہا ہے اور اعتبار کی رسد کو منظم کر رہا ہے۔

بیرونی مبصروں کو ایسا معلوم ہوگا کہ اپنی حالت پر نئی روشنی ڈال کر بنک نے محض تاریکی کو زیادہ نمایاں کر دیا ہے اس لیے کہ بعض فنی امور اس تشریح سے اور زیادہ مبہم ہو جاتے ہیں۔ لیکن جو لوگ زر کا کاروبار کرتے ہیں ان کے حق میں یہ تبدیلی اطلاعات کے حقیقی اضافے کے معنی رکھتی ہے۔ عامتہ الناس کے نقطۂ نظر سے صرف یہ امر ذہن نشین رکھنے کی ضرورت ہے کہ اگر بنک کے تمسکات کے ذخیرے میں اضافہ ہو، خواہ اس کو کسی عنوان کے تحت رکھا جائے تو یہ اضافہ گویا اس حد تک زر کی رسد میں اضافے کا باعث ہوگا۔ اور اس کے تمسکات کے ذخیرے کی تخفیف زر کی رسد کو کم کر دے گی۔ چونکہ ہر اس رقم کے معنی جو بطور قرض دی گئی ہو اس اعتبار کے ہیں جو بنک کی کتابوں میں بالمقابل درج ہوا ہے لہٰذا تمسکات کا اضافہ امانتوں میں بھی بالمقابل اضافہ کر دیتا ہے، خواہ وہ "سرکاری امانتیں ہوں یا دیگر امانتیں"۔ لیکن اگر سرکاری امانتوں میں بنک کی جانب سے قرضہ دئے جانے کی بنا پر اضافہ ہوا ہے تو یہ فرض کیا جا سکتا ہے کہ یہ اس لیے ہوا کہ حکومت کو اپنے ذمے کے مطالبات ادا کرنا ہیں، یہ کہ یہ اضافہ عنقریب "دیگر امانتوں" میں منتقل کر دیا جائے گا اور اس طرح دیگر بنکوں کی کتابوں میں "نقد در بنک آف انگلینڈ" کی مد میں، جو اعتبار کی بنیاد کے جزو یعنی نوٹوں اور سونے کے معادل خیال کی جاتی ہے اضافہ کر دیگا۔ یا پھر زائد اعتبار بنک سے زائد زر نکالنے کے کام میں لایا جا سکتا ہے، اور اس طرح یہ زر تجارتی طبقے کے نقد بدست میں اضافہ کر دے گا۔

247

اس کے بعد فہرست حساب میں رقوم واجب الوصول کی جانب ہم آخری دو مدوں پر پہنچتے ہیں۔ اور یہ دونوں مل کر بنک کا "سرمایہ محفوظ" کہلاتی ہیں۔ واضح ہو کہ "سرمایہ محفوظ" معاشیات کی دیگر مبہم اصطلاحات کی طرح اس معنی میں سرمایہ نہیں ہے جس معنی میں کہ دوسرے بنکوں یا کمپنیوں کے سرمائے یا اندوختے لیے جاتے ہیں۔ کسی کمپنی یا بنک کے سرمایۂ محفوظ سے مراد عام طور سے منافعے کا وہ مجموعہ ہے جو حصہ داروں میں بطور مقسوم تقسیم نہیں ہوتا بلکہ بنک میں نقد بدست کی صورت میں رہتا ہے جس سے حسب ضرورت کام لیا جاتا ہے۔ بنک آف انگلینڈ میں بھی جیسا کہ بیان ہو چکا ہے اسی قسم کا ایک سرمایہ رہتا ہے جس کو یہاں ریسٹ یا "اندوختہ" کہا جاتا ہے۔ لیکن جب ہم بنک آف انگلینڈ کے سرمایۂ محفوظ کا ذکر کرتے یا لکھتے ہیں تو ہمارا مطلب وہ نقد ذخیرہ ہوتا ہے جو بنک کے صیغۂ بنک کاری میں جمع رہتا ہے۔

248 اس میں زیادہ تر نوٹ رہتے ہیں اور بقیہ قلیل حصہ سونے اور نقری سکوں کی شکل میں ہوتا ہے۔ ان سکوں کو بنک کا "گلہ"[۱] کہتے ہیں جو سرمایۂ محفوظ کا ایک جزو ہے اور روزمرہ چک بھنانے یا دوسرے خردہ کاروبار میں کام آتا ہے۔ بحالت موجودہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ بنک میں جتنا سونا آتا ہے وہ تقریباً سب کا سب صیغۂ اجرا میں رکھا جاتا ہے۔ اس کے مقابلے میں نوٹ جاری کئے جاتے اور صیغۂ بنک کاری کے رقوم واجب الوصول یا اثاثے میں شریک کئے جاتے ہیں۔ چونکہ اب ان نوٹوں نے سابق کے مروجہ طلائی سکوں کی جگہ لے لی ہے اس لیے تمام داخلی و خارجی مطالبات کا بار زر کی اسی شکل یعنی نوٹوں پر پڑنے کا قرینہ ہے۔ جب عوام تعطیلات منانے کی غرض سے کثیر مقدار میں زر طلب کرتے ہیں تو بنک کے نوٹ ہی گردش میں آتے ہیں۔ جب طلا کا بیرونی مطالبہ صیغۂ اجرا کے طلا کے ذخیرے کو کم کر دیتا ہے تو اس کی بنیاد پر جو نوٹ جاری

---

[۱] گلہ Till money

کئے گئے ہوں وہ زائل کردئے جاتے ہیں۔ اور چونکہ وہ نوٹ زائل نہیں کئے جا سکتے جو عوام کے ہاتھوں میں یا بنکوں میں دست بدست گردش کر رہے ہوں، لامحالہ ان نوٹوں کو جو صیغۂ بنک کاری کے سرمایۂ محفوظ میں رکھے جاتے ہیں سونے کی برآمد شدہ مقدار کی حد تک تخفیف کر دینا پڑتا ہے۔ ایسا نہ کرنے کی صورت میں صرف ایک طریق کار ممکن ہے اور وہ یہ کہ ۱۹۲۸ء کے قانون موسوم بہ کرنسی انڈ بنک نوٹس ایکٹ[1] کے تحت بنک کو جو اختیار دیا گیا ہے بنک اس کو خزانے کی منظوری حاصل کر کے عمل میں لائے اور تمسکات کی زیادہ مقدار کو نوٹوں کی بنیاد قرار دے کر اعتباری نوٹوں کی مقدار میں اضافہ کرے۔

---

[1] Currency & Bank notes Act of 1928.

249

محفوظ ذخیرۂ طلا

(۱) مسئلے کی نوعیت میں تبدیلی (۲) اندرون ترقیات (۳) امریکا کا عروج (۴) اعتراض کی صدائیں (۵) پنچ کا کارٹون۔ (۶) ہمیں کس چیز کی ضرورت ہے؟ (۷) قیمتوں کے الٹ پھیر کا نتیجہ۔ (۸) ثبات پذیری مناسب ہے۔ (۹) نظریۂ مقدار زر (۱۰) اس کی صداقت اور اس کے حدود۔

قدیم کتاب میں ابتداءً اس باب میں اور بقیہ کتاب کے بیشتر حصے میں **بنک آف انگلینڈ** کے ذخیرۂ طلا اور دیگر بنکوں کے نقد سرمایہ ہائے محفوظ کی قلت کی بحث کی گئی تھی اور اس سقم کو رفع کرنے کے لیے متعدد مشورے دیئے گئے تھے۔ لیکن اس کے بعد سے زر کے بازار کے مسئلے میں کامل تبدیلیاں رونما ہوگئی ہیں جن کا باعث وہ ترقیات ہیں جن کا ذکر پچھلے بابوں میں آچکا ہے اور جس کے منجملہ چند اہم حسب ذیل ہیں:۔

(۱) شرح بنک اور بازاری شرح میں رشتۂ ارتباط کا قیام اس قاعدے کے ذریعے سے جس کی رو سے حسابات کا تصفیہ کرنے والے بنک[1] شرح بنک کے

---

[1] کلیرنگ بنک Clearing Banks.

مطابق ہنڈی کے دلالوں کو دئے جانے والے قرضوں کی قیمت مقرر کرتے ہیں :
(۲) ان حالات میں متعدد تبدیلیاں جنھوں نے بنک آف انگلینڈ کو بازار پر زیادہ قابو حاصل کرنے کا موقع دیا ہے ؛
اور (۳) انضمام واستحکام کا عمل جس ذریعے سے مقابلۃً کمزور بنک بہ تعداد کثیر بڑے اور قوی بنکوں میں جذب ہو گئے ہیں ۔

اس طرح نقد سرمایہ ہائے محفوظہ کے بڑے ذخیرے رکھنے والے بڑے بنکوں کی یہ قدیم شکایت کہ کمزور بنک اعتبار کی پیدائش حد سے زیادہ مقدار میں کر رہے تھے اب محض ماضی کی یادگار ہے اور عملاً باقی نہیں رہی ہے ۔ تمام تصفیۂ حساب کرنے والے بنک اب ماہانہ کیفیتیں شائع کرنے لگے ہیں جن میں وہ سابقہ ماہ کے ہفتہ وار فاضلات کے اوسط کو ظاہر کرتے ہیں ۔ اور یہ فاضلات ملک کے ذرائع بنک کاری کے ۹۰ فی صد مقدار کی نمایندگی کرتے ہیں ۔ گو اس ظاہری آرائش ونمائش پر کسی دوسرے شخص کے مثل بنک بھی پر زور نکتہ چینی کرتے ہیں لیکن یہ نمائش کمزوری کی علامت اس قدر نہیں ہے جس قدر کہ خلاف عقل وخلاف شان فعل ہے ۔

واقعہ یہ ہے کہ اس رائے سے کہ بنکوں میں نقد کا جو تناسب رہتا تھا وہ غیر مکتفی تھا ہم اس قدر دور ہو گئے ہیں کہ جب بنک اپنے نقد کی بنیاد پر قائم کردہ اعتبار کی عمارت میں مزید اضافہ کرتے ہیں تو آج کل ان کے شدید ترین نقاد بھی ان کو مبارک باد دیتے ہیں ۔ رسالۂ اکنامسٹ کے ۱۱ ہ مئی ۱۹۲۹ء کے ضمیمہ بنک کاری میں ایک جدول پیش کی گئی تھی جس میں بتلایا گیا تھا کہ انگلستان کے نو حسابی تصفیہ کرنے والے (Clearing) بنکوں نے قرضوں اور بٹوں کی مقدار کو بڑھا کر اپنی امانتوں میں مارچ ۱۹۲۸ء اور مارچ ۱۹۲۹ء کے مابین بقدر ۶۶٫۷ ملین پونڈ کا اضافہ کیا تھا اور اس کے برخلاف ان کے نقد ذخیرے میں جو اضافہ ہوا تھا وہ محض بقدر ۰٫۷ ملین پونڈ تھا ۔ اس پر رسالۂ مذکور نے یہ تبصرہ کیا تھا کہ ”اس جدول سے پہلا سبق یہ حاصل کیا جا سکتا ہے کہ قوم کے نزدیک حسابی تصفیہ کرنے والے بنک مستحق تحسین وآفرین ہیں کہ

250

انھوں نے ایک ایسے سال میں جس میں کہ خود ان کے نقد ذخائر تقریباً غیر متبدلہ حالت میں رہے اہل معاملہ کو پہلے کے مقابلے میں بہت زیادہ کثیر مقدار میں اعتبار مہیا کیا۔" اس طرح ایک نسل کا سقم دوسری نسل کی خوبی بن جاتا ہے۔ اور ایک زمانے میں جو عمل حد سے زیادہ اقدام اور ضرورت سے زیادہ تجارت" خیال کیا جاتا تھا خاص کر اس صورت میں جبکہ چھوٹے چھوٹے کمزور بنکوں کے پاس نقد ذخائر کی مقدار بہت ہی حقیر ہوتی تھی جسے وہ ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے، وہ موجودہ زمانے میں ان بنکوں کی جانب سے انجام دئیے جانے کی صورت میں جنھوں نے اپنی حالت وحیثیت کو بذریعۂ اتحاد بہت مستحکم کرلیا ہے جس کی وجہ سے ان کو خاص تفوق حاصل ہوگیا ہے قوم کی تحسین وآفرین کا مستحق خیال کیا جانے لگا ہے۔

251 **بنک آف انگلینڈ** کا قابو اور اقتدار، جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے، لندن کے زر کے بازار پر بڑھ جانے اور مستحکم ہوجانے کی وجہ سے بنک کو ملک کے محفوظ طلا کے ذخیرے کی حفاظت میں بہت بڑی سہولت حاصل ہوگئی ہے۔ اسی کے ساتھ یہ کام اس لحاظ سے بہت مشکل اور پیچیدہ بھی ہوگیا ہے کہ ریاستہائے متحدہ امریکا نے بین الاقوامی کوٹھی کے کاروبار میں بہت ہی اہم اور نمایاں حیثیت حاصل کرلی ہے، اور بین الاقوامی قرض داری جو جنگ عظیم کا ترکہ ہے، بہت کثیر المقدار ہوگئی ہے۔ اس کام میں نقادوں کے ایک گروہ کے نمودار ہوجانے کی وجہ سے بھی دقتیں پیدا ہوگئی ہیں، جس میں جے، ایم کینیس جیسے اعلیٰ پائے کی قابلیت اور عالمگیر شہرت رکھنے والے عالم معاشیات سے لیکر ادنیٰ درجے کے شوقین بھی شامل ہیں: چنانچہ معترضین کے اس گروہ کا یہ خیال ہے کہ بنی نوع انسان کو خوش باش بنانے اور ان کی مرفہ الحالی میں اضافہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ زر بمقدار کثیر مہیا کیا جائے۔ مگر اس نے اس امر کو بھلا دیا ہے کہ ہم جو چیز صرف کرتے ہیں وہ زر نہیں ہے بلکہ اشیا اور خدمات ہیں۔ ان دونوں انتہاؤں کے درمیان کثیر تعداد میں ایسے اہل کاروبار بھی ہیں جو یہ خیال کرتے ہیں کہ اگر انھیں اعتبار زیادہ مقدار میں میسر آتا تو وہ زیادہ کثیر المقدار کاروبار انجام دینے کے

قابل ہوتے اور اسی بنا پر وہ اپنے بنکوں کو یا اس نظام کو جس کے تحت یہ بنک کام کرتے ہیں، اعتبار کی رسد کی تقلیل کے لیے مورد الزام گردانتے ہیں۔ ان کے علاوہ سیاسی نکتہ چینی کرنے والا گروہ ہے جو مثلاً یہ کہتا ہے کہ "قابل حصول اعتبار کی رسد کا بڑا حصہ نیز ان قومی پس اندازیوں کا اتنا ہی بڑا حصہ جو مستقل طور سے مشغول رہتے ہیں، قومی نقطۂ نظر سے ایسی صنعتوں کی سنبھال میں ضائع جاتا ہے جو قومی اعتبار سے بیکار بلکہ مضرت رساں ہوتی ہیں"۔ بلکہ یہاں تک اصرار کرتا ہے کہ **بنک آف انگلینڈ** کی جماعت عاملہ کو صرف افراد کے سامنے نہیں بلکہ قوم کے آگے جوابدہ اور ذمہ دار بننا چاہیئے اور اس غرض کے لیے بنک کی مجلس عاملہ میں خزانہ، مجلس تجارت، صنعتوں، مزدوروں اور تحریک امداد باہمی کے نمائندوں کو شامل کرنا چاہیئے[1]۔　　252

ان متعدد احتجاج کرنے والی آوازوں نے بہت کچھ شور و غل مچایا اور یہ غل اس قدر بڑھا کہ پنچ[2] نے اس کو ایک کارٹون کے ذریعے سے اپنی اشاعت مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۲۸ء میں ظاہر کرنا مناسب خیال کیا۔ اس کارٹون میں جان بل کو پولیس کے ایک سپاہی کے لباس میں پیش کیا گیا ہے جو راستے کے انتظام میں مصروف ہے۔ وہ تھرڈ نیڈل اسٹریٹ کی کہن سال "بڑی بی[3]" کو جو راستہ عبور کیا چاہتی ہیں اشارے سے بلاتا ہے اور کہتا ہے "بڑی بی صاحبہ ذرا تیزی سے قدم بڑھائیے، آپ کی وجہ سے دوسری سواریاں رکی پڑی ہیں"۔ بڑی بی کے ہاتھ میں ایک بڑی سی گٹھری ہے جس پر "فرسودہ حکمت عملی" تحریر ہے، اور پولیس کے سپاہی کے عقب میں چند گاڑیاں اس انتظار میں ٹھیری ہوی ہیں کہ بڑی بی گزر جائیں تو وہ آگے بڑھیں؛ ان پر "صنعتی ترقی"، "تجارتی اولوالعزمی" اور "کاروباری سرگرمی" لکھا ہوا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ گوشتہ ۱۹۱۰ء میں ایک صدی کے تجربے کی بنا پر یہ بات

---

[1] Labour and the Nation, Supplement on Banking and currency Policy.

[2] London Punch.

[3] Old Lady. اس سے بنک آف انگلینڈ کی جانب اشارہ ہے جو تھرڈ نیڈل اسٹریٹ میں واقع ہے۔

عام طور سے تسلیم کر لی گئی تھی کہ معیار طلا ہی ایک ایسا نظام زر تھا جو انگلستان اور تجارت بین الاقوام کے لیے سب سے زیادہ مفید عملی اہمیت رکھنے والا اور قابل عمل ثابت ہو چکا تھا۔ لیکن موجودہ زمانے میں بعض ایسے لوگ ہیں جو اس کو شبہے کی نظر سے دیکھتے اور اپنی تائید میں بہت بڑی نظری سند رکھتے ہیں۔ ان کا یہ کہنا ہے کہ معیار طلا "ایک متروک بربریت ہے" ان کے علاوہ بھی دوسرے متعدد متشکک موجود ہیں جو اس امر کا اعتراف کرنے کے باوجود کہ یہی نظام بحالت موجودہ قابل عمل نظام ہو سکتا ہے اس پیرا اور اس کے اثرات پر شدید نکتہ چینی کرتے ہیں اور جس انداز میں اس پر عمل کیا جاتا ہے اس کو شبہے کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں گو معیار طلا از سر نو قائم ہو چکا ہے پھر بھی معرض امتحان میں ہے

ان اعتراضات پر نظر کرنے سے پیشتر ہمیں اپنے ذہن میں یہ فیصلہ کر لینا چاہئے کہ بنک کاری کے نظام سے ہماری کیا احتیاج پوری ہو سکتی ہے اور ہمارے مقاصد کیا ہیں تاکہ ان کی بنا پر ہم بنک آف انگلینڈ اور دیگر ملکوں کے مرکزی بنکوں سے کسی خاص فرض کی ادائی کا مطالبہ کر سکیں۔ دوسرے الفاظ میں وہ کیا صفات و خواص ہیں جو ہم چاہتے ہیں کہ زر میں جس کی رسد کو یہ بنک منظم کرتے ہیں، موجود رہیں؟

ان سوالات کے متعلق ہمارے جواب کا انحصار ایک حد تک اس کام کی نوعیت پر جو ہم انجام دیں نیز معاشی دنیا میں ہماری حیثیت پر ہوگا۔ اجرت پانے والے، تنخواہ پانے والے اور پیشہ ور اور دیگر مزدور جن کی اجرت اور مشاہرے رسم و رواج کی بنا پر کم و بیش معین ہوتے ہیں، ان میں سے اکثروں کی خواہش یہ یقین و اطمینان حاصل کرنا ہوتی ہے کہ جو کچھ زر وہ پیدا کریں اس پر یہ اعتماد کیا جا سکے کہ وہ جب اس کو خرچ کریں تو اس سے اتنی ہی چیزیں خریدی جا سکیں جتنی کہ گزشتہ ہفتے یا گزشتہ سال یا اس سے قبل کے کسی زمانے میں جن کو یاد ہو خریدی گئی تھیں۔ اور یہ کہ وہ جو زر بطور قرض دیں یا بطور اصل مصروف کریں تو اس سے اس کے ایک سال یا پچاس سال بعد بھی اتنی ہی چیزیں خریدی جا سکیں

جتنی کہ اس کے اجرا یا شغل کے وقت خریدی جا سکتی تھیں۔ خلاصہ یہ کہ ہم سب یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے زر کی قدر ثبات پذیر رہے اور اس کی قوت خرید ان اشیاء و خدمات پر جو ہمیں ضروریات حیات و آرام کے لیے مطلوب ہوتی ہیں یکساں رہے۔ اگر یہ قدر اور قوتِ خرید ثبات پذیر نہ رہی اور اگر ہمیں یہ معلوم ہو کہ ہر شئے یا اکثر اشیاء جو ہمیں مطلوب ہیں زیادہ قیمت سے مل رہی ہیں یہاں تک کہ ہماری آمدنی ان کی خریداری کا تحمل نہیں کر سکتی تو ہمارے ذہن میں یہ بدگمانی پیدا ہونے لگتی ہے کہ یا تو کوئی شخص ہم سے ناواجب طریقے سے روپیہ وصول کر رہا ہے یا خود اس زر میں نقص موجود ہے جو ہم کو دیا گیا ہے۔ یہ سوءظن بڑھ کر بے اطمینانی کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور ہم یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ ہمیں اس سے زیادہ اجرت یا تنخواہیں ملنی چاہئیں اور یہ کہ جو صلہ ہمارے کام کے معاوضے میں ملے یعنی اگر ہم دنداں ساز ہوں تو دانت نکالنے کا اور اگر مضموں نگار ہوں تو مضموں نگاری کا محنتانہ وہ پہلے سے زیادہ ملے۔ معمولی مزدوری کمانے والے سے لے کر جس کو تین پونڈ فی ہفتہ ملتے ہیں اعلیٰ درجے کے بیرسٹر تک جس کی آمدنی چالیس ہزار پونڈ سالانہ ہوتی ہے سب کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ جو زر انھیں ملے اس کی قوت خرید میں ثبات پذیری کی یہ صفت موجود رہے۔

254

ہم میں سے بعض آگے بڑھ کر ممکن ہے یہ بھی خیال کریں کہ اگر جو زر ہم کماتے ہیں اس کی قدر بڑھ جائے اور ہم اپنے مطلوبہ اشیاء مقابلۃً زیادہ مقدار میں خریدنے کے قابل ہو جائیں تو یہ صورت حالات بہت ہی خوش آئند ہوگی۔ یعنی ہماری یہ دلی خواہش ہوتی ہے کہ اشیاء اور خدمات کی قیمتوں کی تخفیف یا ارزانی رونما ہو۔ اس صورت میں ہمارا اس وقت تک فائدہ ہوگا جب تک کہ ہمیں وہی اجرت اور وہی تنخواہیں ملتی رہیں یا پیشہ ورانہ کاموں کا وہی محنتانہ ملتا رہے اور اسی کے ساتھ ہم اپنے خدمات کو اسی آسانی اور سرگرمی کے ساتھ فروخت کرنے کے قابل رہیں۔ ان حالات میں قیمتوں کی ارزانی ہمارے حق میں نعمت عظمیٰ ہوگی۔ لیکن ہم ان حالات پر یہ تکیہ نہیں کر سکتے کہ ان کا دیر تک

سلسلہ قائم رہے گا۔ جیسا کہ آجروں، تاجروں اور کاروبار کے منتظموں کے بیان میں معلوم ہوگا کہ وہ زر سے کیا توقع رکھتے ہیں، قیمتوں کی تخفیف کاروبار کے حق میں عام طور سے خراب اور نقصان رساں خیال کی جاتی ہے۔ یہ صنعت کے منافعے کو یقیناً کم کردیتی ہے اور ارزانی کے زمانے میں اجرت پانے والوں اور تنخواہ یاب ملازموں کے لیے یہ خطرہ ہوتا ہے کہ ان کی اجرت یا تنخواہوں میں تخفیف رونما ہوسکتی ہے اور پیشہ ور کارپردازوں کو ممکن ہے یہ تجربہ ہو کہ ان کے ایسے اہل معاملہ جن کی آمدنیوں کا مدار صنعت کے منافع پر ہو ارزاں فیس لینے والے طبیبوں اور دنداں سازوں کے پاس رجوع ہوں، اپنے بچوں کو ارزاں مدرسوں میں بھیجیں، بیش خرچ مقدمہ بازی میں حصہ لینے اور وکلا کو منہ مانگی فیس ادا کرنے کے بارے میں فکر و غور کریں اور اخباروں میں ہاتھ روک روک کر اشتہار دیں گو اشتہار مصنف کی کتاب کے فروخت ہونے میں مدد دیتا ہے۔

255

اس طرح ہم میں سے اکثر اپنے زر سے متعلق جو توقع رکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ اس کی قوت خرید میں ثبات پذیری رہے بلکہ ایک حد تک اس قوت خرید کے اضافے کو زیادہ پسندیدگی کی نظر سے دیکھنے کی جانب مائل ہوتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں ہم یہ چاہتے ہیں کہ قیمتوں کی عام سطح اپنی حالت پر قائم رہے یا خفیف حد تک کم ہوجائے بشرطیکہ اس کمی سے تجارتی کساد بازاری رونما نہ ہو کیونکہ یہ کساد بازاری قیمتوں کی بہت زیادہ تخفیف کی وجہ سے انجام کار ہم کو متاثر کرے گی۔

آجروں، منتظموں اور ان تمام اشخاص کے نقطۂ نظر سے جو حصہ داروں کی حیثیت سے صنعت کے منافعے پر گزارہ کرتے ہیں، ہوا کا رخ دوسری جانب ہوتا ہے۔ ان کے لیے زر کی قوتِ خرید میں ثبات پذیری پسندیدہ ہوتی ہے لیکن اس کی قوتِ خرید میں کمی کی جانب میلان ایک حد تک عمدہ خیال کیا جاتا ہے یعنی وہ یہ چاہتے ہیں کہ وہ جو اشیاء و خدمات تیار یا فروخت کریں ان کی قیمتوں میں اضافہ ہو۔ خواہ اشیا بنانے والے ہوں یا بیچنے والے، صناع ہوں یا تاجر سب یا تقریباً سب اپنے کاروبار کی نوعیت کی بنا پر اشیا کا ذخیرہ رکھنے اور وقتاً فوقتاً زر بطور قرض لینے پر مجبور ہوتے ہیں۔

کفش دوز کو نہ صرف چمڑے کا ذخیرہ رکھنا پڑتا ہے بلکہ تیار اور ادھ بنے جوتوں کا ذخیرہ بھی رکھنا پڑتا ہے۔ علیٰ ہذا ریشم کے تاجر کو بھی اپنے گودام میں ذخیرہ رکھنا اور ان کے فروخت ہونے کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔ اگر ان اشیا کی قیمتیں کم ہونے لگیں تو کفش ساز اور تاجر دونوں کو اپنا سامان فروخت کرنے پر کم زر وصول ہوگا، جب وہ سال کے ختم پر اپنے چٹھے تیار کریں تو مروجہ قیمتوں کے لحاظ سے اپنے مال کا تخمینہ درج کرنا پڑے گا اور تاوقتیکہ وہ اپنے مصارف میں کمی نہ کریں یعنی اجرتوں، تنخواہوں اور اشتہار بازی کے اور دیگر مصارف نہ گھٹائیں یا تنظیم کو زیادہ بہتر نہ بنائیں ان کا منافعہ کم ظاہر ہوگا۔ وہ بعض مصارف کو جنھیں عام طور سے بالائی مصارف کہا جاتا ہے جیسے محصول، کرایہ، لگان اور دیگر اخراجات جو طویل معاہدوں کی بنا پر مقرر ہوتے ہیں، کسی طرح کم کرنے کے قابل نہ ہوں گے۔ اس طرح قیمتوں کی تخفیف کاروباری منتظم کے لیے پریشانی و ہراس کا باعث ہوتی ہے، اس تخفیف کے سبب سے صنّاع کے دل میں پیداوار بڑھانے کے بارے میں پس و پیش پیدا ہوتا ہے، تاجر صناع سے کثیر مقدار میں اشیا خرید نے سے پیشتر مکرر غور کر لیتا ہے اور خردہ فروش یعنی وہ کاندار، جس سے ہم انجام کار خریداری کرتے ہیں، ان سفری ایجنٹوں کو بہت کم آزادی کے ساتھ فرمائشات دیتے ہیں جو ان کو حاصل کرنے کی استدعا کرتے ہیں۔ یہ استدلال کیا گیا ہے کہ قیمتوں کی تخفیف منتظم کاروبار کے لیے اکتساب منافعہ کو بہت زیادہ مشکل بنا کر اس کے حق میں تازیانے یا مہیج کا کام کرتی اور اس کو مجبور کرتی ہے کہ وہ اپنے انتظام کی اصلاح کرے۔ اور اغلب یہ ہے کہ اس نظریے میں ایک حد تک صداقت موجود ہے۔ لیکن تازیانے کی ضرب کھانا کس کو خوشگوار ہوگا۔ خوف و ہراس کے تازیانے سے مجبوراً قدم آگے بڑھانے کے بجائے یہ بہت زیادہ مناسب ہوگا کہ بحیثیت مجموعی دنیا کی تجارت کے لیے جو چیز اتنی عظیم اہمیت رکھتی ہو یعنی تنظیم اس کو انجام دینے والے اسے مناسب و مفید اعتماد کے جذبے کے ساتھ عمل میں لائیں۔

256

قیمتوں کا بڑھنا منتظم کے نقطۂ نظر سے نہایت مفید شے ہے۔ اس کے اشیائے خام کے ذخائر قبل اس کے کہ وہ ان سے مصنوعات تیار کرے اس کا منافعہ ظاہر کر دیتے ہیں۔

اس کا مکمل اشیا کا ذخیرہ ان تاجروں کی طلب کو پورا کرنے کے لیے بالکل تیار رہتا ہے جو اپنے اپنے ذخیروں کو قیمتوں کے زیادہ بڑھ جانے سے قبل پر کرنا چاہتے ہیں غرض اس واقعے سے کہ قیمتوں کی رفتار اس کے موافق ہے منتظم کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور وہ اشیائے خام کی زیادہ مقدار خریدنے، پیدائش کو وسیع کرنے، زیادہ مزدوروں سے کام لینے، اپنی کلوں کی اصلاح و مرمت کرنے اور عام طور سے تجارت کے پہیوں کی رفتار کو زیادہ تیز کرنے کی جانب مائل ہو جاتا ہے۔ اگر قیمتیں حد سے بہت زیادہ نہ بڑھیں اور اعتدال پر رہیں تو منتظم کو زیادہ بہتر کام کرنے میں مدد ملتی ہے۔ لیکن جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں، جس طرح قیمتوں کی تخفیف اس کے حق میں تازیانے کا کام کرتی ہے اسی طرح قیمتوں کا اضافہ بھی، اگر اس کی وسعت و رفتار حد سے بہت بڑھ جائے منتظم کو کاہل مجہول اور غیر محتاط بنا سکتا ہے۔ جنگ کے زمانے میں اور اس کے بعد جب زر میں انتفاخ عظیم رونما ہوا تو کاروبار کو بخوبی انجام دینے کی کوشش کرنا اس لیے تضییع اوقات تھا کہ جس کسی کے پاس اشیا کا ذخیرہ تھا اس کو محض ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنا اور قیمتوں کے بڑھنے کا انتظار کرنا پڑتا تھا اور جب قیمتیں بڑھ جاتیں تو اس اضافے کے باعث جو کثیر المقدار منافعہ وصول ہوا اسے چپکے سے اپنی جیب میں داخل کر لیا جاتا تھا۔ ایسی صورت حالات ہر شخص کے لیے خراب اور مضرت رساں ہوتی ہے۔

257

سرگرم اہل کاروبار کا یہ خاصہ ہے کہ ان کی ملکیت میں یا ان کو ملازم رکھنے والی کمپنیوں کی ملکیت میں جتنا اصل ہو اس سے زائد مقدار میں وہ ہمیشہ استعمال کر سکتے ہیں۔ لہذا ایسے آجر و منتظم کے لیے جو اپنے اصل کے ماسوا قرضہ بھی وقتاً فوقتاً لیتا رہتا ہو قیمتوں کی تخفیف بہت مضر ہوتی ہے۔ اگر کفش ساز کے ذمے اس کے بنک کے ایک لاکھ پونڈ واجب الادا ہوں اور اس کو یہ توقع ہو کہ وہ ایک لاکھ جوڑ فروخت کر کے اپنے ذمے کا قرضہ ادا کرنے کے قابل ہو جائیگا لیکن اس کے بعد اس کو یہ معلوم ہو کہ ایک جوڑ جوتے کی قیمت اسے بجائے ۲۰ شلنگ کے صرف ۱۰ شلنگ ۶ پنس مل سکتی ہے اس لیے کہ اس اثنا میں قیمتوں میں کمی ہو گئی ہے تو اسے بظاہر اپنے بنک کو جتنا زر ادا کرنا پڑے گا وہ جوتوں

کی شکل میں اس زمانے کے زر کے مقابلے میں جب قرض لیا گیا تھا بہت زیادہ قیمتی ہوگا۔ ممکن ہے کہ تخفیف قیمت کا باعث تجارت کے عام حالات ہوں یعنی کثرت مقابلہ، کثرت ایجادات جو پیدائش کے مصارف میں کمی کر دیتے ہیں یا دوسرے ایسے اسباب ہوں جو مصارف پیدائش کو کم کر دیتے ہیں لیکن خواہ ان کا سبب کچھ ہی ہو قیمتوں کی تخفیف بعض اعتبارات سے ایسے لوگوں کے حق میں مضر ہوتی ہے جو تجارتی اغراض کے لیے قرضہ لیں اور قیمتوں کا اضافہ ان کے لیے مفید ہوتا ہے اور انھیں اس قابل بناتا ہے کہ وہ اپنے ذمے کے قرضوں کو ایسے زر میں ادا کریں جو زر مستعار کے مقابلے میں کم قیمت ہو گیا ہے۔ اور اگر یہ امر ہمارے پیش نظر رہے کہ تمام اولوالعزم اشخاص جن کی اختراعی و انتظامی قوت تجارت و صنعت کے پہیوں کو گھماتی اور گردش میں رکھتی ہے، نہ صرف عارضی قرضوں کے سلسلے میں اپنے بنکوں کے عام طور سے قرض دار ہوتے ہیں بلکہ ان اصل داروں کے بھی مقروض ہوتے ہیں جو اپنے اصل کو بونڈ اور ڈبنچر کی خریداری کی شکل میں مستعار دے کر طویل مدت کے لیے مصروف رکھتے ہیں تو ہمیں ایک اور سبب اس امر کا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اپنے موافق قیمتوں میں اضافہ نہ کر سکیں تو کم از کم قیمتوں کی ثبات پذیری کے طلب گار کیوں ہوتے ہیں۔

ایسے قرض پسندے، قرض خواہ اور شغل اصل کرنے والے جو سود کی شکل میں وقتاً فوقتاً مقررہ رقمیں وصول کرتے ہیں اور یہ توقع رکھتے ہیں کہ کسی دن انھیں اپنا قرض پر دیا ہوا زر واپس مل جائے گا، ان کے حق میں تخفیف قیمت بظاہر ایک نعمت عظمیٰ ہوتی ہے۔ اس لیے کہ ان کے دئیے ہوئے قرضے کی رقم ایسے زر میں مسلسل ادا ہوتی ہے جس کی قوت خرید اشیا و خدمات کے بارے میں زیادہ ہوتی جارہی ہے۔ جس وقت تک کہ اس تدریجی عمل کی رفتار اتنی تیز نہ ہو جس سے ان کے قرض داروں کی تباہی واقع ہو اس وقت تک قرض خواہ اور شغل اصل کرنے والے خاموش بیٹھے رہتے اور اپنی ذاتی سعی کے بغیر اپنی آمدنی "صحیحہ" کے اضافے کا مشاہدہ کرتے ہیں، یعنی وہ آمدنی جس کی پیمائش اشیا و خدمات سے کی جا سکتی ہے لیکن ایسے شغل اصل کرنے والے جو قرض خواہ نہیں ہیں بلکہ محض حصہ دار کمپنی

258

حیثیت رکھتے ہیں اور آمدنی سے تمام مصارف پیدائش کی منہائی اور سود کی ادائی کے بعد جو منافعہ بچ رہے اس کے شریک ہوتے ہیں، ان کو قیمتوں کی تخفیف نقصان پہنچاتی اور قیمتوں کا اضافہ فائدہ پہنچاتا ہے بوجہ اس اثر کے جو اضافہ قیمت کا منافعہ پر پڑتا ہے۔

اس طرح ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ قیمتوں کے تغیرات عوام کی دو بڑی جماعتوں کو مختلف و متضاد طریقوں سے متاثر کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک کثیر التعداد جماعت تو اجیروں، تنخواہ یابوں، پیشہ ورمحنتانہ پانے والوں، قرض خواہوں، سالیانہ پانے والوں اور ان سب اشخاص پر مشتمل ہوتی ہے جنھیں کم و بیش مقررہ آمدنیاں وصول ہوتی ہیں۔ ان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ قیمتوں میں اس وقت تک کمی ہوتی رہے تو اچھا ہے جب تک انھیں مقررہ شرح سے آمدنی وصول ہو۔ دوسری، جماعت قلیل التعداد ہے لیکن اس لیے بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے کہ اسی کی قوت وجدوجہد تجارت وصنعت کے پہیوں کو چلاتی ہے۔ یہ اضافہ قیمت کی طالب ہوتی ہے اور جس وقت تک کہ یہ اضافہ اتنی تیزی سے نہ بڑھے جو اسے کاہل بنادے وہ قیمتوں کی زیادتی کے زمانے میں غالباً بہتر کام کرے گی۔

ان حالات کی روشنی میں زر کے معاملات میں ہمہ گیر قوت رکھنے والا مستبد غالباً یہ فیصلہ کرے گا کہ جس حد تک کہ اس کا تخلیق زر کا اصول قیمتوں کو متاثر کرسکتا ہے اس حد تک اگر وہ قیمتوں کی عام سطح کو ثبات پذیر و قائم رکھے تو ہر شخص کے حق میں بہتری ہوگی اور کاروبار کے حالات میں ثبات پذیری پیدا ہونے کا امکان ہے۔ اگر وہ ایسا کرنے میں کامیاب ہوسکا تو زر کے پیدا شدہ حالات کی بنا پر ان دونوں جماعتوں میں سے نہ تو کسی کے حوصلے پست ہوں گے، نہ ان کے دل میں بے اطمینانی پیدا ہوگی اور نہ کسی ایک کو دوسرے کے نقصان سے فائدہ ہوگا۔

اس طرح اگر ہمارا مفروضہ مستبد، جو تمام دنیا کے زر پر حکمرانی کرتا ہوا اس نتیجے پر پہنچ جائے کہ ثبات قیمت ہی ٹھیک ہے تو وہ ہر طرف قیمتوں کو ثبات پذیر

رکھنے کے نصب العین کے حصول میں کس حد تک کامیاب ہوگا؟ اس سوال کے جواب کا انحصار اس پر ہے کہ ہم نظریۂ مقدار زر کو کس حد تک اہم سمجھتے ہیں؟
یہ نظریہ ہمیں بتاتا ہے کہ عام قیمتوں کی سطح کا مدار موجودہ مقدار زر اور ان اشیا کی مقدار کی باہمی نسبت پر ہے جو خرید و فروخت کی جا رہی ہوں۔

260

وسعت نظر کے ساتھ دیکھا جائے تو اس نظریئے کی صداقت بظاہر بدیہی نظر آتی ہے اور جنگ کے زمانے میں اور اس کے بعد تو یہ صداقت واضح طور سے ثابت ہو چکی ہے۔ اس لیے کہ تمام ممالک کی حکومتوں نے بجائے اس کے کہ محصول کے ذریعے سے اپنی رعایا کی جیبیں خالی کریں اس میں زیادہ سہولت دیکھی کہ نیا زر تخلیق کر کے استعمال کیا جائے۔ چنانچہ زر کی مقدار میں عام اضافہ نمودار ہوا اور اس کی وجہ سے اور ایک حد تک اس کے مطابق ہی قیمتیں بھی بڑھ گئیں۔ اگر ہم سب کو یہ معلوم ہو کہ ہماری جیبوں میں اور ہمارے بنکوں میں ہمارے زر کی مقدار دگنی ہو گئی ہے اور اس کے بالمقابل اشیا کی خریداری نہ کرنی پڑے تو ہم تھوڑی دیر کے لیے بہت محظوظ ہوں گے اور اپنے آپ کو متمول پائیں گے۔ لیکن جب ہم اس زر کو خرچ کرنے کی کوشش کریں گے تو ہمیں یہ معلوم ہو جائے گا کہ اس کی قوت خرید گھٹ کر نصف رہ گئی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بہت کچھ ابتری و بدنظمی رونما ہو گی اور معاملات کو سلجھانے کی ضرورت پڑے گی کسی کو فائدہ ہوگا اور کسی کو نقصان ہوگا۔ اور اگر اسکے برخلاف ہمارے زر کی مقدار گھٹ کر نصف رہ جائے تو ہم اپنے تمول میں کمی محسوس کریں گے۔ لیکن ہمیں یہ معلوم ہوگا کہ اشیا فروخت کرنے والوں کی باہمی مسابقت قیمتوں میں کمی پیدا کر دیگی اور اس طرح قوم کی حالت جہانتک ضروریات اور آرام کی چیزوں پر اس کی قدرت کا تعلق ہے بحیثیت مجموعی تقریباً ویسی ہی رہیگی جیسی کہ پہلے تھی اگرچہ اس کی وجہ سے جو انتظامات از سر نو عمل میں لانے پڑیں گے ان سے کسی کو نقصان ہوگا اور کسی کو فائدہ۔

پس بظاہر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر زر کی دنیا کا مستبد اشیا کی رسد کے ساتھ زر کی مقدار کا تعلق تقریباً دائمی طور سے قائم رکھنے میں کامیاب ہو سکے تو وہ

261

عام قیمتوں کی سطح کو اس وقت تک بخوبی ثبات پذیر رکھ سکیگا جبتک کہ زر کو استعمال کرنے والے عوام زر کو واجبی طور سے یکساں رفتار کے ساتھ گردش میں رکھیں۔ "گردش کی رفتار" کا سوال ایسا سوال ہے جس کو مقدار زر کی جانب حد سے زیادہ کامل قوت واقتدار منسوب کرنے سے قبل اور اسے قیمتوں پر اثر ڈالنے والا عامل خیال کرنے سے پیشتر، ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ اسی طرح ایک اور بنگ راہ جس سے ہسٹ اور ریج کر ہمیں اپنا راستہ طے کرنا ضروری ہے یہ واقعہ ہے کہ جب ہم یہ توقع رکھیں کہ نظریۂ مقدار زر اپنے نظام العمل کے مطابق عمل کرے گا تو ہمیں اشیا میں ایسی اکثر چیزیں بھی شامل کرنی چاہئیں جو شائع شدہ انڈکس نمبروں سے خارج کردی جاتی ہیں، گو اعداد وشمار کے ماہر محض ان ہی انڈکس نمبروں سے قیمتوں کی عام سطح کی پیمائش کرتے ہیں۔ اس وقت کی بہت ہی دلچسپ مثال حال میں ریاستہائے متحدہ نے پیش کی جہاں تخمینی مقدار اشیاء کے مقابلے میں زر کی مقدار میں کثیر اضافہ ہونے کے باوجود اشیاء کی قیمتیں خفیف سی کمی کے ساتھ ثبات پذیر رہیں۔

ڈاکٹر بنجمن انڈرسن نے جو چیز (Chase) نیشنل بنک آف نیویارک[1] کے مشیر معاشیات تھے، ان واقعات کو اپنے بنک کے بلیٹن مورخہ مئی ۱۹۲۹ء میں بہت ہی مسرت آمیز جوش وخروش کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ اعداد وشمار کی ایک مرعوب کن نمائش کے بعد وہ کہتے ہیں کہ:۔ "نظریۂ مقدار زر کو پیش کرنیوالے حضرات کے معمولی طریقوں کے مطابق امریکہ کے گزشتہ دس سال کے اعداد وشمار کی بنیاد پر قیمتوں، زر کی مقدار، بنک کی امانتوں کی مقدار، زر اور اعتبار کی گردش کی مقدار اور تجارت کی مقدار کی پیمائش کرلینے کے بعد اب ہم نظریۂ مقدار کی آزمائش کرنے کے لیے تیار ہیں۔ مجھے افسوس کے ساتھ آپ سے یہ عرض کرنا پڑتا ہے کہ دس سال کی آزمائش کا نتیجہ بہت ہی مایوس کن ہے۔ یہ دلکش نظریہ واقعات کے بوجھ کا تحمل نہیں کرسکتا اور ٹوٹ گیا ہے۔ اگر نظریۂ مقدار زر

[1] Chase National Bank of New York.

262

صحیح ہوتا تو قیمتوں کی سطح موجودہ حالت میں نہ ہوتی بلکہ قیمتیں ۸۲ فی صد زیادہ ہوتیں۔ اسلحہ پر جو رقم اعتبار کی توسیع کی شکل میں خرچ ہوئی ہے اس کی مقدار نہایت کثیر ہے۔ جیسا کہ واقعات سے ثابت ہوتا ہے اس توسیع کا اثر قیمتوں پر کچھ بھی نہیں ہوا۔ لیکن ہم نے حقیقی جائداد کی تخمین کے لیے خاص کر شہری اور مضافاتی اضلاع میں خاص معقول مالی اعانت مہیا کی، گو ایک صورت میں ہماری یہ اعانت فلورڈا کی پوری ریاست کو محیط تھی، اور ہم نے تمسک کے صرافنے کی تخمین کے لیے بھی زبردست مالی اعانت مہیا کی"۔

اس طرح ڈاکٹر انڈرسن صاحب فرط انبساط سے اس چیز پر رقص کرتے ہیں جس کو وہ نظریۂ مقدار زر کی لاش سمجھتے ہیں، اور اس نظریے کی صداقت تسلیم کرنے سے ان کو قطعی انکار ہے۔ لیکن ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ انھوں نے جو کچھ ثابت کیا ہے وہ نظریہ کی غلطی نہیں ہے بلکہ یہ کہ جملہ ممکنہ حالات کے تحت اس کو لانے کی غرض سے اس قدر کثیر التعداد چیزیں لفظ "شے" میں شامل کرنی پڑتی ہیں کہ قبل اس کے کہ یہ نظریہ متعین ہو سکے وہ اس قدر جامع اور ہمہ گیر ہو جاتا ہے کہ اس میں کچھ زیادہ عملی فائدہ باقی نہیں رہتا۔ انھوں نے خود اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ اعتبار میں توسیع نہ ہوتی تو امریکہ میں اشیا کی قیمتوں کی سطح بمقابلہ سابق اس زمانے میں کم ہر تی جبکہ انھوں نے یہ مضمون لکھا تھا۔ توسیع کا اثر اضافہ قیمت کی شکل میں ظاہر نہیں ہوا تھا بلکہ بالواسطہ اور دلچسپ طریقوں سے قیمتوں کی ثبات پذیری کی شکل میں ظاہر ہوا تھا۔ امریکہ قرض خواہ ملک تھا جہاں درآمد اشیا پر بھاری محصول عائد تھے۔ جب اس نے بیرونی تمسکات کثیر مقدار میں جاری کئے تو اعتبار کی اس توسیع کی بدولت وہ اپنے اشیا کی برآمد میں مزید کثیر المقدار زیادتی ظاہر کرنے کے قابل ہو گیا۔ اس توسیع نے عمارتی سامان کی تجارت اور دیگر تعمیری کاروبار مثلاً سڑک کی تعمیر میں سرگرمی پیدا کی۔ اور بنک کے اعتبار کی مدد سے خریداری بالاقساط اس سے زیادہ مدت تک جاری رہی جتنی اس توسیع کے بغیر ممکن ہو سکتی تھی۔

اس طرح یہ معلوم ہوتا ہے کہ زر کی مقدار کو گھٹا بڑھا کر اشیا کی قیمتوں کو

263 متاثر کرنے کے بارے میں دنیائے زر کے مستبد کا اقتدار کسی حال میں ویسا کامل اور سہل نہیں ہے جیسا کہ بظاہر خیال کیا جاتا ہے۔ ایسا خیال کرنے والے وہ چند لوگ ہیں جو یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ ہم مرکزی بنکوں سے واجبی طور سے مطالبہ کر سکتے ہیں کہ وہ ثبات پذیری جیسی نعمت ہمیں عطا کریں۔ بظاہر یہ ممکن معلوم ہوتا ہے کہ مرکزی بنک اعتبار کی رسد کو کم کر کے، بٹہ کی دفتری شرح میں اضافے کے ذریعے سے اعتبار کی قیمت بڑھا کر، قرض گیروں کی راہ میں مشکلات پیدا کر کے اور اپنے تمسکات کے ذخیرے میں تخفیف کر کے اضافۂ قیمت اشیا کو روکنے کے بارے میں اپنے اقتدار سے پورے تیقن کے ساتھ کام لے سکتے ہیں لیکن یہ ایک ایسا آلہ ہے جس کو احتیاط کے ساتھ استعمال کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے کہ اگر اس کو اناڑی پن سے استعمال کیا گیا تو ممکن ہے کہ مالی آفت رونما ہو جائے جس کا روکنا مشکل ہے لیکن بلانا آسان ہے لیکن اعتبار کی توسیع کے ذریعے سے قیمتوں کو بڑھانا بہت زیادہ مشکل کام ہے۔ اس لیے کہ بنک، اعتبار کو اس وقت تک قرضوں کے ذریعے سے وسیع نہیں کر سکتے جب تک کہ قرض گیر فراہم نہ ہوں۔ اور ایسے زمانے بھی ہوتے ہیں جبکہ تجارت کی حالت اس قدر ناقص ہوتی ہے کہ قرض گیروں کو بہ مفت قرض لینے کی ترغیب بھی کارگر نہیں ہوتی۔ اگر مرکزی بنک شغل اصل کے ذریعے سے اعتبار تخلیق کریں تو ممکن ہے کہ اعتبار بیکار پڑا رہے۔ اور قیمتوں کو زر جب ہی متاثر کر سکتا ہے جب وہ بازار میں پہنچے اور اشیا کی خریداری کرے۔ چنانچہ، جیسا کہ امریکہ کی مثال سے ثابت ہوتا ہے کوئی شخص وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ نیا اعتبار، اگر اس کو استعمال کیا بھی جائے تو کس طرح استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔ پھر بھی یہ علم کہ اعتبار بافراط و ارزان مل سکتا ہے اولوالعزم منظم کے اعتماد کو بحال کرنے میں ہمیشہ کارگر ثابت ہو سکتا ہے۔

لیکن اگر ایک طرف اعتبار کی توسیع کے ذریعے سے قیمتوں کو بڑھانا مشکل

264 ہے تو دوسری طرف ہمیشہ یہ اطمینان بھی رہتا ہے کہ قیمتوں کی تخفیف کثیر التعداد مخلوق کے لیے اس وقت تک نعمت ہے جب تک کہ اس تخفیف سے کساد بازاری

رونما نہ ہو۔ یہ قیاس کہ قیمتوں کی تخفیف سے کساد بازاری پیدا ہوتی ہے اہل کاروبار کے دلوں میں اس حد تک جاگزین ہو گیا ہے کہ اس کو غلط سمجھنے میں تامل ہوتا ہے۔ لیکن اس صورت میں بھی ہمیں امریکہ کی ہی ایک مثال اس کے برعکس ملتی ہے رسالہ اکنامک جرنل مورخہ جون ۱۹۲۸ء میں مسٹر ایل ایچ سلون "ریاستہائے متحدہ میں کاروبار کی آیندہ حالت" پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "ہم نے ایک عجیب و غریب منظر دیکھا جو چند سال قبل ناقابل یقین تھا۔ یعنی قیمتوں کی سطح میں عام تخفیف کے ساتھ ساتھ مرفہ الحالی کی ترقی۔ بظاہر یہ ایک معمہ سا معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ قیمتوں کی تخفیف ہماری خوشحالی کے ثبوتوں میں سے ایک ثبوت ہے"۔

علاوہ بریں اگر معاملات زر کا مستبد اس شخص کی طرح جس کا بیان براؤننگ کی نظم میں کیا گیا ہے اس قابل بھی ہو جائے کہ "وہ اپنی دنیا خود بنائے چاہے سکیڑے، چاہے پھیلائے بالکل اس طرح جیسے وہ اپنی مٹھی کھول بند کر سکتا ہے" تو بھی اس کے ایک اشارے سے قیمتوں کی ثبات پذیر سطح قائم ہو جانے کا نتیجہ یہ نہ ہوگا جیسا کہ فرض کیا جاتا ہے کہ تجارت کے سب اسقام دور ہو جائینگے۔ اگر اعتبار کو ایک آلہ موسیقی سے تشبیہ دی جائے تو مرکزی بنک اس کو بجا کر صرف قیمتوں کے اس عام اوسط کو متاثر کر سکتے ہیں جو انڈکس نمبروں سے ظاہر ہوتا ہے لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ عام اوسط قیمت نہ بدلے مگر پھر بھی روئی کی قیمت میں بڑی تخفیف واقع ہو اور اس کے برعکس تانبے کی قیمت میں بہت زیادہ اضافہ ہو جائے۔ کاروباری اشخاص کے لیے جو چیز اہمیت رکھتی ہے وہ اس شے یا ان اشیا کی قیمت ہے جس کو یا جن کو وہ استعمال کرتا اور صناع یا تاجر کی حیثیت سے فروخت کرتا ہے۔ اس کو یہ معلوم کر کے ہرگز تسکین نہ ہوگی کہ مرکزی بنک کی کوشش سے عام قیمتیں یکساں سطح پر قائم ہو گئی ہیں، خصوصاً اگر اسی کے ساتھ ساتھ اس کی مخصوص پیداوار کی قیمتوں کے عظیم تغیرات کی وجہ سے اس کا منافعہ اور راس کا چھٹا

265

لہ Economic journal

درہم و برہم ہو گیا ہو۔

لیکن اس کو تسلیم کر لینے کے بعد بھی کہ معاملات زر کے حکام کا اقتدار اشیا کی اوسط قیمت کو منظم کرنے کے بارے میں محدود ہے اور کسی ایک شئے کی قیمت کے تغیرات کو قابو میں رکھنے کی تو اہلیت ہی نہیں رکھتے' یہ ظاہر ہے کہ قیمتوں کی سطح کی ثبات پذیری سے ایک ایسا عام فائدہ مترتب ہوتا ہے کہ ہم دنیا کے زر کے حکام سے یہ خواہش کر سکتے ہیں کہ حصول ثبات پذیری کو وہ اپنا نصب العین قرار دیں۔

خوش قسمتی سے مرکزی بنک کے اصول کے ایک ممتاز ترین شارح نے بھی علی الاعلان یہ کہدیا ہے کہ ثبات پذیری ایک ایسا نصب العین ہے جس کے حاصل کرنے کی مرکزی بنکوں کو سعی کرنی چاہئے۔ مسٹر بنجمن اسٹرانگ آنجہانی نیویارک کے فیڈرل زر رو بنک کے گورنر کے متعلق یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ انھوں نے یورپ کو از سر نو منظم کرنے اور بین الاقوامی مالی اتحاد باہمی کو قائم کرنے میں مدد دے کر ایسا کام انجام دیا جو تمام دنیا کے لیے بے انتہا مفید تھا۔ وہ معاملات زر کے ماہرین کی اس لائق جماعت میں سے ایک شخص تھے جو رائل کمیشن آن انڈین کرنسی[1] کی مشیر مقرر ہوئی تھی۔ انھوں نے کمیشن کے روبرو شہادت دیتے ہوئے کہا تھا کہ "ہم سب یہ تسلیم کریں گے کہ زر کے نظاموں کو مکمل بنانے کا مقصد ملک کے زر کی قوت خرید کو داخلی و خارجی استعمال میں ثبات پذیر بنانا ہے اور یہ ایسا مقصد ہے جو کوئی ایک جماعت تنہا اپنی سعی سے حاصل نہیں کر سکتی بلکہ صرف باہمی اتحاد و تعامل سے اس کا حصول ممکن ہے پس چونکہ طلائی سکہ[2] ہی ایسی چیز ہے جس کی قوت خرید گزشتہ زمانے میں ملک کے اندر اور باہر بہت ثبات پذیر رہی ہے اس لیے قدرتی طور پر اسی کو حاصل کرنے کی ہمیں کوشش کرنی چاہئے۔"

اس طرح گورنر اسٹرانگ زر کی دوسری صفت کی جانب ہماری توجہ

266

---

[1] Royal Commission on Indian Currency. اس کی رپورٹ ۱۹۲۶ء میں شائع ہوئی۔

[2] اس سے ان کا مطلب غالباً ایسا سکہ ہے کہ جو طلا پر مبنی ہو۔

مبذول کرتے ہیں جس کی موجودگی ہم زر میں چاہتے ہیں، یعنی یہ کہ بیرون ملک اس کی قوتِ خرید ثبات پذیر ہو۔ یہ صفت ان سب اشخاص کے لیے بہت کچھ اہمیت رکھتی ہے جو بیرونی ممالک سے تجارت کرتے ہیں، اسی طرح ہم سب کے لیے بھی جو بیرونی اشیا کو صرف میں لاتے ہیں اس کی براہ راست اہمیت بہت زیادہ ہے۔ جب ہم اپنے زر کو کسی ایسے دوسرے ملک کے زر میں تبدیل کرتے ہیں جو معیار طلا رکھتا ہو یا ایسا زر رکھتا ہو جو طلا سے ملحق ہو، تو ہمارے زر کی قدر مبادلہ کی ثبات پذیری ان مقاماتِ طلا کی موجودگی سے حاصل ہوتی ہے جو مبادلے کی شرحوں پر حدود قائم کرتے ہیں۔ اس فائدہ کی اہمیت ان سب اشخاص کو معلوم ہوگی جنھوں نے زمانۂ مابعد جنگ میں ممالک خارجہ سے تجارت کی تھی جبکہ معیار طلا معرض تعطل میں تھا اور مبادلے کی شرحوں کے تغیرات نے تجارت خارجہ کو ایک قسم کی سٹہ بازی بنا دیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ مبادلے کی ثبات پذیری اور قوت خرید کی ثبات پذیری ایک دوسرے کے مرادف نہیں ہیں۔ لیکن اس کے یہ معنی بھی نہیں ہیں کہ ان اشیا کی قیمتیں جو بین الاقوامی بازار رکھتی ہیں طلا کو بطور زر استعمال کرنے والے تمام ممالک میں یکساں ہوں گی۔ جس وقت تک پونڈ اور ڈالر میں معقول حد تک مساوات قائم رہے اس وقت تک انگلستان اور امریکہ میں اون کی قیمت برابر سرابر رہے گی۔ علیٰ ہذا قوت خرید کی ثبات پذیری اگر ملک کے اندر حاصل کی جاسکتی ہو تو ملک کے باہر بھی حاصل کی جاسکے گی، کم از کم ان اشیا کی حد تک جن کا بین الاقوامی بازار موجود ہے۔ 267

اگر ثبات پذیری نہ صرف زر کی قوتِ خرید میں اندرون ملک و بیرون حاصل کی جاسکتی ہو بلکہ سود کی اس شرح میں بھی حاصل کی جاسکتی ہو جو قرض گیر زر کے استعمال کے معاوضے میں ادا کرتے ہیں تو یہ چیز کاروباری طبقے کے حق میں بہت مفید و طمانیت بخش ہوگی۔ یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ تجارت و صنعت کے متعدد کارفرما تقریباً سب کے سب بالمرہ یا کم از کم وقتاً فوقتاً اپنے اپنے بنکوں سے قرضے حاصل کرتے رہتے ہیں اور ان قرضوں کو حاصل کرنے کے لیے

وہ جو قیمت ادا کرتے ہیں اس کی سطح کا بلند ہونا بدیہی طور سے قرض گیروں کے لیے مشکلات پیدا کرتا ہے۔ اگر کوئی صناع کاروباری توسیع کے کسی ایسے نظام العمل پر عمل پیرا ہوا ہو جس میں مختصر المیعاد اعتبار کی کثیر مقدار درکار ہو اور اس کو دفعتاً یہ معلوم ہو کہ اس کی شرح سود بڑھادی گئی ہے خاص کر اگر اس کو یہ معلوم ہو کہ شرح بنک کی زیادتی کی وجہ سے اس کے بنک نے بھی سود میں اضافہ کردیا ہے (اس لیے کہ بنک عام طور سے شرح بنک کے مطابق اپنے دیئے ہوئے قرضوں کے سود کی شرح مقرر کرتے ہیں اور شرح بنک ایسی شرحوں سے نصف سے لے کر ایک فی صدی تک زیادہ ہوتی ہے) اور یہ بھی معلوم ہو کہ شرح بنک میں اس وجہ سے اضافہ ہوا کہ انگلستان کا سونا امریکہ جارہا ہے اور اسلئے جارہاہے کہ وہاں صرافے کے کثیر المقدار کاروبار کو چلانے کے لیے جس کا ذکر ڈاکٹر اندرسن نے کیا ہے اعلیٰ شرح سود دی جارہی ہے، تو ممکن ہے کہ وہ بعجلت ممکنہ اس نتیجے پر پہنچ جائے کہ ہمارے زر کا نظام ضرور ناقص ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مختصر المیعاد اعتبار کی شرح کے تغیرات تقریباً نظر انداز کرنے کے قابل ہوتے ہیں اور ان کا جو اثر مصارف پیدائش پر پڑتا ہے اس میں مبالغے کا شائبہ آسانی سے پیدا ہو جاتا ہے۔ مسٹر پی، ڈی۔ لیک ایک نامور محاسب نے ایک مراسلے میں جو اخبار ٹائمز مورخہ ۱۲ر فروری ۱۹۲۹ء کی شہری مراسلت کی 268 ذیل میں شائع ہوا تھا، بیان کیا تھا کہ "اگر شرح بنک کے اضافے کو بحیثیت مجموعی پوری صنعت پر پھیلا یا جائے تو یہ تخمینہ بخوبی پیش کیا جاسکتا ہے کہ شرح بنک میں ایک فی صد اضافہ کرنے سے مصارف پیدائش میں اضافہ تو ہوتا ہے مگر اس اضافے کی مقدار بمقابلہ ۵ شلنگ فی ۱۰۰ پونڈ کے ایک پنس فی ۱۰۰ پونڈ سے قریب تر ہوتی ہے"۔ پھر بھی شرح بنک کے اضافوں کا اثر اہل کاروبار کے خیالات و جذبات پر ممکن ہے کہ بہت نمایاں ہو اس لیے کہ ان اضافوں کو اس سبب سے ہمیشہ خطرے کی علامت خیال کیا گیا ہے کہ وہ یہ بتاتے ہیں کہ زر کے معاملات کی حالت غیر معین ہے۔ اور کم از کم ہم اپنے مرکزی بنکوں سے یہ مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ وہ ہمارے صنعتی و تجارتی منتظموں کے احساسات کو

اس وقت تک صدمہ نہ پہنچائیں جس وقت تک کہ اس کی حقیقت میں ضرورت نہ ہو۔
بعض اوقات صنعتی و تجارتی منتظم مرکزی بنکوں پر یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ ان کے دماغ میں ہمیشہ ذخیرۂ ہائے طلا کا خیال چکر لگاتا رہتا ہے اور طلا کے مسائل گردش کرتے رہتے ہیں، اور اس پر وہ کبھی کافی غور نہیں کرتے کہ ان کے اصول کا ملک کی تجارت پر کیا اثر پڑ رہا ہے لیکن ہمیں اس بدگمانی کو حق بجانب سمجھنے میں تامل ہے۔ ساہوکار بلکہ مرکزی بنک بھی اس امر سے بخوبی آگاہ ہوتے ہیں کہ عمدہ مالی حکمت عملی صرف وہی ہے جس سے قوم کی مرفہ الحالی پر اچھا اثر پڑے۔ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ اگر معیار طلا پیدائش دولت و تجارت کی راہ میں مزاحم ہو تو وہ معیار بہت زمانے تک ان شدید اعتراضات کے مقابلے میں نہیں ٹھیر سکتا جو ہمارے موجودہ زمانے کے اکثر اداروں پر کئے جاتے ہیں اور جن سے بسا اوقات مفید نتائج ہی مترتب ہوتے ہیں۔ اس موقع پر بھی ہم پھر اعلیٰ مقاصد مرکزی بنک کاری کے ایک سرکاری شارح کے بیان کو پیش کرتے ہیں جو ہمارے لیے طمانیت بخش ہے۔ اپریل ۱۹۲۷ء میں سر ارنسٹ ہاروے نے جو اس وقت کنٹرولر تھے اور اب بنک آف انگلینڈ کے ڈپٹی گورنر ہیں، اکنامک سوسائٹی آف آسٹریلیا کی شاخ وکٹوریا میں مرکزی بنکوں میں ایک خطبہ پڑھا تھا جس کے دوران میں انھوں نے بیان کیا کہ مرکزی بنکوں کے فرائض میں ایک یہ فریضہ یہ بھی شامل کرنا چاہیے کہ "وہ معقول شرائط پر بنک کاری کی کافی سہولتیں عوام کو مہیا کریں"! ظاہر ہے کہ اس فقرے کے متعدد معنی لیے جا سکتے ہیں۔ ممکن ہے کہ معقول شرائط کا جو مفہوم عوام لیں وہ بنکوں کے مفہوم سے مختلف ہو۔ لیکن ہم اس کا بخوبی دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ان سے ایسی شرائط مراد ہیں جو ایسی ممکنہ ثبات پذیری پیدا کریں جو موجود الوقت تجارتی و مالی حالات کے تحت ممکن ہو سکے۔

اس طرح یہ بیان کرنے کے بعد کہ ہم اپنے زر سے کیا توقع رکھتے ہیں اور مرکزی بنک ہماری خواہش کو کتنی زیادہ یا کم حد تک پورا کر سکتا ہے ہم دوبارہ پنچ کے کارٹون پر غور کر سکتے ہیں جس کا حوالہ چند صفحات پیشتر دیا گیا تھا اور جس میں بنک آف انگلینڈ کی پالیسی کے متعلق عام بے اطمینانی کو ظاہر کیا گیا تھا

269

اور یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ یہ بے اطمینانی کس حد تک حق بجانب تھی۔ تمسخر و مذاق کے متعلق خواہ وہ پیشہ ور ستم ظریفوں کی جانب سے ہی کیوں نہ کئے جائیں، یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ان میں کچھ نہ کچھ اصلیت ضرور ہے۔ لیکن جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس مشکلات سے بھرے ہوئے سال کے دوران میں جو ختم ہو رہا تھا (پنچ نے ۱۲ دسمبر ۱۹۲۸ء کو مذاق کیا تھا) بنک آف انگلینڈ کو کیا کیا کرنا پڑا تو ہمیں اس کی کوئی وجہ نہیں دکھائی دیتی کہ بڑی بی پر یہ الزام کیوں لگایا گیا کہ انھوں نے اپنی "فرسودہ حکمت عملی" کی بنا پر راستے کی سواریوں کو روک رکھا ہے۔ اس سال کے مشکلات کا باعث سود کی وہ اعلیٰ شرحیں تھیں جو امریکہ میں "ممسک کے صرافے کی عظیم الشان تخمین" کے سلسلے میں پیدا ہوئی تھیں، اور جس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ لندن کو جنگ کے بعد پہلی دفعہ موسم خزاں میں مغرب سے مشرق کو روئی اور غلہ کی بذریعہ جہاز ترسیل کئے کاروبار کو قرضے دے کر سنبھالنے کا بار تنہا برداشت کرنا پڑا، اور ان معاملات پر مستزاد یہ کہ جرمنی کے حساب میں بھی طلا کا غیر معمولی مطالبہ اس سے کیا گیا۔ بنک آف انگلینڈ نے ان تمام ذمہ داریوں کو کس طرح پورا کیا؟ رسالۂ اکنامسٹ مورخہ ۵ جنوری ۱۹۲۹ء رقمطراز ہے کہ "اس سال کی سرگزشت میں سب سے اساسی واقعہ یہ ہے کہ بنک کو شرح بنک میں تبدیلی کئے بغیر اولاً ۴۲ ملین پونڈ بشکل طلا ملے اور بعدہ ۲۲ ملین پونڈ کا اس کو نقصان ہوا۔ محض یہی ایک واقعہ ۱۹۲۸ء کو غیر معمولی سال قرار دینے کے لیے کافی ہے"! اور واقعہ بھی یہی ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ باوجود اس کے کہ بنک کو بہت سی مشکلات برداشت کرنی پڑیں اور یورپ و امریکہ کے مابین سونے کی کثیر مقدار کو منتقل کرنا پڑا، بنک نے بازار میں زر کی قیمت میں ثبات پذیری کو اس کامل حد تک قائم رکھا جو شرح بنک کی تبدیلی کے بغیر حاصل کی جاسکتی ہے

یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ بنک نے فرسودہ پالیسی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ایک بالکلیہ نئے اصول کی پیروی میں وہ بقول بعض معترضین عاقبت اندیشانہ حد سے بھی تجاوز کر گیا۔ رسالۂ اکنامسٹ آگے چل کر لکھتا ہے کہ "گزشتہ سال بنک عمداً اپنی شرح میں تبدیلی کرنے سے محترز رہا، اور اس نے

270

شرح سود کو بازار پر قابو حاصل کرنے کے آلے کے طور پر استعمال نہیں کیا۔ بلکہ اس کی بجائے اس نے اپنے کھلے بازار کے اصول پر کلیتہً اعتماد کیا اور اس اصول کو غیر جانب داری کے برقرار رکھنے کے لیے استعمال کیا، دوسرے الفاظ میں جیسے جیسے اس کے پاس طلا آتا گیا ویسے ویسے وہ اپنے تمسکات کو کم کرتا گیا اور جیسے جیسے طلا اس کے ہاتھ سے نکلتا گیا ویسے ویسے وہ کم کئے ہوئے تمسکات کی پابجائی کرتا گیا، اور اس طرح اس نے اعتبار کی رسد کو اور زر کی قیمت کو اپنے اصول کے تحت حتی الوسع ثبات پذیری کے قریب رکھا۔ دوسرے بنک جو بنک آف انگلینڈ کے فراہم کردہ اعتبار کی بنیاد پر کاروبار کرتے ہیں، اپنے اعتبار کو، جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے جو وہ اپنے اہل معاملہ کو دیرہے تھے، بڑھائے جا رہے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ختم سال پر ۱۹۲۸ء کے دوران میں سلطنت متحدہ کے بنکوں میں عوام کی امانتوں میں، جو ایک بالقوہ قوتِ خرید کا حکم رکھتی ہیں، بقدر ۶۶ ملین پونڈ اضافہ ہو گیا۔ 271

یہ سچ ہے کہ اس سال انڈکس نمبروں کے شمار کے بموجب اشیا کی قیمتوں میں خفیف سی کمی ہوئی۔ لیکن اس کمی کا باعث اعتبار کی قلت کو کسی حالت میں نہیں قرار دیا جا سکتا۔ اس لیے کہ، جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، اعتبار میں تو توسیع عمل میں آئی تھی۔ ۱۹۲۸ء کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ بنک آف انگلینڈ اور دیگر بنکوں نے معیار طلا سے صنعت کی ترقی اور عوام کے مفاد کے لیے نہایت نمایاں کامیابی کے ساتھ کام لیا۔ انھوں نے زر کی قیمت کو، جیسا کہ شرح بنک سے معلوم ہوتا ہے یکساں اور ہموار رکھا، اور عوام کو ۶۶ ملین پونڈ کی زائد قوت خرید مہیا کی۔ انھوں نے یہ نہیں کیا کہ معیار طلا کو ترک کر دیں، اور انتفاخ زر کے چکنے ڈھلوان پر پھسلنے کے لیے تیار ہو جائیں۔ یہ معلوم کرنا مشکل ہے کہ سوائے ایسا کرنے کے اپنے نقادوں کو مطمئن کرنے کے لیے اور کیا کر سکتے تھے۔ کیا معترضین اسی چیز کے منتظر تھے؟

272
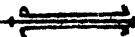
پندرھواں باب

دیگر محفوظ سرمائے

(۱) طلا کے محفوظ ذخائر کے بارے میں اتحاد باہمی نہ تعامل (۲) اعتبار کی پالیسی کے متعلق تعامل کی ضرورت۔ (۳) کیا اتحاد باہمی ممکن ہے؟ (۴) حالیہ واقعات حوصلہ فرسا ہیں۔ (۵) امریکہ کا زبردست اثر۔ (۶) سونے کی مقدار بڑھانے کے متعلق یورپ کی دلچسپی۔ (۷) اس بارے میں اس کی قوت۔ (۸) تناسب کا مسئلہ۔

ہوریس یا کسی دوسرے بلیغ و پرگو رومی شاعر کے بقول بلا شبہ لاطینی گرامر کا ایک فقرہ ہے کہ (Effodiuntur opes irritamenta malorum) جس کے معنی یہ ہیں کہ "دولت کو کرید کر نکالنے والا خرابیاں پیدا کرتا ہے۔" واقعہ یہ ہے کہ ہم اب بھی برابر دولت کھودتے جاتے جا رہے ہیں اور وہ خرابیاں پیدا کرتی جا رہی ہے اس لیے کہ ہمیں اس کا مالیخولیا ہو گیا ہے۔ رینڈ کے معدنوں سے نکلے ہوئے سونے سے لدے ہوئے جہاز ہر ہفتے کیپ سے آتے رہتے ہیں۔ یہ سونا جنوبی افریقہ کے بنکوں کی جانب سے بنک آف انگلینڈ کے نام، جو اس دھات کا گودام بن گیا ہے، روانہ کیا جاتا ہے جہاں سے وہ فلزہ کے بازار میں

جس کی بولی سب سے زیادہ ہو اس کے ہاتھ فروخت کیا جاتا ہے۔ اس طرح اس کا کچھ حصہ تاجر زیور اتنا بنانے اور دندان سازی کی غرض سے استعمال کرتے ہیں، کچھ نہ صرف سکوں کی شکل میں بلکہ اجرائے زر کاغذی کی بنیاد کے طور پر بنک آف انگلینڈ یا کسی مرکزی بنک کے تہ خانوں میں بطور ذخیرہ رہ کر زر کا کام انجام دیتا ہے اور کچھ تو نہ ہندوستان بغرض اندوختہ چلا جاتا ہے۔

اس طرح، جیسا کہ فلز کے بازار کے حالات پر خامہ فرسائی کرنے والے ایک خوش مذاق مضمون نگار کا مقولہ ہے، سونے کی تقدیر میں بالعموم یہ لکھا ہوا ہے کہ دنیا کے ایک گوشے میں اس کو کھود کر نکالا جائے اور دوسرے گوشے میں کسی ہندو گھر کی انگنائی میں یا مرکزی بنک کے تہ خانے میں دوبارہ دفن کر دیا جائے۔ ہندوستان میں سونے کے مالک کو اس خیال سے تسلی حاصل ہوتی ہے کہ سونا ہر وقت اس کے پاس موجود ہے اور وہ جس وقت چاہے اس سے کام لے سکتا ہے۔ مرکزی بنک میں سونا رہے تو اس ملک کا زر استعمال کرنے والوں کو یہ معلوم کر کے طمانیت حاصل ہوتی ہے کہ یہ سونا ان کے زر کو ان دیگر ممالک کے زر کے ساتھ مساوات مبادلہ پر قائم رکھے گا جن کے مرکزی بنکوں کے تہ خانوں میں سونا مدفون ہے۔ ان باتوں کا علم ان سب کے لیے جو تجارت خارجہ میں مصروف ہوں فائدہ عظیم ہے لیکن اگر سونے کی بڑی مقدار حاصل کرنے کی غرض سے مرکزی بنک ایک دوسرے سے مقابلہ کریں اور اپنی بٹے کی شرح کو بڑھا کر تجارتی جماعت پر گراں زر کا بار عائد کر دیں تو یہی فائدہ نقصان سے بدل جائے گا۔ تجارتی جماعت عمدہ زر کی بیشک طالب ہوتی ہے لیکن وہ عمدہ تجارت کی اس سے بھی زیادہ طالب ہوتی ہے۔ اگر اس کو یہ گمان ہو کہ زر پر تجارت کو قربان کیا جا رہا ہے تو وہ اپنے بنکوں اور ساہوؤں کی نسبت نا ملائم و ناشایستہ الفاظ کہنے لگتی ہے۔

اگر ہم سب مل کر طلا کی منتقلی کے پیچیدہ معاملے سے اپنا پیچھا چھڑا لیں اور اس پر اتفاق کر لیں کہ کسی جگہ ایک مرکزی مخزن طلا قائم کر لیا جائے اور مرکزی بنکوں کے جاری کردہ نوٹ ان کے ذاتی تہ خانوں کے اندر رکھے ہوئے سونے پر

مبنی نہ ہوں بلکہ ہنڈیوں پر یا دوسرے مطالبات پر مبنی ہوں جو معیار طلا والے بیرونی ممالک کے زر میں قابل ادائی ہوں تو ہزار درجے بہتر ہوگا۔ اس طریق پر عمل کرنے سے یہ اطمینان ہو جائے گا کہ ایک ملک کے زر کا دوسرے ملک کے زر سے مقررہ شرح پر مبادلہ ہو سکیگا۔ اس لیے کہ مرکزی بنک کے پاس ہمیشہ ممالک غیر کا زر موجود رہے گا جس کو وہ ضرورت مندوں کو دے سکے گا اور اس طرح خود مرکزی بنکوں کے لیے یہ چیز بہت مفید ہوگی۔ یہی وہ نظام ہے جو "معیار مبادلۂ طلا" کے نام سے مشہور ہے، اور جس کی بدولت نوٹ مسکوک یا غیر مسکوک طلا سے مبادلہ نہیں ہوتے بلکہ مقررہ شرح پر ممالک خارجہ کے زر سے مبادل ہو سکتے ہیں۔ اور اس طریقے پر عمل پیرا ہونے سے اکثر پیچیدہ مسائل حل ہو جائیں گے۔

بایں ہمہ ہر ملک اپنے لیے اس چیز کو زیادہ وثیق خیال کرتا ہے کہ اپنے 274 نوٹوں کی بنیاد ایسے سونے پر قائم کرے جو اس کی ملکیت اور قبضے میں ہو، اور اس کو پسند نہیں کرتا کہ سونے کی بجائے اس کو محض سونے کے مطالبے کا حق حاصل رہے۔ تاہم گزشتہ جنگ کے تجربے نے یہ ثابت کیا کہ اگر دوبارہ کوئی جنگ ہوئی تو ایسے نظام سے خراب اور ناگوار نتائج رونما ہوں گے۔ بنک آف انگلینڈ کے گورنر نے جیسا کہ متعاقب بیان ہوگا، مرکزی بنکوں کو یہ مشورہ دیا کہ وہ معیار مبادلہ طلا پر عمل پیرا ہو کر اس کے توسط سے معیار طلا پر پہنچیں، چنانچہ سب مرکزی بنک اپنے خزانوں میں ممالک خارجہ کے دستاویزات کے بدلے سونا رکھ کر اس مشورے پر عمل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس حد تک تو معاملہ بالکل درست ہے۔ لیکن یہ امر یقیناً ان کی قوت و اقتدار میں ہونا چاہیے کہ گورنر مذکور کے مشورے کے مطابق اس مقصد کو معقولیت اور اتفاق باہمی کے ساتھ حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ ان کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ وہ معیار طلا کو عوام کے حق میں زحمت نہ بنا دیں بلکہ رفاہ عام کے مدنظر اس پر عمل کریں۔

گورنر اسٹرانگ نے اس نظام کی جو مختصر مگر جامع وکالت کی تھی اس کا حوالہ دیا جا چکا ہے۔ انھوں نے کہا تھا کہ "چونکہ طلائی سکہ وہی ہے جس کی قوت خرید گزشتہ زمانے میں نہ صرف ملک کے اندر بلکہ ملک کے باہر بھی ثبات پذیر رہی ہے

اس لیے قدرتی طور سے وہی ایسا سکہ ہے جس کو رائج و حاصل کرنے کی ہم سب اس وقت کوشش کر رہے ہیں"

گزشتہ زمانے میں معیار طلا کی بدولت قیمتوں کو جو ثبات پذیری حاصل رہی اس کی اس تصدیق کی تائید مزید اس نظام کے نقادوں میں سے سب سے ممتاز نقاد مسٹر جے، یم، کینس کے الفاظ سے ہوتی ہے جو اپنی کتاب موسومہ (Tract on monetary Reform) کے صفحہ (۱۶۴) پر لکھتے ہیں کہ "انیسویں صدی کی تغیر پذیر دنیا میں سونے نے اپنی قدر کی ثبات پذیری کو جس کامیابی کے ساتھ قائم رکھا وہ یقیناً ایک ممتاز حیثیت رکھتی ہے"۔ دنیا کے تہذیب یافتہ ممالک کی بڑی اکثریت نے بھی اس کو عملی طریقہ سے بڑی حد تک تسلیم کرلیا ہے۔ سر ہنری اسٹراکاش نے مجلس اقوام[1] کی فینانس کمیٹی کے لیے ایک یادداشت تیار کی تھی جو رسالہ اکنامسٹ مورخہ ۱۰ نومبر ۱۹۲۸ء کے ضمیمے میں شائع ہوئی۔ اس میں لکھا ہے کہ "ان تمام ممالک یورپ نے جنھوں نے اپنے زر کے نظاموں کو گزشتہ پانچ سال میں ثبات پذیر رکھا اپنے لیے وہی معیار زر منتخب کیا جس کو اس کی مختلف شکلوں میں معیار طلا کہا جاسکتا ہے۔ ان میں سے بعضوں نے معیار سکۂ طلا[2] کا طریق اختیار کیا ہے جس کی رُو سے عندالمطالبہ مقامی زر کا مبادلہ طلائی سکے سے کرنا لازمی ہے۔ دیگر ممالک نے بشمول برطانیہ ایسا نظام طلا رائج کرنا اپنے لیے پسند کیا جس کو معیار فلز طلا[3] کہنا چاہئے کہ اس کی رو سے مقامی زر کا مبادلہ عندالطلب طلا کے فلز سے ضروری ہو جاتا ہے۔ ان کے علاوہ دوسرے ممالک نے معیار مبادلہ طلا کو اختیار کیا جس کی رو سے مقامی زر بیرونی مبادلہ طلا سے قابل مبادلہ ہوجاتا ہے۔ اور آخر میں ایسے ممالک بھی کثیر تعداد میں موجود ہیں جہاں مقامی زر حکام کی مرضی سے طلا یا طلائی مبادلے میں قابل مبادلہ ہوتا ہے یا جہاں مبادلہ طلا سے مقامی زر کی

[1] League of Nations.

[2] Gold specie standard

[3] Gold Bullion standard.

مبدل پذیری ایک عارضی زینہ ہوتی ہے جس کی منزل مقصود انجام کار معیار سکۂ طلا کا قیام ہے۔ یورپ سے باہر نظر ڈالنے پر ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ نظام زر کی ترقیات کا میلان زیادہ تر یورپ کے نظام ہائے زر کے میلانات کے بعینہ مماثل ہے۔"
آگے چل کر سر ہنری یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ وہ متعلقہ ممالک کے عمل پر نظر کرتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے زر کی قوتِ خرید کو اس چیز کے ساتھ ملنا کر نا چاہتے ہیں جسے سونا خرید سکتا ہے یعنی وہ اپنی قیمتوں کی عام سطح کا رشتہ سونے کے ساتھ جوڑنا چاہتے ہیں اور طلا کے ذریعے سے اس سطح کو ان تمام دوسرے ممالک کی قیمتوں کی سطحوں کے ساتھ مربوط کرنا چاہتے ہیں جہاں معیار طلا رائج ہے خلاصہ یہ کہ وہ طلا کو وجہ اشتراک قرار دے کر زر کی برادری میں شرکت کرنا چاہتے ہیں۔"

276 لیکن ساتھ ہی سر ہنری اس شے کی قوتِ خرید کی ثبات پذیری قائم رکھنے کی ضرورت پر بھی زور دیتے ہیں (یعنی طلا کی) جو ان سب کو ایک رشتے میں منسلک کرتی ہے' اور جینوا کانفرنس کی قراردادوں کو یاد دلاتے ہیں جن میں اس امر کی سفارش کی گئی تھی کہ معیار طلا رکھنے والے ملکوں کے مرکزی بنکوں کو چاہئے کہ اپنی اعتباری پالیسیوں کا اس طرح امتزاج کریں کہ اس کے ذریعے سے طلا کی قوتِ خرید کو ثبات پذیر رکھنے کا مقصد حاصل ہو۔

یہی وہ اہم مسئلہ ہے جسے دنیا کے بنک کاری کے ماہروں کو حل کرنا ہے۔ سر ہنری اسٹراکاش فن جہاز رانی کے استعارے سے کام لیتے ہوئے زر اور قیمتوں کی سطح کو جہازوں سے اور سونے کو لنگر سے تشبیہ دیتے ہیں۔ چنانچہ ان کے بقول قوموں نے زر اور قیمتوں کی سطح کے جہاز کو رسے کے ذریعے سے سونے کے لنگر سے باندھ دیا ہے۔ قبل اس کے کہ وہ محض طوفان آب وباد کے رحم وکرم پر منحصر رہنا چھوڑ سکیں ان کے جہازوں کے ناخداؤں کو چاہئے کہ مل جل کر اور اپنی ساری کلوں سے کام لے کر اپنے جہازوں کی نقل وحرکت اس طرح منظم کریں کہ لنگر مقررہ محفوظ حالت میں رہے۔

اگر ہم سبھوں نے اپنے آپ کو ایسے لنگر سے باندھ رکھا ہو جو قیمتوں کو نیچے

لے جائے تو اس میں، جیسا کہ گزشتہ باب میں بیان کیا گیا، تجارتی کساد بازاری اور بے کاری و بے روزگاری کا خطرہ ہے۔ اگر یہ لنگر قیمتوں کو انتفاخ کے بھنور میں اٹھا لے جائے کہ اشیا کے بالمقابل نہ صرف سونے کی مقدار بسرعت بڑھ گئی ہے بلکہ اس اعتبار کی مقدار بھی بڑھ گئی ہے جو سونے پر مبنی ہے تو ہمیں بڑھنے والی قیمتوں کے ایسے دور سے دوچار ہونا پڑے گا جس میں صنعت کی گرم بازاری بڑھ جائیگی اور کثیر المقدار منافعہ وصول ہوگا اور اس کے برخلاف نہ صرف اجرت پانیوالوں اور تنخواہ یابوں کو (تاوقتیکہ وہ اعلیٰ اجرت حاصل کرنے کی سعی بلیغ نہ کریں) بلکہ قرض خواہوں کو اور ان سب کو نقصان ہوگا جو بندھی ہوئی آمدنی پیدا کرتے ہیں۔ پس ہم چاہتے ہیں کہ اس افراط و تفریط سے بچ کر اعتدال کی حالت برقرار رہے اور ہمارے زر کا لنگر ان دونوں کے بین میں قائم رہے۔ اس لنگر کو غالباً لاانبی رسّی سے لٹکانا ہوگا اس لیے کہ قیمتوں کی عام سطح میں بھی کامل ثبات پذیری بمشکل پیدا ہوسکتی ہے۔ لیکن کم ازکم معاملات زر کا نیک دل مستبد (جس کی تعبیر عملی حیثیت سے متحدہ طور سے کام کرنے والے مرکزی بنکوں سے ہوتی یا ہوسکتی ہے بشرطیکہ یہ بنک متحدہ عمل کرنے میں کامیاب ہوں) یہ انتظام کرسکتا ہے کہ ضرورت سے بہت زیادہ یا ضرورت سے بہت کم زر کی موجودگی کے باعث قیمتوں میں تبدیلیاں واقع نہ ہوں۔

سب سے پہلے ان مرکزی بنکوں کو مل کر کام کرنا سیکھنا ہے تاکہ تجارتی دنیا سونے کی بظاہر غیر ضروری نقل و حرکت اور شرح مبادلہ کے غیر ضروری تغیرات سے پریشانی اور مصیبت میں مبتلا نہ ہو جائے۔ بقول گورنر اسٹرانگ "ثبات پذیری ایک ایسا نصب العین ہے جس کو کوئی ایک جماعت اپنے تنہا عمل سے حاصل نہیں کرسکتی، اس کا حصول صرف تعامل و تعاون باہمی سے ممکن ہے"۔ کیا وہ اتحاد باہمی کے ساتھ تعامل کرسکتے ہیں؟ حالیہ نتائج پر نظر کرتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ اس بارے میں انھوں نے جو کوششیں کیں ان کا آغاز تو بہت امید افزا تھا لیکن آخر میں ان کی کوششوں نے ان کو گڑھے میں گرا دیا، چنانچہ وہ اب اس گڑھے سے باہر نکلنے کی کشمکش کر رہے ہیں۔ یورپین ممالک کے سکوں کو ثبات پذیر بنانے میں

اتحاد باہمی کا بہت ہی مفید اثر پڑا، اور اسی اتحاد باہمی نے ۱۹۲۷ء میں ایک قدم اور آگے بڑھایا جبکہ نیویارک میں مرکزی بنکوں کے گماشتوں کی ایک مجلس منعقد ہوئی۔ چنانچہ اس کے نتیجے کے طور پر فیڈرل ریزرو بنکوں نے وہ اصول کار اختیار کیا جس کی بنا پر اس تمام کثیر المقدار سونے کا ایک جزو یورپ اور دیگر ممالک عالم میں واپس آگیا جو جنگ کے زمانے میں اور اس کے بعد امریکا چلا گیا تھا۔ ماہ اگست کے اثنا میں فیڈرل ریزرو بنک کی شرحیں ۴ سے ½۳ فیصد تک گھٹا دی گئیں، حالانکہ شکاگو بنک نے اس طرز عمل کے خلاف سخت احتجاج کیا۔ اور جون ۱۹۲۸ء کے ختم تک امریکا کے سونے کے ذخیرے میں مئی ۱۹۲۷ء کے ذخیرے کی مقدار کے مقابلے میں بقدر ۱۱۶ ملین پونڈ کمی ہوگئی تھی مئی ۱۹۲۷ء میں سونے کی مقدار میں امریکہ میں خاصا کثیر اضافہ ہوا تھا اس سے قبل اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ اس تخفیف و تقسیم جدید سے امریکا میں اعتبار کی قلت اس لئے رونما ہوسکی کہ اس کے سرمایہ محفوظ رکھنے کی قانونی حد اور اس کے سونے کے کثیر المقدار ذخیرے کے مابین کافی گنجائش موجود تھی۔ جس زمانے میں سونا برآمد ہوا اس زمانے میں فیڈرل ریزرو بنکوں نے "ورکن" بنکوں کے لیے جو ملک کے معمولی تجارتی بنک ہیں، کثیر المقدار ہنڈیوں پر بٹہ کٹوایا حتی کہ انکی مقدار بقدر ۱۲۰ ملین پونڈ بڑھ گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ گو فیڈرل ریزرو بنکوں کے چٹھے میں رقوم واجب الادا اور رقوم واجب الوصول کے دونوں مدات تقریباً غیر متبدل یعنی ۱۰۰۰ ملین پر قائم رہے، رقوم واجب الادا کے مقابلے میں سرمایہ محفوظ کا تناسب، جو ۲۷ مئی ۱۹۲۷ء کو ۸۰٫۸ فی صد تھا، گھٹ کر ۲۸ جون ۱۹۲۸ء کو ۶۸٫۷ ہوگیا۔[1] اول الذکر تناسب ضرورت سے بہت زیادہ تھا لیکن موخر الذکر تناسب بھی ضرورت سے خاصہ زیادہ تھا۔

اس حد تک تو کوئی امر قابل اعتراض نہیں ہے لیکن اس اثنا میں فیڈرل ریزرو بورڈ اور وال[2] اسٹریٹ کے بازار میں کشمکش شروع ہوگئی، اور

---

[1] یہ اعداد و شمار فیڈرل ریزرو بلیٹن بابت جولائی ۱۹۲۸ء سے اخذ کیے گئے ہیں۔

[2] Wall Street

اول الذکر نے اُس عظیم الشان تخمینی کاروبار" کو روکنا شروع کر دیا جس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ ۱۹۲۸ء میں فیڈرل رزرو بنکوں کی شرحیں فروری میں ۳½ سے ۴ فیصد تک بڑھا دی گئیں، مئی میں ۴½ فیصد کر دی گئیں اور جولائی میں بڑھا کر ۵ فیصد کر دی گئیں۔ سونا پھر امریکا واپس آنے لگا اور اسی زمانے میں جرمنی کے رئش بنک نے شرح بڑھا کر ۷ فیصد کر دی تو سونا جرمنی جانے لگا نتیجہ یہ کہ بنک آف انگلینڈ نے ۱۹۲۸ء کے ابتدائی آٹھ مہینوں میں جو ۲۴ ملین پونڈ سونا حاصل کیا تھا اس کے منجملہ ۲۲ ملین پونڈ کا سونا اس سال کے آخری چار مہینوں میں اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ 279

اس نقل و حرکت سے اتحاد باہمی ظاہر نہیں ہوتا، اور برطانوی صنعتوں کی انجمن[1] نے اپنے رسالے موسوم بہ "برٹش انڈسٹریز" کے معاشی ضمیمے میں ۱۹۲۹ء کے آغاز میں ان واقعات پر جو تنقید شائع کی اس میں غالباً بہت کچھ صداقت تھی۔ ضمیمۂ مذکور میں لکھا تھا کہ "مسٹر اسٹرانگ گورنر فیڈرل رزرو بنک نیویارک کی گزشتہ ماہ اکتوبر میں موت سے بلاشبہ نیویارک اور لندن کے درمیان جو نازک ذاتی تعلقات تھے ان میں رخنہ پڑا، اس لیے کہ یہ تعلقات ان اہم ترین اور شاید ہی عناصر میں سے تھے جو مختلف ممالک کے مابین سونے کی نقل و حرکت کو متعین و منظم کرتے ہیں۔" اس میں شک نہیں کہ معیار طلا اور اس کے نظام عمل کے معترضین کو ان اسباب کی بنا پر جو فلز کی اس نقل و حرکت کا باعث تھے اعتراض کرنے کیلئے کافی مواد مل گیا تھا سونا امریکا اس لیے واپس نہیں جا رہا تھا کہ صنعت کے لیے اعتبار مہیا کرنے کے واسطے اس کی وہاں ضرورت تھی۔ بلکہ اس وجہ سے جا رہا تھا کہ دوسرے ملکوں کے ساہوکار اور قرض دہندے وال اسٹریٹ[2] کی اعلیٰ شرح سود سے فائدہ حاصل کرنا چاہتے تھے۔ دوسرے الفاظ میں امریکا میں تخمینی کاروبار میں حصہ لینے کی غرض سے سونے کی بھرمار ہو رہی تھی، گو معاملات زر کے حکام اس کاروبار کو

[1] Federation of the British Industries.

[2] Wall Street

روکنے کی بہتیری کوشش کر رہے تھے۔ علیٰ ہذا سونا جرمنی اس لیے نہیں جا رہا تھا کہ جرمنی کی تجارت کی حالت اور اس کی مالی حیثیت دنیا کے سونے کے ذخیرے سے استعانت کی طالب تھی۔ بلکہ اس لیئے کہ ریش بنک نے زر کی شرح میں غیر معمولی اضافہ کر دیا تھا، اور اس طرح مستعار زر کو سونے کی شکل میں لے رہا تھا، گو یہ شکل خود اس کے لیے غیر منفعت بخش اور دوسرے مرکزوں کے لیے باعث تکلیف تھی۔ سونے کی ایسی نقل و حرکت کو بلا چون وچرا تسلیم کیا جا سکتا ہے جو تجارت کے حقیقی کاروبار اور لین دین پر مبنی ہو۔ لیکن جب اس نقل و حرکت کی توجیہ صرف ایسے حالات سے کی جا سکتی ہو جو بظاہر مصنوعی، غیر ضروری اور غیر معقول ہوں تو ممکن ہے کہ اہل کاروباران لوگوں کی باتیں توجہ سے سننے لگیں جو معیار طلا کی طرف سے بدظن ہیں۔

لیکن آگے چل کر اس سے بھی زیادہ برا نتیجہ نکلنے والا تھا۔ اس لیئے کہ ۱۹۲۸ء میں جبکہ شرح بنک ان تمام ناگوار واقعات کے باوجود غیر متبدلہ تھی بین الاقوامی بازار نے' بالآخر ۱۹۲۹ء کے آغاز میں ریش بنک کی شرح کو ۷ فیصد سے کم ہو جانے کو بنظر استحسان دیکھنے کے بعد یہ محسوس کیا کہ برطانیہ اور یورپ کے موافق ڈالر کی شرح میں ختم سال پر جو معمولی تغیر ہوا تھا اس پر اس نے (بین الاقوامی بازار نے) بالکل غلط طریقے سے اعتماد کیا تھا، یہ کہ نیویارک میں زر کی مانگ اس تخمینی کاروبار کو انجام دینے کے لیے بہت شدید تھی جس کو روکنے سے حکام قاصر ہو چکے تھے۔ یہ کہ عند المطالبہ اور میعادی قرضوں کے لیے وہاں جو شرحیں دی جا رہی تھیں وہ سونے کو وہاں کھینچ رہی تھیں۔ یہ کہ بنک آف انگلینڈ نے جنوری و فروری میں اپنا فراہم کیا ہوا سونا اتنی تیزی کے ساتھ کھو دیا کہ ماہ فروری کی ابتدا میں اس کو اپنی شرح ½ ۴ فیصد سے بڑھا کر ½ ۵ فیصد کر دینی پڑی۔ چنانچہ اس کی اتباع بنک آف نیدرلینڈز اور دیگر مرکزی بنکوں نے بھی کی اور ریش بنک نے اپنی شرح بڑھا کر ½ ۷ فیصد مقرر کر دی۔

اس طرح ہم نے یہ اشتعال انگیز اور مہمل تماشہ دیکھا کہ برطانوی اور یورپین صنعت ایک بڑی مصیبت کے دور کے بعد گاڑی کے اس ٹٹو کی طرح جو گر کر

پھر کھڑا ہونے کی کوشش کرے، ہاتھ پیر مار رہی تھی (یہ بات خاص کر برطانیہ کے بارے میں صادق آتی ہے جو عام ہڑتال اور کوئلہ روک دیے جانے کی ضرب کھا چکا تھا) اور اس کے سنبھلنے میں اس لیے مزاحمت پیش آرہی تھی کہ دنیا کے سب سے بڑے قرض خواہ ملک نے اپنے مالی انتظامات کو بے حد خلط ملط کر رکھا تھا حتیٰ کہ وہ ایسے سونے کو بھی جذب کر رہا تھا جس کے دوسرے لوگ طالب تھے اور جس کی خود اس کو ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ اس کا احتمال تھا کہ نیویارک میں درآمد کردہ سونا تخمینی کاروبار کے اس جوش و خروش کے حق میں مہمیز کا کام کرے جسے روکنے کی فیڈرل رزرو بورڈ سعی بلیغ کر رہا تھا۔

281

اس قسم کے واقعات معیار طلا کو قبولیت عام دینے میں ممد نہیں ہوتے کیا ان واقعات سے بچاؤ کی کوئی تدبیر ممکن تھی؟ اگر نہ تھی تو پھر بقیہ دنیا کو کیا کرنا چاہئے، خاص کر ایسی صورت میں جبکہ اس کے مالی انتظامات وال اسٹریٹ کی متلون المزاجی کے رحم و کرم پر مبنی ہوں؟ جب کوئی ملک دنیا کا سب سے بڑا لین دار بن جائے تو باقی دنیا یقیناً یہ توقع رکھ سکتی ہے کہ اس ملک میں اصل و اعتبار کا بازار بہت ارزاں اور آزاد ہوگا اور اشیاء و خدمات کا بازار بہت آزاد ہوگا۔ انگلستان جس وقت دنیا کا لین دار تھا اس وقت یہ دونوں چیزیں اس میں موجود تھیں، اور نہ صرف وہ بلکہ اس کے اہل معاملہ بھی ترقی پذیر اور خوش حال تھے۔ امریکا ابھی کچھ زمانہ ادھر تک وال اسٹریٹ کے لیے زر حاصل کرنے کی غرض سے ۲۰ فیصد تک شرح پیش کرتا رہا ہے اور ایک جدید مسودہ محصول پر غور کر رہا ہے جس کے نافذ ہو جانے کے بعد امریکا کے قرض داروں کو جنس میں اپنا قرضہ ادا کرنا مشکل ہو جائے گا۔ دوسری جانب حکومت اہل امریکا پر محصول عائد کر کے اپنے تجارتی جہاز ران کمپنیوں کی مالی امداد کرتی ہے جس کی وجہ سے ان قرض دار ممالک کو جو تجارتی جہازوں کے مالک ہیں امریکا کی نقل و حمل کی خدمت انجام دینے کا موقع نہیں ملتا۔

کیا امریکا کے لیے یہ ضروری تھا کہ وہ غیر معمولی طور سے اعلیٰ شرح پر قرضہ حاصل کرے جبکہ ان تمام ممالک نے جنھیں اس نے کثیر المقدار رقمیں بطور قرض

دی تھیں اس سے یہ درخواست کی تھی کہ وہ معاملات زر میں حتی الوسع سہولتیں بہم پہنچائے؟ فڈرل رزرو بورڈ کا بظاہر یہ خیال تھا کہ تمسکات کی حد تک تخمین کو ضرور روکنا چاہیے۔ بحر اطلانطک کے اس جانب کے رہنے والے ہم لوگ
282
اس امر کے متعلق دھندلا سا تصور بھی نہیں قائم کر سکتے کہ امریکا کے سب طبقوں میں بحیثیت مجموعی تخمینی کاروبار نے کس حد تک سرگرمی حاصل کرلی تھی۔ اگر اس کو روکا جاتا تو روکنے کا واحد طریقہ بظاہر محض یہ تھا کہ تخمینی اغراض کے لیے جو اعتبار لیا جائے اس کی تحدید کی جاتی۔ اس لیے کہ عوام قائدین معاملات زر کی استدعاؤں کو خاطر ہی میں نہ لاتے تھے، اور ان کو ان کے ارادوں سے باز رکھنا صرف اعتبار کی تقلیل سے ممکن تھا۔ فڈرل رزرو کے حکام پر اولاً اعتراض یہ کیا گیا کہ انھوں نے شرحوں کو جلدی جلدی نہیں بڑھایا اور بعدہٗ یہ اعتراض کیا گیا کہ انھوں نے شرحوں میں مزید اضافہ نہیں کیا اور شرحوں میں اضافہ کرنے کی بجائے رکن بنکوں کو ان قرضوں میں کمی کرنے کی ترغیب دلا رہے تھے جو وہ وال اسٹریٹ کو دے رہے تھے لیکن جب قیمتیں تیزی کے ساتھ بڑھ رہی تھیں اسی طرح جس طرح انتہائی گرما گرمی کے دور میں بڑھی تھیں تو فڈرل رزرو بنک کی شرحیں ایسی حد تک بڑھانی پڑتیں جو قبل اس کے کہ منافع سمیٹنے والے مخمنوں کو روکنے میں کامیاب ثابت ہوسکیں صنعت کی راہ میں حقیقی مشکلات بلکہ اضطراب و ہیجان پیدا کردیتیں۔ رہا دوسرا طریقہ یعنی وال اسٹریٹ کے راستے سے اعتبار کا رخ پھیر دینا تو وہ بہت زیادہ مشکل تھا خاص کر اس لئے کہ بعض رکن بنک فڈرل رزرو بورڈ کے اصول عمل کے خلاف عمل پیرا تھے اور واقعات کی عام رفتار نے بتا دیا تھا کہ امریکا کا زر کا بازار اتفاق و اتحاد سے کام کرنے سے بالکلیہ قاصر رہا تھا، اور قبل اس کے کہ وہ نیویارک کو زر کے بازاروں کا ایک ایسا مرکز بنا سکے جس میں تمام دنیا اعتماد رکھ سکے، اُسے اتفاق و اتحاد سے کام کرنے کا گر سیکھنا پڑے گا۔ موجودہ صورت حال یہ ہے کہ زر کی اعلیٰ شرح تقریباً ان تمام ممالک عالم پر زبردستی عائد کی گئی ہے جو پیداوار تیار کرتے یا تجارت کرتے ہیں۔

283
ان تدابیر کا جہاں تک تعلق ہے وہاں تک باقی دنیا جس کو ان تدابیر

کی قیمت بھگتنے میں مدد کرنی پڑی، ان کے ضروری ہونے کے متعلق کوئی اندازہ نہیں کر سکتی۔ لیکن وہ یہ تو معلوم کر سکتی ہے کہ ان تدابیر کی ضرورت پر امریکا کے اکثر باشندوں کی جانب سے شبہ ظاہر کیا جاتا تھا جو یہ خیال کرتے تھے کہ وال اسٹریٹ کی گرما گرمی سے محض اہل امریکا کی اس خوش اعتمادی کا اظہار ہوتا تھا جو وہ اپنے ملک پر رکھتے تھے۔ مابقی دنیا یہ بھی معلوم کر سکتی ہے کہ یہ گرما گرمی حد سے تجاوز کر جاتی اور اگر اس کو اسی کے حال پر چھوڑ دیا جاتا تو کوئی شدید نقصان پہنچائے بغیر کم ہو جاتی۔ اور یہ کہ سردست وہ اصلی پیداوار کی تجارت پر کوئی نقصان عائد نہیں کر رہی تھی کیونکہ تجارت بحیثیت مجموعی عدیم النظیر خوش حالی کی سطح مرتفع کی جانب ترقی پذیر تھی۔ ہم یہ بھی دیکھ سکتے ہیں کہ فڈرل رزرو یا وفاقی سرمایۂ محفوظ کے نظام کے نقد ذخائر کبھی اس قدر کم نہیں ہوئے کہ اس آخری قانونی حد تک پہنچ گئے ہوں جو فڈرل رزرو اکٹ نے مقرر کی تھی۔ جب عند الطلب زر کی شرح بڑھ کر وال اسٹریٹ میں ۲۰ فیصد تک پہنچی تو وفاقی سرمایۂ محفوظ کے نظام کے نقد ذخائر کا تناسب امانتوں اور جاری کردہ نوٹوں کے مقابلے میں ۷۰ فیصد سے زائد تھا۔ یعنی یہ مقدار اس مقررہ تناسب سے جو از روئے قانون ضروری تھا تقریباً دو چند تھی۔ اس ممکنہ اعتبار کی توسیع کی غیر صرف شدہ گنجائش کی موجودگی میں امریکا کے دین داروں کا یہ تعجب بالکل واجبی ہو سکتا ہے کہ ان کے لین دار یعنی امریکا نے زر کی شرح کو گراں کر دینا کس لیے مناسب سمجھا۔ ماہرین فن کا بیان ہے کہ امریکا میں ایک مقررہ حد سے آگے اعتبار میں مزید توسیع کرنے کی راہ میں عملی دشواریاں پائی جاتی ہیں۔ اس لیے کہ ایسا "قابل قبول کاغذ" کافی مقدار میں وہاں موجود نہیں ہے جس کی بنیاد پر قرضہ لیا جا سکے۔ یورپ کے ساہوکار اس خیال کا مضحکہ اڑاتے ہیں اور یہ رائے ظاہر کرتے ہیں کہ امریکا کے بنک اور ان کے اہل معاملہ بہت آسانی کے ساتھ اور جلد مطلوبہ قابل قبول کاغذ کی جو مقدار بھی چاہیں فراہم کر سکتے ہیں۔ چنانچہ اس خیال کی تصدیق ڈاکٹر برگس نیویارک کے فڈرل رزرو بنک کے اسسٹنٹ فڈرل رزرو ایجنٹ بھی کرتے ہیں۔ وہ اپنی دلچسپ کتاب (The Federal Reserve Banks and the Money Market) میں نہایت واضح طور سے کہتے ہیں کہ "تقریباً سب ممبر بنکوں کے پاس ہر وقت

سرکاری تمسکات اور دیگر قابل قبول کاغذ کی ایسی مقداریں موجود رہتی ہیں جن کی بنیاد پر وہ اتنی کثیر مقداریں زر بطور قرض حاصل کر سکتے ہیں جس کی ضرورت بجز اشد اور غیر معمولی صورتوں کے اور کبھی نہیں ہوتی۔

خلاصہ یہ کہ اہل امریکا کا تمول اور اس کی خوش حالی بہت بڑھی ہوئی ہے، اس کے سونے کے ذخائر کثیر المقدار ہیں، وہاں اعتبار کی توسیع کے امکانات بھی کثیر ہیں، اور اشیا کی قیمتوں کی ایسی سطح پائی جاتی ہے جس سے انتفاخ کا خفیف سا شائبہ بھی نہیں ہوتا۔ لیکن یہ تماشہ معاشی تاریخ میں نہایت محیر العقول ہے کہ اس سب کے باوجود وہ اپنے مفلس اہل معاملہ اور قرض داروں سے قرضہ حاصل کرتا ہے اور ان کے صندوقچوں سے جو پہلے ہی بہت کچھ خالی ہو چکے ہیں سونا کھینچتا ہے۔

اگر یہ مان بھی لیا کہ اس قسم کی بے ضابطگیاں اس وقت تک ناگزیر ہیں جس وقت تک امریکا اپنے فرض کو جو بحیثیت ایک قوی ترین مالی قوت کے اس پر عائد ہوتا ہے انجام دینا سیکھ جائے تو کیا یہ بھی ناگزیر ہے کہ ما بقی دنیا معاملات زر کے اس انتشار کے آگے سر تسلیم خم کر دے اور اتحاد باہمی کے ذریعے جس کے چرچے بہت کچھ ہو رہے ہیں اس خرابی کو دور کرنے کی کوشش بھی نہ کرے؟ ریاستہائے متحدہ امریکا کی قوت بہت بڑھی ہوئی ہے۔ ظاہر تجارت میں بہت بڑی رقم اسے واجب الوصول رہتی ہے اور سرکاری و تجارتی قرضوں کے سلسلے میں بھی خاصی بڑی رقم سالانہ دوسروں سے اس کو وصول طلب رہتی ہے۔ مثلاً ۱۹۲۸ء میں موخر الذکر رقم کا اندازہ ۱۵۰ ملین پونڈ کیا گیا۔ اہل امریکا جونہی اپنی بیرونی سیاحت کے مصارف، قدیم دنیا میں رہنے والے ضرورتمند اعزہ و اقارب کی امداد و خیرات، اور بیرونی ممالک میں شغل اصل کی رفتار کم کر دیتے ہیں معاً ان کی حیثیت بطور رہین دار کے مبادلات کا رخ پلٹ کر شرح مبادلہ ان کے موافق کر دیتی ہے اور امریکا دوسروں سے سونا کھینچنے لگتا ہے۔ چونکہ یہ ایک امر واقعہ ہے لہٰذا امریکا کے قرض داروں کا اعلیٰ شرح سود طلب کر کے اس کے زر کے مطالبات کی مقاومت کرنے کی کوشش کرنا یقیناً

بے سود ہے۔ نتیجہ یہ کہ زر ہر جگہ گراں ہو جاتا ہے اور بین الاقوامی زر کے نظام کی حیثیت سے معیار طلا کی وقعت باقی نہیں رہتی۔ اگر اس کا مطلب یہ کہ سونے کے لیے دوا دوش اور چھین جھپٹ ہوتی رہے اور اگر سب مرکزی بنک اپنے اپنے سونے کے ذخیروں کو بڑھانے کی غرض سے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کریں تو مستقبل بظاہر خوشگوار نظر نہیں آتا۔

حالیہ واقعات سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ آئندہ شاید اسی قسم کے نظام العمل کی توقع رکھنی پڑے گی، اس لیے کہ ۱۹۲۸ء کے موسم خزاں میں رائش بنک اپنی ۷ فیصد شرح پر جاری رہا اور اس طرح لندن سے بہت بڑے وقت میں سونا لیتا رہا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب فروری ۱۹۲۹ء میں لندن کی شرح بڑھ گئی تو برلن کو جسنے اس اثنا میں اپنی شرح گھٹا کر ۶½ فیصد کر دی تھی پھر بڑھا کر ۷½ فیصد کرنی پڑی۔ ان تمام باتوں کے باوجود بھی ادائی تاوانات کے ایجنٹ جنرل کی رپورٹ مورخہ ۲۲ دسمبر ۱۹۲۸ء میں لکھا تھا کہ "بحالت موجودہ رائش بنک کے نقد ذخائر میں سونے کی مقدار خلاف معمول بڑھ کر انتہائی نقطے تک پہنچ گئی ہے اور گزشتہ سال کے بیشتر حصے میں رائش مارک مبادلات خارجہ کے نقطۂ نظر سے دنیا کا قوی ترین زر رہا۔" ایسی صورت میں اس کی کون ضرورت ہے کہ ۷ فیصد شرح قائم رکھی جائے؟

بنک آف فرانس میں ۱۹۲۸ء کے اختتام پر سونے کی مقدار ۲۵۰ ملین پونڈ سے زائد تھی، اور اس سے بھی زیادہ مقدار "بیرونی اثاثے" (غیرملکی امانتوں اور ہنڈیوں) کی تھی جو "فرانک سے معاودت" کے زمانے میں حاصل کی گئی تھیں اور جن کا باعث یہ تھا کہ جنگ کے بعد سے انگلستان و امریکا کے مقابلے پر فرانس غیر ممالک کو طویل المدت قرض دینے کے بارے میں بہت کچھ خاموش تھا۔ بیرونی ممالک کا زر اتنی کثیر مقدار میں اس کے پاس موجود تھا کہ اسے فرانک کی قدر کی کمی کے اندیشے سے نجات مل گئی اور وہ آسانی کے ساتھ اس قابل ہو گیا کہ اگر وہ پسند کرے تو معیار طلا کو رائج کرنے کے قدیم قاعدے کو اختیار کرے جس کے تحت ایسے مرکز، جو طلا کا معقول ذخیرہ رکھتے تھے، ادنیٰ شرحیں پیش کرتے اور آزادی

کے ساتھ قرضے دیتے تھے۔ لیکن ایسا کرنے کے بجائے فرانس ۱۹۲۹ء میں درآمد طلا کی یورش میں سب پر سبقت لے گیا اور ایسا سونا بھی درآمد کیا جس کی اس کو ضرورت نہ تھی۔ ستمبر کے ختم پر جب بنک آف انگلینڈ کا سونے کا ذخیرہ گھٹ کر ۱۴۲ ملین پونڈ رہ گیا تھا اور اس کی شرح بڑھا کر ۶½ فیصد کر دی گئی تھی تو بنک آف فرانس کے پاس ۱۴۷ ملین پونڈ کا سونا موجود تھا اور اس کے علاوہ ۲۰۹ ملین پونڈ کا بیرونی اثاثہ تھا۔ اس میں شک نہیں کہ بنک آف فرانس کی ہنڈی کی دفتری شرح بہت ہی ادنیٰ یعنی ۳½ فیصد تھی لیکن وہ قرضوں پر ½ ۵ وصول کر رہا تھا۔ اور دیگر فرانسیس بنک اپنے اہل معاملہ سے ان کی شدید ضرورت کے لحاظ سے ۸ فیصد وصول کر رہے تھے[1]۔ اس طرح سونے اور ممالک خارجہ کے زر کا کثیر المقدار ذخیرہ رکھنے کے باوجود بنک آف فرانس نے لندن کے مقابلے میں زر کو گراں نرخ پر قائم رکھا تھا اور زر کے بین الاقوامی بازار کو مفلوج کرنے میں امریکا کا شریک بن گیا تھا گو دوسری جانب اس کی دفتری شرح ادنیٰ اور بے معنی ہی رہی۔ بنک آف فرانس سونے کا جو ذخیرہ فراہم کر رہا تھا اس کی توجیہہ کی گئی ہے کہ وہ پیرس کو زر کے معاملات میں صدر مرکزی حیثیت پر لانا چاہتا تھا جس کا اس کو ہر طرح استحقاق تھا۔ لیکن زر کا بڑا مرکز وہ نہیں ہوتا جو سونے کا اندوختہ کرے بلکہ وہ ہوتا ہے جو آزادی کیساتھ قرضہ دے اور اس طرح تجارت کو فروغ دے اور ترقیات میں اعانت کرے۔ بیرونی زر کے کثیر المقدار ذخیرے کی موجودگی میں پیرس کو اصل کا بہت ہی ارزاں بازار ہونا چاہیئے تھا اور اس کو چاہیئے تھا کہ اپنے فاضلات کو بطور اصل بڑی مدت کے لیے مصروف کرتا۔ لیکن ایسا کرنے کے بجائے پیرس نے یہ زیادہ پسند کیا کہ ان فاضلات کو یا ان کے جزو کو سونے میں تبدیل کر دے اور اس سونے کو بطور اندوختہ چھپا رکھے۔

چونکہ اس کا امکان ہے کہ جب کبھی امریکا کا دل حصول زر کے لئے مسابقت کرنے کو چاہے تو اس کی کشش کا مقابلہ ناممکن ہوگا یقیناً اب پوری طرح وقت آگیا

287

[1] دیکھو اخبار ٹائمز مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۹۲۹ء۔

ہے کہ یورپ کے بنک دوبارہ اس پر غور کریں کہ سونے کی چادر کو چار طرف سے اپنی اپنی جانب گھسیٹنے کی جو عادت انھوں نے اختیار کر رکھی ہے وہ کہاں تک مستحسن ہے اور اس امر کا تہیہ کریں کہ آیا ان کی زندگی کا مقصد یہ ہے کہ سونا حاصل کیا جائے یا رکھا جائے خواہ دوسروں کو اس سے کتنا ہی نقصان پہنچے یا بقول ، سر آرنسٹ ہاروے ،، عوام کو اس کا یقین دلاتا ہے کہ معقول شرائط پر بنک کاری کی مناسب اور کافی سہولتیں انھیں بہم پہنچائی جائیں گی،،۔

انڈین کرنسی کمیشن کا ہمیں شکر گزار ہونا چاہیئے کہ اس کی وجہ سے اس بحث پر ہمیں مسٹر نارمن گورنر بنک آف انگلینڈ کے خیالات معلوم کرنے کا موقع ملا جو انھوں نے کمیشن مذکور کے روبرو شہادت دیتے ہوئے ظاہر کئے تھے۔

وہ فرماتے ہیں کہ ،، یورپ اور دیگر ممالک بحالت موجودہ اس امر کی بتدریج کوشش کر رہے ہیں کہ نہ صرف ثبات پذیری کی جانب عود کریں بلکہ سب سے پہلے معیار مبادلۂ طلا کو اور اس کے بعد معیار طلا کو از سر نو جاری کریں ۔ اس کی کوشش یہ ممالک ایسے طریقے پر کر رہے ہیں جس کو میں اساسی طور سے نہایت درست خیال کرتا ہوں ۔ میری رائے میں یہی وہ طریق ہے جس کی اس مسئلے پر غور کرنے والے دیگر ممالک کے لیے بھی سفارش کرنی چاہیئے ۔ یعنی یہ کہ سب سے پہلے معیار مبادلۂ طلا رائج کیا جائے جس میں سونے کی مقدار بالکل نہ ہو یا کم ہو اور اس کے بعد مرور زمانہ کے ساتھ اس نظام کی بجائے بتدریج مبادلۂ طلا سے کی جائے ۔ یعنی قدر طلا کی بجائے طلا کو مبادلے کی بنیاد قرار دیا جائے۔ اس لحاظ سے یورپ کا ثبات و استحکام اس امر پر منحصر ہے کہ متعدد سالوں تک سونے کی رسد مقرر رکھی جائے تاکہ ایسے متعدد ممالک بتدریج معیار مبادلۂ طلا کو معیار طلا میں اس حد تک بدل سکیں کہ ان کے اجرائے نوٹ کی بنیاد بجائے کاغذی قدر پر مبنی رہنے کے ہر سال فلزی قدر پر زیادہ مبنی ہوتی جائے ، اور کاغذی قدر ہر سال بتدریج کم کی جائے ۔ میں متوقع ہوں کہ کلیتہ سونے کو رواج دینے کے طریق کی جانب عود کرنے کی کوشش ہرگز نہ کی جائے گی بلکہ یہ کہ بمرور زمانے کے ساتھ ہر سال زر کاغذی کے اجرا کے مقابلے میں سونے کے تناسب کو بتدریج بڑھانے کی کوشش

288

کی جائے گی۔ میرے خیال میں یہی وہ طریقہ ہے جس کے ذریعے سے یورپ اور یورپ کے باہر کے ممالک ثبات پذیری، اجرائے زر کاغذ کی ضمانت، قیمتوں، اتحاد و تعامل باہمی کے مسائل کو انجام کار حل کر سکتے ہیں۔ اور میرا یہ عقیدہ ہے کہ خواہ انفرادی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے یا من حیث الجماعت سب کا فائدہ اس میں مضمر ہے کہ یہ ترقی تدریجی طریق پر اور متحدہ طور سے عمل میں آئے[1] لہٰذا اس مقصد میں کامیابی بظاہر بہت کچھ اس امر پر منحصر ہوگی کہ یورپ اور مابقی دنیا کے مرکزی بنک اس نصب العین کے کیا معنی لیتے اور اس کا کس طرح اطلاق کرتے ہیں جس کو بقول مسٹر نارمن وہ حاصل کرنے کی سعی کر رہے ہیں۔ اگر یہ بنک سب سے زیادہ توجہ اپنے اجرائے زر کاغذ کی بنیاد کے طور پر سونے کا ذخیرہ بڑھانے اور بیرونی اعتبار کو گھٹانے کی جانب صرف کریں تو دنیا کے زر کے انتظامات کا مستقبل بظاہر دلچسپ مگر ناخوش گوار معلوم ہوتا ہے۔ اگر وہ تعامل پر اپنے مساعی مرکوز کریں اور یکجہتی کے ساتھ آگے قدم بڑھائیں تو انھیں معلوم ہوگا کہ سونا حاصل کرنا ہی ان کے وجود کا مقصد نہیں ہے بلکہ ان کے وجود کا مقصد سونے کی رسد کو عام پیدا کنندوں اور صارفوں کی ضرورتوں کے لحاظ سے اس طرح منظم کرنا ہے کہ کاروبار کی رفتار، اعتبار کی افراط یا قلت کی وجہ سے کبھی بری طرح متاثر نہ ہو۔

اگر ایک دفعہ یہ سب بنک یا ان کی اکثر تعداد یہ امر ذہن نشین کر لے کہ سونے کی رسد زر کے مسائل میں سب سے اہم عنصر نہیں ہے بلکہ یہ کہ سب سے اہم عنصر عوام کی وہ طلب ہے جو انھیں زر کی مقررہ مقدار کی ہوتی ہے اور جو سونے کی رسد کے ساتھ لازمی طور سے نہیں بدلتی بلکہ اس حد تک جس حد تک سونا دستیاب ہو سکتا ہے سونے پر مبنی ہو سکتی ہے تو کل مسئلے کی نوعیت بدل جائیگی۔ بعض اعتبارات سے یہ مسئلہ نسبتہً زیادہ پیچیدہ اور دقت طلب اس لئے بن جائیگا کہ یہ معلوم کرنا ہمیشہ دشوار رہے گا کہ عوام کو حقیقت میں زر کی کتنی مقدار مطلوب ہے لیکن کم از کم اتنا فائدہ ضرور ہوگا کہ اس مسئلے کا انحصار کان کنی طلا کے اتفاقات پر

289

[1] Royal Commission on Indian Currency and Finance, vol. V. p. 193.

نہ رہے گا۔ اگر مرکزی بنک سونا سمیٹنے کے بارے میں مسابقت ترک کردیں اور سونے کو عوام کی ضرورتوں کے لحاظ سے مطلوبہ اعتبار کی عمارت کی بنیاد کے طور پر متحدہ طریقے سے استعمال کریں تو سونے کی کافی مقدار پر ان کو ہر وقت رسائی حاصل رہے گی۔

مسٹر نارمن نے انڈین کمیشن کے روبرو جو شہادت دی اس کی ایک عبارت سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اس قسم کا متحدہ طریق کار قابل عمل ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ "میں صرف اصول بیان کرنے کی کوشش کر رہا ہوں اور مجھے اس کا کامل اطمینان ہو گیا ہے کہ بنک کاری کے اصول جس کی یہ سکونی نہیں ہیں اور اس لحاظ سے ان میں وقتاً فوقتاً ترمیم و تبدیلی کی ضرورت دائمی ہوتی رہیگی" اگر مسٹر نارمن اپنے فن کے اصول کو تبدیل کرنے کی حد تک آگے بڑھ جائیں تو پھر اس کی فرع یعنی اس امر پہ غور مکرر کرنا کہ زمانے کے خاص خاص مشکل حالات کے تحت سونے کی کتنی مقدار رکھنی چاہئے ایک چھوٹی سی بات ہوگی۔ چنانچہ انھوں نے خود ۱۹۲۹ء میں شرح بنک کے جس اصول پہ عمل کیا اس سے دوسرے مرکزی بنکوں کو یہ معلوم ہو گیا ہوگا کہ اس چھوٹے سے مسئلے کو کس طرح حل کرنا چاہئے

اس طرح اگر بحر اطلانطک کے اس جانب (یعنی یورپ) کے بنک قدیم بنک کاری کے عمدہ اصول کی متابعت کریں یعنی جو کچھ زر ان سے طلب کیا جائے اس کو بسرعت بلکہ بہ مستعدی تمام ادا کردیں اس لیے کہ یورش کو روکنے کا یہی بہترین طریقہ ہے تو وہ امریکا کی اس عادت کی کہ وہ اپنے عظیم المقدار ذخیرۂ طلا میں مزید اضافہ کئے جاتا ہے جس کی نگرانی سے اس پہ مصارف کثیر عائد ہوتے ہیں اصلاح کردیں گے۔ انگلستان اور یورپ، جن کے ذمے کثیر المقدار رقمیں سونے میں امریکا کو واجب الادا ہیں اس امر کی نگرانی کرنے میں دلچسپی رکھتے ہیں کہ سونے کی قدر اس کی قلت کی وجہ سے بہت زیادہ نہ بڑھ جائے۔ اگر وہ سونے کو حاصل کرنے کے لیے آپس ہی میں مقابلہ کریں تو وہ بظاہر اس کی مقدار میں قلت پیدا کردیں گے حالانکہ واقعاً اس کی مقدار وافر ہو سکتی ہے بشرطیکہ وہ سونے کی حقیقی مطلوبہ مقدار کے بارے میں محض اپنے مقاصد کو ذرا تبدیل کردیں۔ ان کو اپنے

290

جاری کردہ نوٹوں کی مقدار میں توسیع کرنے کے اقتدارات حاصل ہیں یا وہ ان اقتدارات کو ان مدبرین سیاست سے حاصل کرسکتے ہیں جو قوانین منظور کرتے ہیں۔ اور برطانیہ و براعظم یورپ کے بنکوں کے حکام مجموعی حیثیت سے اور متحدہ طور سے سونے کی قلیل مقدار سے کاروبار کرکے دنیا کو بتا سکتے ہیں کہ وہ اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ معیار طلا تجارت و ترقی کی راہ میں رکاوٹ نہیں ہے بلکہ ایک ایسا طلائی تار ہے جو ان کو اقتدار اور قوت بہم پہنچاتا ہے۔

انگلستان کے لوگ کم از کم اس احساس سے طمانیت حاصل کرسکتے ہیں کہ یہاں کے مرکزی بنک نے اس کام کو نہایت خاموشی اور ہمت کے ساتھ انجام دیا اور اس واقعے کے ثبوت میں ہم نہایت مستند بیرونی شہادت پیش کرسکتے ہیں۔ پروفیسر کیسل آف اسٹاک ہوم نے (جن کا حوالہ مارننگ پوسٹ نے ۲۱ر اکتوبر ۱۹۲۹ء کو دیا تھا) Scandinaviska kredita tiebolaget میں بیان کیا ہے کہ "بنک آف انگلینڈ نے بظاہر بے فکری کے ساتھ سونے کی مسلسل برآمد کرکے اپنے سونے کے ذخائر کو ہر مہینے کم ہوتے رہنے کا موقع دیا۔ لیکن جب ستمبر کے آخر میں یہ کمی بہت زیادہ خطرناک صورت اختیار کرنے لگی تو بنک نے شرح بٹہ میں اضافہ کرنے کی جانب قدم بڑھانا مناسب خیال کیا۔ اس وقت سونے کی مقدار ۱۵۰ ملین پونڈ اسٹرلنگ کی حد سے جو کن لف کمیٹی کے بقول اقل ترین معمولی مقدار خیال کی جانے چاہیئے تھی بہت نیچے گر گئی تھی۔ اس طرح بنک نے اس امر کو اچھی طرح واضح کردیا کہ اس کی دانست میں سونے کے ذخائر کی غرض و غایت محض یہ ہے کہ غیر معمولی ضرورت کے وقت ان سے کام لیا جائے نہ یہ کہ قدیم قواعد کے تحت فلز کو گردش سے واپس ہٹا لیا جائے۔ یہ امر بظاہر ناقابل تردید ہے کہ بنک آف انگلینڈ نے اس طریقے سے دنیا کی بہت بڑی خدمت انجام دی۔ اور اس کی یہ مثال ہمیشہ اور ہر جگہ اعلیٰ درجے کے اصول بنک کاری کا معیار سمجھی جائے گی!!

ہمیں امید کرنی چاہیئے کہ اس کی مثال کو نہ صرف معیار سمجھا جائے گا بلکہ اس کی تقلید بھی کی جائے گی۔ سردست یہ کہا جاسکتا ہے کہ اکتوبر کے آخر میں

بنک آف انگلینڈ نے ہمت وجرأت کی دوسری مثال بھی پیش کی اور وہ اس طرح
کہ نیویارک اور ایمسٹرڈم کے دوش بدوش شرحوں کی تخفیف کی طرف پہلا قدم
اٹھایا جس سے ممکن ہے کہ بین الاقوامی زر کے بازار میں نئے دور کا آغاز ہو۔
لیکن اگر موجودہ بے اطمینانی کو بڑھنے کا موقع دیا گیا اور معیار طلا کی بری طرح
تحقیر کی گئی تو خدا معلوم اس کا نعم البدل مہیا کرنے کے لیے کون کون سے انوکھے
تجربات عمل میں لائے جائیں گے۔ یہ امر کہ کسی نہ کسی دن موجودہ معیار کا زیادہ
باقاعدہ بدل دریافت ہو جائے گا یقینی نہیں تو ممکن ضرور ہے۔ لیکن دنیا کی
تجارت کی موجودہ حالت میں زر کے تجربات سے توحتی الوسع پرہیز ہی مناسب
ہے۔ اس سے پیشتر کہ ہم بین الاقوامی زر کی مثالی شکلوں کے متعلق خواب دیکھیں
ہمیں سب سے پہلے زمانۂ ماقبل جنگ کی سی خوشحالی اور ترقی کی جانب
عود کرنا چاہیے۔

سردست ہم اس خیال سے اپنے آپ کو تسلی دے سکتے ہیں کہ حالیہ واقعات 292
خاص خاص اسباب کے زیر اثر رونما ہوئے ہیں۔ جرمنی کو تاوانات کی جدید تحقیق
کا مقابلہ کرنا پڑا جس سے ممکن ہے کہ اس کے معاملات زر کے اصول کو بدل دیا ہو
فرانس کو اگست ۱۹۲۹ء میں امریکا کے ۸۰ ملین پونڈ ادا کرنے کے امکان سے دوچار
ہونا پڑا اور وہ قرضوں کی توثیق کے معاہدات کے مسائل اور ان کے نتائج
واثرات پر غور کر رہا تھا۔ وال اسٹریٹ میں تخمین کا بھنور پیدا ہو گیا تھا جو زر
کے سمندر میں ہیجان پیدا کر رہا تھا اور اس حالت میں یہ امر کچھ ایسا تعجب خیز
نہ تھا کہ زر کے ان جہازوں کے ناخداؤں نے جن کا سر ہنری اسٹراکاش نے حوالہ
دیا تھا، طلائی لنگر کو سنبھالنا مشکل پایا ہو۔ یہ حالات اب باقی نہیں رہے ہیں
اور اب تعامل میں بھی غالباً مجوزہ بین الاقوامی تصفیۂ حسابات کے بنک کے
قیام سے مدد ملے گی۔ اس تجویز کی ضرورت کو اس کے پیش کرنے والے ممتاز حضرات
نے کبھی ظاہر نہیں کیا، اور اس میں خطرات عظیم پنہاں ہیں لیکن اس کو کم از کم
اس قابل ہونا چاہیے کہ وہ مرکزی بنکوں کے گورنروں کے ایک تفریح بخش کلب گھر
کا کام دے تاکہ وہ خوشدلی کے ساتھ جس کے پیدا کرنے میں کلب کے اکل وشرب

کے انتظامات کا بھی بڑا دخل ہوگا۔ تمام قوموں کے کارپردازوں اور صارفوں کے مفاد کے لیے بنک کاری کے اصول کی ترمیم و اصلاح پر بحث مباحثہ کر سکیں۔

اتحاد باہمی اور عقل سلیم سے کام لے کر وہ بہت آسانی کے ساتھ اشیا کی قیمتوں میں ثبات پذیری پیدا کرنے کے مسئلے کو حل کر سکیں گے یعنی اس حد تک جس حد تک کہ اشیا کی پیدائش اور زر کی رسد کو باہم مطابق کر دینے سے یہ مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔ اگر قیمتیں بہت زیادہ تیزی کے ساتھ بڑھیں تو مشترکہ عمل کے ذریعے سے اعتبار کی تحدید و بندش آسان اور موثر ہوگی۔ اگر قیمتیں گھٹ جائیں جیسا کہ ماہرین کو خوف ہے اور اس لیے گھٹیں کہ اشیا کی تیاری کے قدم بہ قدم سونے کی پیداوار نہ چل سکے گی تو اس خرابی کو رفع کرنے کا طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ اعتبار اور سونے کے مابین مجوزہ تناسب قائم کرنے کے مسئلے پر مکرر غور کیا جائے۔ اس بارے میں جس چیز کی ضرورت ہوگی وہ محض یہ ہے کہ تناسب کی شرحوں میں عام اور معمولی سی تخفیف کی جائے۔

اسی کے ساتھ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ تجارت کو فروغ دینے کے بارے میں مرکزی بنکوں کو جو اقتدار حاصل ہے وہ اس سے بہت کم موثر ہے جتنا کہ ان بنکوں کے بعض نقاد بظاہر خیال کرتے ہیں۔ اعتبار کی توسیع کے لیے قرض گیر اور قرض دہندہ دونوں کی ضرورت ہے جب صنعت میں کساد بازاری رونما ہوتی ہے تو صناعوں میں یہ رجحان پایا جاتا ہے کہ وہ اس کو کسی دوسرے کا قصور تصور کریں یعنی یہ کہ یا تو یہ حکومت کا قصور ہے کہ وہ صنعت کی کافی تائید نہیں کر رہی ہے یا بنکوں کا قصور ہے کہ وہ زر کافی مقداروں میں فراہم نہیں کر رہے ہیں۔ بعض اوقات یہ کساد بازاری اس لئے بھی رونما ہوتی ہے کہ خود صنعت اپنا کام صحیح طریقے پر انجام نہیں دیتی۔ جب قصور صنعت کا ہو تو پھر بنکوں کا کوئی امدادی ہاتھ بھی صنعتوں کو اس دلدل سے باہر نہیں نکال سکتا جس میں وہ پھنس چکی ہیں۔

سولھواں باب

خلاصہ اور خاتمہ

294
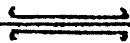
ناہموار زمین کی طویل مساحت کے بعد اب ان نتائج کو یکجا کرنا اور ان کی تنقید کرنا غالباً ناموزوں نہ ہوگا جن پر ہم سیر وگشت کے دوران میں پہنچے۔

چنانچہ ہم نے دیکھ لیا کہ زر ہی وہ شے ہے جس سے ہم چیزوں کی خرید وفروخت کرتے ہیں۔

بحالت موجودہ زر میں نہ صرف حکومت کی جانب سے دار الضرب میں ڈھالے ہوئے سکے شامل ہیں بلکہ بنک آف انگلینڈ کے جاری کردہ نوٹ اور بنکوں کے نام تحریر کردہ چیک بھی زر شمار کئے جاتے ہیں۔

اس زر میں سے بنک کے نوٹ اور سکے تو جیبی زر کے طور پر اور خردہ کاروبار کے لیے استعمال کئے جاتے ہیں اور چیکوں کا استعمال بڑے کاروبار میں کیا جاتا ہے۔

بنک کے نوٹوں کی بنیاد اگر وہ ۲۶۰ ملین کے اعتباری نوٹوں کی تعداد سے تجاوز ہو جائیں، طلا پر ہونی ضروری ہے؛ اور بنک کے نوٹ برآمد کے اغراض کی حد تک سونے سے قابل مبادلہ ہوتے ہیں۔ اس شرط کی رو سے انگلستان کا زر دیگر ممالک کے زر کے ساتھ معیار طلا کے ذریعے سے مساوات پر رکھا جاتا ہے جس سے بین الاقوامی تجارت کو اور اسطرح تمام صارفوں کے لیے عظیم الشان فائدہ ہے۔

چاہئے جس حد تک کہ بنک روا رکھیں اہل معاملہ کو قرضہ دے کر اور اصل کو مصروف کر کے امانتوں کی تخلیق کے ذریعے سے تحریر کیا جا سکتا ہے۔

چونکہ یہ امانتیں عند الطلب قابل ادائی ہوتی ہیں اس لیے بنک جس حد تک امانتیں تخلیق کر سکتے ہیں وہ اس تناسب کے تابع ہوتی ہے جو بنک اپنے نقد بدست اور اپنے ذمے کے واجب الادا رقوم کے مابین رکھنا مناسب خیال کریں۔

295

بنکوں کے پاس جو زر نقد رہتا ہے اس کا بہت ہی قلیل جزو سونے اور چاندی کے سکوں پر مشتمل ہوتا ہے لیکن بڑا جزو بنک آف انگلینڈ کے نوٹوں اور بنک آف انگلینڈ میں جمع کردہ ان فاضلات پر مشتمل ہوتا ہے جو دوسرے بنک اس کے یہاں رکھتے اور نقد کے معادل تصور کرتے ہیں۔

بنک آف انگلینڈ اور خزانے کے باہمی اتفاق و رضامندی کے بعد بنک آف انگلینڈ کے نوٹوں کی مقررہ مقدار سے ہر وقت تجاوز کیا جا سکتا ہے۔ اور بنک آف انگلینڈ کی امانتوں میں اس حد تک اضافہ کیا جا سکتا ہے جس حد تک قرضہ دینے بٹہ کاٹنے اور مشغل اصل کرنے کے کاروبار کو بڑھانا اس کی صوابدید پر موقوف ہو۔

چونکہ ہماری یہ خواہش ہے کہ ہمارا زر قوت خرید کے لحاظ سے ثبات پذیر ہو اور چونکہ نظریۂ مقدار زر یہ بیان کرتا ہے کہ قیمتوں کی ثبات پذیری کا مدار اس امر پر ہے کہ زر کی رسد اشیا کی پیدائش کا ساتھ ہر قدم پر برابر دیتی رہے اور یہ نظریہ بظاہر کم و بیش صحیح معلوم ہوتا ہے اس لیے ہم بنک کا کاروبار کرنے والے منفقہ حضرات سے یہ استدعا کر سکتے ہیں کہ وہ حتی المقدور اس امر کی نگرانی کریں کہ زر کی رسد اور اشیا کی پیدائش کے مابین یہ نسبت قائم رہے۔

چونکہ زر کی قیمت یا شرح سود کے تغیرات کاروبار کے لیے مضر ہیں اس لیے ہم ان سے یہ بھی استدعا کر سکتے ہیں کہ وہ حتی الوسع ان تغیرات کو روکنے کی ممکنہ کوشش عمل میں لائیں۔

بنک آف انگلینڈ کے نوٹوں کی توسیع اور بنک آف انگلینڈ اور دیگر بنکوں کی تخلیق کردہ امانتوں کی زیادتی کے جو امکانات ہیں اُن کے پیش نظر

زر کی قلت کا کوئی اندیشہ باقی نہیں رہا ہے بشرطیکہ ہمارے بنک اپنے اقتدارات کو آزادانہ طور سے استعمال کریں اور ان کے اہل معاملہ قرضہ کی درخواست کر کے اور ضروری ضمانت پیش کر کے ان کی اعانت کریں۔ 296

لیکن چونکہ ثبات پذیر مبادلات سے بہرہ اندوز ہونے کے لیے معیار طلا کو قائم و برقرار رکھنا ضروری ہے اور چونکہ ایسی حالت میں جبکہ انگلستان کے بنک تو امانتوں کو زیادہ مقدار میں تخلیق کریں اور اس کے برخلاف دیگر ممالک کے بنک اعتبار کی تخلیق سے ہاتھ روک لیں انگلستان کے سونے کے باہر چلے جانے کا امکان ہے، لہٰذا یہ ضروری ہے کہ تمام بڑے بڑے ملکوں کے مرکزی بنک اس خیال سے اتحاد باہمی سے کام لیں کہ سونے کے استعمال میں کفایت ہو اور قرضہ دینے کے اصول متفقہ رہیں تاکہ زر اور اشیا کی قیمتوں میں وہ ممکنہ ثبات پذیری پیدا ہو جائے جو بنک کاری کے اصول سے حاصل ہو سکتی ہے۔

تمت
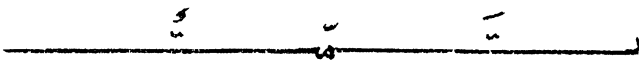
اشاریہ

مندرجۂ ذیل اشاریہ میں ہر عنوان کے محاذی انگریزی صفحہ بطور حوالہ دیا گیا ہے اور کتاب کے حاشیہ پر بھی انگریزی صفحات سلسلے کے ساتھ درج کردئے گئے ہیں۔ فقط

مترجم

بنک آف انگلینڈ (بسلسلہ صفحہ سابق)

"مفہوم زر"

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۲۳	"قیمت زر"	"قیمت زر"
۱۱	۱	"پیکونیا"	"پیکونیا"
۵۹	۱۱ و ۱۲	فرعَون	فرعون
۷۸	۳	بنیکر	بنکر
۹۱	۱۰	الاینے	الاپنے
۱۲۹	۶	پا	یا
۱۳۰	۱	با	یا
۱۳۱	۲۱	کچھ ہی اعلیٰ	کچھ اعلیٰ
۱۳۲	۳	ل	دلال
؍؍	۴	لو	کو
۱۳۶	۱۴	قرض گیرون	قرض گیرں
۱۴۴	۴	بنگ	بنک

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴۴	۱۸	اوازمات	لوازمات
۱۵۵	۱۶	پراسیری نوٹ	پرامیسری نوٹ
۱۶۴	۲۳	ترز	زر
۱۸۵	۱۶	متعدد	مستعمد
۱۹۵	۱۸	عام صور	عام طور
۲۰۰	۲۱	موجودہ	موجود
۲۰۸	۱۰	شاد	شاذ
۲۱۹	۲۲	فریب	قریب
۲۲۳	۲	نیک کاری	بنک کاری
۲۴۲	۲۵	بازاز	بازار
۲۴۷	۳	اندرون	اندرونی
۲۴۹	۹	تغوق	تفوق
۲۷۴	۱۰	استی	رسّی
۲۹۱	۷	نولوں	نوٹوں

"اشاریہ"

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۱۸	نقدزرامانت	نقدامانت
۴	۲۴	بنڈیاں	ہنڈیاں